

شُرُّانٌ کا قانون عُرُوجِ دُزِوال

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

شہر آن
کا

قانون عرب و حج و زوال

مولانا ابوالكلام آزاد

ناشی

شامل ہیں پکی نسخہ ۹/۵۵۳۹

370

پُرانا سیم بورڈلی ۱۱۰۰۲۱

۱۹۴۷ء
نہادیاں
باداول
باہتمام
ماشر۔ شاہین پکی نسخہ ۹/۵۵۳۹ پُرانا سیم بورڈلی ۲۱
نیو پینک پرنس۔ دہلی
سوں ایجنت میرا نے کشیدہ
شیخ محمد عثمان اینڈسنز تاجران کتب
گاؤں کدھ چوک۔ اکیس جنچ روڈ سرینگر

فہرست

صفحہ	ابواب
۷	۱۔ امّت مسلمہ تاسیس اور اٹھاڑتہ ثانیہ
۲۶	۲۔ حقیقتِ اسلام
۵۰	۳۔ وحدت اجتماعیہ
۶۸	۴۔ مرکزویت قومیہ
۸۳	۵۔ جغرافیائی مرکزویت
۹۹	۶۔ فکری وحدت اور فکری مرکزویت
۱۲۰	۷۔ عربی و زوال کے فلسفی اصول
۱۳۳	۸۔ عزم واستقامت
۱۵۶	۹۔ سجدید و تاسیس
۱۷۵	۱۰۔ کامیابی کی چار منزليں

امّت مسلمہ

تاسیس اور اٹھاڑتہ ثانیہ

اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محبوبہ تعلیم و پروایت کو بالکل کھلا دیا تھا لیکن انہوں نے خاد کعبہ کے گنگرے پر چڑھ کر نام دنیا کو جو دعویٰت عام دی تھی اس کی صدارتے باز پڑتے اب تک مغرب کے درد دیوار سے آہری تھی۔

وَإِذْ كَوَافَّ إِلَيْهِ أَهْلُمُ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنَّ لَا شُجُورٌ بِي شَيْءٍ وَطَهْرٌ
بِلِّتْهُ الظَّاهِقُينَ وَالْقَائِمُينَ وَالرَّكْعَ السُّجُودُ وَوَافِقُ فِي الْأَنْسِ بِالْجَمِيعِ
يَأْتُوكُوكَرِحَلَّا وَعَلَى كُلِّ صَانِعٍ وَلِلَّيْلِ مِنْ كُلِّ فِيْجِ عَمَيقٍ ۝

او وجب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے یک معبد قرار

میں قیام کرتے تھے لیکن قریش مزدلفہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ متوبیان حرم کے باہر نہیں جا سکتے جس طرح آج کل کے امراءِ نظم و نسق و والیاں ریاست عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں آگر بیٹھنے اور دوش بدوش کھڑے ہونے میں اپنی قویں سمجھتے ہیں۔ قریش کے سوا عرب کے تمام مردوں زن برهنہ طواف کرتے تھے۔ بتر عورت کے ساتھ صرف وہی لوگ طواف کر سکتے ہیں کوئی امتا اور قریش نے اس کو بھی اپنی انہماں پر مدد و نصیحت میں اپنے ایک فرائیع بنایا تھا۔

عمرہ گریا جج کا ایک مقدمہ ہے یا جنہر تھا۔ لیکن اہل عرب ایسا جج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب حاجیوں کی سواریوں کے پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا ہمینہ گزر جائے تو عمرہ چاہتے ہو سکتا ہے۔

حج کے تمام ارکان و اجزاء میں یہود یا مہ رہبیانیت کا عالمگیر مرضی ساری ہو گیا تھا اپنے گھر سے پاپوادہ حج کرنے کی منت مانجا جب تک حج ادا نہ ہو جائے فاموش رہنا۔ قربانی کے ادھوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہوتا، تاک میں نکل ڈال کر جا لوزوں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا، زمانہ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے نہ گھٹا بلکہ بھیوارے کی طرف سے دیوار پھانڈ کر آتا درود یا وار پر قربانی کے جالوں کے خون کا چھاپہ لگانا عرب کا عام شعار ہو گیا تھا۔

اسلام کا طہور و درحقیقت دین ابریشمی کی حقیقت کی تکمیل تھی۔ اس لئے وہ استدارہ سی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید و احیا میں مصروف ہو گیا۔ جس کا اہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔ اسلام کا مجموعہ

دیا اور حکم دیا کہ ہماری حیروت میں اور کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرنا۔ اور اس گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے ہمیشہ پاک و نعمت رکھنا نیز حرم نے حکم دیا کہ دنیا میں جج کی پیکار بند کرو لوگ تمہاری طرف دوڑتے پلے آئیں گے۔ ان میں وہ پاپوادہ بھی ہوں گے اور وہ بھی جنہوں نے مختلف قسم کی حواریوں پر دوڑ رکھا۔ مقامات سے قطع مسافت کی پڑی۔

لیکن پچ کے ساتھ جب صحیح طل جاتا ہے تو وہ اور بھی خطرناک ہو جاتا ہے۔ اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو ایسا سمجھتے تھے کہ زندہ رکھا سکتے تھے لیکن بعد اعات واختراعات کی آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل گھم کر دیا تھا۔ خدا نے اپنے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ کسی کو خطا کا شریک نہ بنانا۔

لَا تُثْرِكْ بِي شَيْئًا

لیکن اب خدا کا یہ گھر تین سو سال تھی تو کام کر کر بن گیا تھا اور ان کا طواف کیا جاتا تھا۔

خدا سنسنچ کا مقصود یہ قرار دیا تھا کہ دنیوی فوائد کے ساتھ فرائاذ کے قائم کیا جائے۔ لیکن اب صرف آباء اور جداد کے کارنال میں، فزوغرف کے ترانے گائے جاتے تھے جج کا ایک مقصود تمام اشاؤں میں مساوات قائم کرنا تھا اس لئے تمام عرب بلکہ دنیا کو اس کی دعوت حاصل دی گئی۔ اور سب کو وضع و مہاس میں مدد کر دیا گی۔ لیکن قیوش کے غزوہ و فضیلت نے اپنے لئے بعض خاص احتیازات قائم کر لئے تھے۔ جو اصول مسادات کے بالکل منافی تھے۔ مثلاً تمام عرب عرفات کے میلان

عَقَادُ وَعِبَادَاتٍ صَرْفٌ تَوْحِيدٌ، نَمَازٌ، رَفَعَهُ، زَكُوَّةٌ، اُدْرُجٌ سَمَّ مَرْكَبٍ هُنَّ
إِنْ تَحَمَّلَ أَرْكَانَ مِيزَانٍ حَجَّ، إِنْ يَأْكُلَ إِلَيْكُوكَنَّ فَالْأَقْرَبُ حَاجَّلُكَ
تَرْكِيبِيٍّ مَكْتُمٍ بُونَىٰ هُنَّ
كَمَا أَنْذَرَتِنَّهُ عَنْ حَمْدِيٍّ الظَّالِمِينَ ۝

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانہ کعبہ کے ساتھ متعلق
کردیا۔ *إِنَّمَا أَنْذَرْتُ أَنَّ أَصْبَدَ رَبَّ هَذِهِ الْأَبْدُلَةِ الَّذِي خَوْفَهُوا لَهُ*
كُلُّ شَيْءٍ وَّأَعْوَنَ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

محمد کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا کی عبادت کروں
جس نے اس کو عزت دی سب کچھ اسی خدا کا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں
اسی کافر مبارہ اسلام ہوں۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر لطور لازم
مطلوب کیا۔

وَكُلُّ أَمَّةٍ جَعَلْنَا مِنْ سَكَانِ الْأَرْضِ كُلُّهُمْ مِنْ ذِيْجِلَةِ
الْأَنْعَامِ فَالْأَهْمَمُ إِلَهُهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلَمُوا وَلَشَرِيكٍ لِلْخَلِيلِينَ ط
اور ہر ایک امت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔ تاکہ خدا نے ان کو
جو چوپائے بخشے ہیں ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں۔ پس تم سب کا خدا
ایک ہے اس کے تم سب فرمائیں بڑا جاؤ اور خدا کے خاک سار بندوں کو حج کے
فریضے دین تھی کی بشارت دو۔

اسلام خدا کا ایک فطری معاملہ تھا۔ جس کو انسان کی ظالمانہ عمدہ شکنی نے
بالکل چاک کر دیا تھا۔ اس لئے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخالف

ادناد کو روز اول ہی اس کے شمارت سے محروم کر دیا۔
وَإِذَا تَبَّأَلَ أَبْرَاهِيمَ رَبَّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَهُمْ فَلَمْ يَقْنُطُ
لِلنَّاسِ إِنَّمَا قَالَ رَبُّنَّ ذَرْهُمْ فَلَمْ لَا يَأْتِ عَهْدُهُ الظَّالِمِينَ ۝

جب خدا نے چند احکام کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا اور وہ خدا
کے امتحان میں پورے اترے تو خدا نے کہا کہ اب میں تمہیں دنیا کی امامت عطا کرتا
ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اور میری اولاد کو بھی ہمارا شاد
ہوا کہ ہاں، مگر اس قول و فقرار میں ظالم لوگ داخل ہمیں ہو سکتے۔
خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن کلمات کے ذریعے آزمایا اور جن کی
بنابر اپنیں دنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزار اولین۔ توحید الہی، قربانی
نفس و جذبات، صلوات الہی کا قیام پر معرفت دین فطری کے امتحانات تھے۔
اگرچہ ان کی اولاد میں سے چند ناٹھف لوگوں نے ان ارکان کو حفظ کر رکھے اور پر ظلم
کیا۔ اور اس موروثی عہد سے خردم ہو گئے۔

فَلَمْ لَا يَأْتِ عَهْدُهُ الظَّالِمِينَ

یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کے آنہ ایک دوسری امت بھی
چھپی ہوئی تھی۔ جس کے لئے خود اپنے نے خدا سے دعا کی تھی۔
اُن ابُواهیمِ کانَ امَّةً قَاتَاهُ حَفَرْتُ ابراہیم علیہ السلام کو بظاہر ایک خرد و احترم۔
مگر ان کی وصالیت روحا نیہ دالیلیت کے اندر ایک پوری قوم قانت مسلم پوشیدہ تھی۔
اب اس امت مسلم کے ظہور کا وقت آگیا اور وہ رسول حمدی موعود
غار خدا کے تاریک گدوں سے نکل کر نظر عام پر منور اور ہوا تاکہ اس نے کنود اس

جاؤ اہد اگر مساجد میں اعکاف کرو تو شب کو بھی ان سے الگ رہو۔ اس نے زکوہ
بھی فرض کر دی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا۔

فَلَوْلَا أَمْنِهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ طَرِيقًا

قریانی کا گوشت خود بھی کھاؤ۔ اور فقیروں اور محجاوں کو بھی کھلاؤ۔

اس طرح حب "امت مسلمہ" کا روحاںی خاکہ تیار ہو گیا تو اس نے اپنی طرح
ان کو بھی منظر عام پر نمایاں کرنا چاہا۔ اس عرض سے اس نے عمرہ کی تیاری کی اور
پہلا پندرہ سو کی تھیت کے ساتھ روانہ ہوا۔ کہ پہلی بار اپنے ابائی گھر کو حضرت "الله
لکھا ہوں" سے دیکھ کر چلے آئیں۔

لیکن یہ کاروان اپنی ہدایت راستے میں سبق امام حرمیتی روک دیا گیا۔ دوسرا
سال حرب شرالط صلح زیارت کعبہ کی احجازت ملی۔ اور آپ مکہ میں قیام کر کے
چلے آئے۔ اب اس مصاہدت نے راستے کے تمام تشیب و فراز ہموار کر دیئے تھے
صرف نازد کوبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیرہ گیا تھا۔ اسے بھی فتح مکہ نے حلف کر لیا
وَخَلَّ الْتَّبَمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّةً يَعْمَلُ الْفِتْحَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سَتُونَ
وَثَلَاثَ سَاهَةَ نَصِبٍ بِعَجَلٍ مِّنْطَعْنَهَا يَعْوُدُ فِي نَيْدٍ وَلَقِوْنَ جَاءَ لَحْقًا وَهُنَّ بِالظَّلَّ طَ
آپ حضرت فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اُس کے گرد میں
سائیہ بت نظر آئے۔ آپ ان کو ایک لکڑی کے ذریعے ٹھکراتے جاتے تھے۔ اور
یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ *جَاءَ الْحَقُّ وَرَهْقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ زَهْوَقَانٌ*
یعنی حق اپنے مرکز پر آگی۔ اور باطل نے اس کے سامنے ٹھوک رکھا۔ باطل پاماں ہونے
ہی کے قابل تھا۔

اندھیرے میں جو روزنی دیکھی ہے وہ روزنی تمام دنیا کو بھی کھلادے۔
يَخْرُجُ هُمْ مِنِ الظَّلَمَاتِ إِلَى النُّورِ لَقَدْ جَاءُكُمْ مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَّكُلُوبُهُمْ مُّبَشِّرَةٌ
وہ پیغمبر ان کو اندھیرے سے نکال کر روزنی کی طرف لاتا ہے۔ مشکل تھا اسے
پاس اللہ کی طرف سے ایک نور برداشت اور ایک کھلی کھلی برداشتیں دینے والی تباہی۔
وہ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے سور و قی مکھ کو ظالموں کے
ناٹھ سے واپس لینا چاہا۔ لیکن اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح
بتدریج چند روحاںی مراحل سے گزرنا ضرور تھا۔ چنانچہ اس نے ان مرحلوں سے
بتدریج گزرنا شروع کیا۔ اس نے غار حیرا سے نکلنے کے ساتھ ہی توحید کا عالمگیر بلند
کیا۔ کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو عہد لیا تھا اس کی پہلی شرط ہی تھی۔
آن لا اشتوت بی شیئاً پھر اس نے صفت نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف خدا ہی کے
آگے سر جھکانے والوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ وَطَهَرَتِي لِأَطْهَارِيْنَ وَالْقَابِلَانَ وَالرَّكَعَ

السَّجُودِ ابھی نے روزے کی تعلیم دی کہ وہ شرالطح کا جامع و مکمل تھا۔
فَمَنْ فَعَلَ فَيَهُنَ الْمُجْلِجُ فَلَادَقَتْ وَلَفَسَوْقَ وَلَاجِدَالِ فِي الْجَهَنَّمِ
جس شخص نے ان حرمیوں میں حج کا عزم کریا تو اس کو قبر کی نفس پرستی بدکای۔
اور جمگڑے تکرار سے اجتناب کرنا لازمی ہے۔

اور روزنہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت، بہتان، فرق و خیزی خاصت
شماز عدت اور نفس برستی سے بروکتا ہے۔ جیسا کہ احکام صیام میں فرمایا۔
ذَمَّاتِهَا الْقِيَامِ إِلَى الظَّلَّ وَلَا تَأْشِمُ وَهُنَّ وَانْدَعْمَ حَمَاسِهِنَّ فِي الْمَسَاجِدِ
پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اور روزنہ کی مالت میں عورتوں کے تزویج نہ

اب میدان بالکل صاف تھا۔ راستے میں ایک کنکری سمجھی سنگ راہ نہیں میو سکتی تھی۔
بپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا۔ بیٹھے نے اسی حالت میں اس پر قبضہ کر لیا۔
تمام عرب نے فتح مکہ کو اسلام و لغفر کا معیار صداقت قرار دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو
لوگ جو حق دیا تھا اسلام میں داخل ہونے لگے۔ وقت آگیا تھا کہ دنیا کو ۲۰
جبریل الشاہ امیر مسلمہ کے قالب روحانی کا منتظر عام طور پر دکھایا جاتا۔ اس لئے
دوبارہ اسی دعوت نامہ کا اعادہ کیا گیا۔ جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
تمام عالم میں ایک غلط عالم ڈال دیا تھا۔ مگر اس قوت کا تعلق فعل میں آٹھ ہوئی پڑھو قوف تھا۔
وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجَّةُ الْبَيْتِ مِنْ أَسْطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۝
جو لوگ مانی اور جسمانی حالت کے لحاظ سے حج کی استطاعت رکھتے ہیں ان
پر اب حج فرض کر دیا گیا۔

اس صداقت تمام عرب نے لبیک کہا۔ اور آپ کے گرد تیرہ چورہ ہزار راہی
جمع ہو گئے۔ عرب نے ارکان حج میں جو بدعات و اختراعات پیدا کر رکھی تھیں۔ ان کو
ایک ایک کر کے چھپڑا دیا گیا۔

فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِ كُوكَهُ أَجَاءَ لَهُ أَوْ أَشَدُّ ذِكْرًا ۝

زمانہ حج میں خدا کو اسی جوش و خروش یاد کر جس طرح اپنے آباو اجداد کے
کارناں میں کا اعادہ کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ سرگرمیوں کے مائدہ قریش
کے تمام امتیازات متسادیتے گئے اور تمام عرب کے ساتھ ان کو بھی عرف کے
ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا گیا۔

سَهْرًا فِي صَنْوَامِ حَيَّثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْلَقْتُهُ وَ اللَّهُ أَعْلَمُ

غَفُورٌ حَيْثُمْ

اور جس جگہ سے لوگ روانہ ہوں۔ تم بھی وہیں سے روانہ ہو اکرو۔ اور
خزو غزو کی جگہ خدا سے مغفرت مانگو۔ کیونکہ خدا بڑے سختے والا اور حکم کرنے والا ہے
سب سے بدترین رسم برہنہ طواف کرنے کی تھی۔ اور مزدودی سے زیادہ
جیسا۔ نظارہ عورتوں کے طواف کا ہوتا تھا۔ لیکن ایک سال پہلے ہی سے اس
کی عامہ ممانعت کو دی گئی۔

أَنَّ أَمَا هَذِهِ مِنْ أَخْبَرُكُمْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الرَّضِيَّ عَنْ رَضِيِ اللَّهِ عَنْهُ بَعْدَهُ
فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَعْرَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلِّ حَجَّةِ
الْوَدَاعِ يَوْمَ الْفَرْغِ فِي رَهْطٍ يُوْذَنُ فِي النَّاسِ إِلَّا لَمْ يَجِدْ بَعْدَ الْعَمَارَ
مُشَبِّعًا وَلَا يَطْوِقُ بِالْبَيْتِ حَرَبَانَ ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے اخضرت
نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایک حج کا امیر بنایا اور انہوں نے محمد کو ایک گروہ
کے ساتھ رفتہ کیا تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک یا کوئی برہنہ
شخص حج یا طواف نہ کر سکے گا۔

زمانہ حج میں عمرہ کرنے والوں کو فاستق و فاجر کہا جاتا تھا۔ لیکن اخضرت صلیم
نے حجۃ الوداع میں عمرہ ہی کا احرام باندھا۔ اور صحابہ کو بھی شرک کرنے کا حکم دیا۔
پسادہ اور خاموش حج کرنے کی مخالفت کی گئی۔ قربانی کے جائز و مسروقات میں
کا حکم دیا گیا۔ ناک میں رسی ڈال کر طواف کرنے سے روکا گیا۔ گھر میں دروازے سے
داخل ہونے کا حکم ہوا۔

لَيْسَ الْبَرِّ بِأَنْ قَاتَلَ الْمُبُوتَ مِنْ ظَهَرٍ رَهَا وَلَكِنَّ الْبَوْنَ أَلْقَاهُ وَأَتَقَاهُ
الْمُبُوتُ مِنْ الْعَوَابِهَا وَالْقُوَّةُ اللَّهُ أَعْلَمُهُ تَعْلَمُونَ ۝

یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں چھپواٹ سے اور نیکی تو صرف اس کی ہے جس نے پرستیرگاری اختیار کی پس گھروں میں دروازے ہی کی راہ سے اور خدا سے ڈر دیقین ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔

قریبی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گی کہ وہ صرف ایسا نفس و فرویت جان دروح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے، اس کا گلوشت یاخون خدا تک نہیں پہنچتا۔ کہ اس کے چھاپ سے دیواروں کو زیگیں کر دیا جائے۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔

لَوْنَ يَنَالَ اللَّهُ لَحْمَهَا وَلَا يَمْأُدُهَا وَلَكِنَ يَنَالُهُ السُّوَىٰ مِنْكُمْ ۝
خدا تک قربی کے جانوروں کا گلوشت یاخون پہنچا بلکہ اس تک صرف تمہاری پرستیرگاری کو پہنچتی ہے۔

یہ چھکے اتر گئے تو خالص مفریقی رہ گیا۔ اب وادی مکہ میں خلوص کے دو عدیم وجہ دنظر نہیاں ہو گئے۔ ایک طرف آب زرم کی شفاف سطح بہریں لے رہی تھی، دوسری طرف ایک جدید الشہادۃ قوم کا دریا نے وحدت موجیں مار رہا تھا۔ فیکن دنیا اب تک اس حقیقت سے بے خیر تھی۔ اسلام کی ۲۶۳ سالہ ندی کا مد جزر تمام عرب دیکھ چکا تھا۔ سچ کو نہیں جاتا تھا کہ اسلام کی تاریخی نہ رک کرنے سمجھ پڑتا تھی۔ اور سلیمانی کی حدود جدید فرویت ایسا نفس و روح کا مقصد غشم کیا تھا۔ اب اس کو تو ضمیح کا وقت آگئا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تھوڑے کا نجیب بنیاد کھاتوںہ دعا پڑھی تھی:-
رَبَّنَا إِنَّا لِإِيمَنْ رَبِّ أَجْعَلْ هَذَا بَلَدًا إِمَانًا وَأَرْذَقَ أَهْلَهُ مِنْ
الشَّمْرَتِ مِنْ أَمْنٍ مِنْهُمْ حُصْنٌ بِاللَّهِ كَوَالْيَوْمِ الْآخِرُ ۝

جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خداوند! اس شہر کو اس کا شہر بناء اور اس کے باشندے الرغدا در روز قیامت یہ ایمان لا یہیں تو ان کو سر تکمیل مل رہا اور تمام عطا فرم۔

جس وقت انہوں نے یہ دنیا کی سختی تمام دنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بن رہی تھی، دنیا کا امن و امان اگھر گیا تھا۔ اطمینان و سکون کی نیزداں حصوں سے ارگی سختی، دنیا کی عزت دایروں و مرین خطر میں سختی، جان و مال کا تحفظنا ممکن ہو گیا تھا۔ مکروہ اور ضریف لوگوں کے حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔ عدالت کا لھر ویران، حرمت انسانیت مفقود، اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد تک پسخ پکی سختی۔ کہہ ارض کا کوئی سہمہ ایسا نہ تھا جو خلجم و کفر کی تاریخی سے نسلت کر دے رہا ہے۔

اس لئے انہوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہو کر ایک وادی غیرہی ندرے میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک دارالامن بنایا۔ اور تمام دنیا کو صلح و سلام کی دعوت عام دی۔ اب ان کی صالح اولاد سے یہ دارالامن بھی چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کی والپی کے پورے دس سال تک اس کے فرزند نے بھی باب کی طرح میران میں ڈیرو ڈال دیا۔ فتح مکہ نے جب اس کا امن ہوا وہیں دلایا تو وہ اس میں داخل ہوا۔ کہ باب کی طرح تمام دنیا کو گم شدہ ہوتی کی والپی کی بشارت دے چاہیے وہ اونٹ پر سو اس سکونکے نکلا۔ اور تمام دنیا کو شرکہ امن و عدالت نہیں۔

لَكَمَّ الْاسْلَامِ حَيَّنَا

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو بالکل مکمل کر دیا اور تم پر اپنے احسانات پر سے کر دیئے۔ اور میں نے اسلام کو ایک بزرگ نبیدہ دین منتخب کیا۔

لیکن ان تمام چیزوں سے مقدم اور ان تمام ترقیوں کا شاگ بنا یاد ایک خاص "است مسلمہ" اور "حرب اللہ کا پیدا کرنا اور اس کا استحکام و نشوونما تھا۔
حضرت ابراہیم و آنکی علیہما السلام نے حج کا مقصد اور میں اسی کو قرار دا تھا۔
بَيْنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمًا لَكَ وَبَنَ فَوَتَيْنَا أَمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرَيْنَا
مَنَاسِكَنَا وَقَبْ حَلَّيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ السُّوَّابُ الرَّحِيمُ

جز ایہ کو اپنا فرمان برداشتہ بھاری اول مداری میں سے اپنی ایک "است مسلمہ" پیدا کر رکھے۔
اگر تم سے ماس فرمان برداری میں مفترش مولوی اس کو معاف فرمائو تو یہ براہن اور معاف کرنے والا ہے۔
لیکن جس قلب میں ترمیت کا ذھان پہنچتا ہے تیر موتا ہے اس میں ہر نیات شدت اور
وحدت کے ساتھ عمل کرتی ہیں۔ آب و ہوا اور جغرافیہ حدود طبعیہ
اگرچہ قومیت کے تمام اجزاء کو ہر نیات وحدت کے ساتھ احاطہ کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کے
حلقوں اسریں کوئی دوسرا فومنہیں داخل ہو سکتی۔ یورپ اور ہندوستان کی قدیم قومیت
نے صرف ایک حدود و حدود دنیا میں نشوونما پائی ہے اور آب و ہوا کے ارشنے ان کو
دنیا کی تمام قسمیوں سے بالکل اگل تھلک کر دیا ہے۔ لیکن ہزارب کا حلقوہ اسریات
و سیاس موتا ہے۔ وہ ایک حدود و قطعہ زمین میں اپنا عزل نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا کے ہر حصے
کو اپنی آخریں میں جگد دیتا ہے۔ کرہ آب و ہوا کا طوفان نیز رصادم اپنے ساحل پر

إِنِّي رَضَاءٌ كُمْ وَالْكُمْ عَذِيقَةٌ حَمْمَةٌ كَحَمْمَةٍ يَوْمَ كَمْ حَدَّادِي شَهْرَكَمْ
هَدَادِي بَلْدَكَمْ هَذِهِ الْأَيَّنِ كُلِّي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِيَّةِ
سَمْكَتْ قَدَّحَي مَوْضُوْعٌ وَأَوْلَيْ مَصَاعِدَهُ دَمَاءُ نَادِيَمَائِيْنِ وَيَعْتَدُهُ
بِالْجَاهِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَأَوْلَيْ مَصَاعِدَهُ دَمَاءُ نَادِيَمَيْهُ بَنِ
خَبِيدَ الْمَطَلَّبِ . اللَّهُمَّ اسْتَهْدِنَا اللَّهُمَّ اسْتَهْدِنَا اللَّهُمَّ اسْتَهْدِنَا

بس طرح تم آج کے دن کی۔ اس ہبہ مقدس میں حرمت کرتے
ہوئے طرح تمہارا نون اور تمہارا مال بھی تم پر حرام ہے۔ اچھی طرح سن لو کہ جامیت
کی تمام برجی رسموں کو آج میں اپنے دلوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں۔ باختصار
زمانہ جامیت کے انتقام اور خون بہائیت کی رسم تو بالکل مشاوی جاتی ہے۔ میں
سب سے پہلے اپنے بھائی رب عیا کے انتقام سے دست برداشتہ ہوں۔ جامیت
کی سود خواری کا طریقہ سمجھی مٹادیا جاتا ہے اور یہ سب سے پہلے خود میں اپنے چھا
عباس بن عبدالمطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں۔ خدا یا تو گواہ رہیو اخدا یا تو گواہ رہیو!
خدا یا تو گواہ رہیو!! کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پھیا دیا۔

اب حق پھر اپنے اصل مرکز پر آگی۔ اور باپ نے دنیا کی بڑیت دار شادر کے
نے جس نقطہ سے پہلا قدم اٹھایا تھا۔ میٹے کے رو جانی سفر کی دو آخری ہنزاں
ہونے اور اس نقطہ پر پہنچ کر اسلام کی تکمیل ہو گئی۔ اس لئے وہ کہ اس نے تمام
دنیا کو مژده امن سنایا تھا۔ آسمانی فرشتہ نے بھی اس کو کامیاب مقصد کی سب سے
آخری بشارت، دے دی۔

الْيَوْمَ أَنْهَلْتُ لَكُمْ دَيْنَكُمْ وَأَنْهَتُ حَلَّيْكُمْ نَعْصَى وَرَضِيَّتُ

کسی غیر قوم کو اُنے نہیں دیتا مگر نسب کا ابکم اپنے سائے میں تمام دنیا کو لے لیتا ہے جو حضرت ابراہیم عليه السلام جس عظیم الشان قوم کا خالک تیار کر رہے ہے تھے۔ اُن کا ایسے خیر صرف مزہب تھا۔ اور اس کی روحاں تکمیل کرنے والی شکل میں نظر سے بالکل بے نیاز تھی۔ جماعت قائم ہو کر الگ چھ ایک محسوس ماری شکل میں نظر آئے ہے میکن درحقیقت اس کا نظام تکمیلی بالکل روحاں طریقہ پر مرتب ہوتا ہے جس کو صرف جذبات و خیالات بلکہ عام مصنفوں میں صرف قوائے داعیہ کا اتحاد و اشتراک ترتیب دیتا ہے۔ اس بنابر اس قوم کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک نذری بی رابطہ اتحاد کے رشتہ کو مستحکم کیا۔

أَذْقَالَهُ وَيَسِّهُ أَشْلَمَّ قَالَ أَشْلَمَّ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

جیب کہ ابراہیم علیہ السلام سے اس سے خدا نے کہا کہ صرف ہماری ہی فرمادیا کریں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلم ہوا پرورد و گھار عالم کے لئے
وَوَصَّى بِهَا أَبْرَاهِيمَ بْنَيْهِ وَلِعَقْوَبٍ يَا بَنْيَ إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَ لَكُمُ الَّذِينَ فَلَا تَمُؤْنَنُ الْأَوَانِدُ مُسْلِمُونَ

اور پھر اسی طریقہ اسلامی کی انہوں نے اور یعقوب نے اپنی نسل کو دستیت کی اور کہا خدا نے تمہارے لئے ایک نہایت برگزیدہ دین منتخب کر دیا ہے۔ تم اس بہ عمر بھر قائم رہنا اور مرتضی اسلام مرتضی۔

میکن جماعت عموماً اپنے مجموعہ عقائد کو محیم طور پر دنیا کی فضائے بسیط میں دیکھنا چاہتی ہے اور اس کے ذریعے اپنی فرمیت کے قدریم مودت کو تازہ کرنے ہے۔ اس لئے انہوں نے اس جدید الشاة قومیت کے ظہور و تکمیل کے

ایک نہایت مقدس اور وسیع آشیانہ تیار کیا۔

أَذْيُرْ فِعْ أَبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَاعِيلَ زَيْبَا
تَقْبِيلَ مِنَا أَنِّيْتُ أَنْتَ السَّمِيعَ الْعَلِيْمُ ط

جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیاد ڈال رہے تھے تو یہ دعا ان کی زبانوں پر تھی۔ خدا یہ ہماری اس خدمت کو قبول کر تو دعاوں کا سخنہ والا اور نیتوں کا جانے والا ہے۔

یہ صرف ایسے پتھر کا لھر تھا بلکہ ایک روحاں جماعت کے قالب کا آب و گل کھا۔ اس لئے جب وہ تیار ہو گیا تو انہوں نے اس جماعت کے پیدا ہونے کی دعاکی۔
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذَرِيْتَنَا امْتَهَ مُسْلِمَةً لَكَ ط

اب یہ قوم پیدا ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کے ذریعے اس روحاں سرسرشہ حیات کو اس کے حوالے کر دیا۔

وَوَصَّى بِهَا أَبْرَاهِيمَ بْنَيْهِ وَلِعَقْوَبٍ يَا بَنْيَ إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَ لَكُمُ الَّذِينَ فَلَا تَمُؤْنَنُ الْأَوَانِدُ مُسْلِمُونَ ط

اور ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام دونوں نے اس روحاں طریقہ نشوٹ کی اپنے میلوں کو وصیت کی کہ خدا نے ہمارے لئے ایک بزرگ زیدہ دین منتخب فرمادیا ہے تم اس پر قائم رہنا۔

إِذْخَرْ لِعَقْوَبَ الْمُؤْتَ اذْقَالَ بَنَيْهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي
قَالُوا وَعَبَدْنَا الْهَمَاءَ وَاللهُ أَبْأَقَكَ أَبْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ وَلَمْ يَخْفَ

الْهَمَاءُ وَاحْدَ أَتَخْنَنَ لَهُ مُسْلِمُونَ ط

اور پھر کوئام اس وقت موجود تھے جب بعقوب کے سر پر موت آکھڑی
پڑی اور اس آخری وقت میں انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا۔ میرے بعد کس
چیز کی پوچاروگے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم تیرے اور تیرے مقدس باب ابراہیم والدین
دانہجی کے خداۓ واحد کی عبادت کریں گے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار بندے ہیں۔
ایسا اگرچہ یہ جماعت دنیا میں موجود نہیں اور اس کے آثار صالح کوئی نہیں بے اثر کر دیا تھا۔
تَلَكَ أَمَّةٌ قَدْ خُلِقُتُ لَهَا صَالِحَاتٌ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ط

وہ قوم گزر گئی اس نے جو حکام کئے اس کے نتائج اس کے لئے تھے اور تم جو کچھ کرو
اس کے نتائج تمہارے لئے ہوں گے۔ لیکن اس کی ترسیت و نشوونما کا عہد قدیم اب
تک دشمنوں مانے سے بچا ہوا تھا اور اپنے آخوش میں مقدس یادگاروں کا ایک
دیسخ ذیخہ رکھتا تھا۔ اس کے اندر اب تک آب زمزم لہریں لے رہا تھا۔ صفا و
مرودہ کا چوٹی کی گردیں اب تک بلند تھیں۔ مذریح اسماعیل علیہ السلام اب تک
ذیسپ کے خون سے رنگین تھا۔ جھر اسود اب تک بوسہ کاہ خلق تھا۔ مشا علیہ ایام
علیہ السلام اب تک قائم تھے۔ عرفات کی حدود میں اب تک کوئی تبدیلی نہیں کی
گئی تھی۔ غرضیکہ اس کے اندر خدا کے سوا سب کچھ تھا۔ اور صرف اس کے جمال
بہار اور کمی تھی۔ اس لئے اس کی تجدید و فتح زدوج کے لئے ایک مرتبہ کے بعد
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا سب سے آخری نیجہ ظاہر ہوا۔ انہوں نے
کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے دعا کی تھی۔

**وَيَسَأَلُ الْعَثَثَ فِيهِمْ رَسُولُهُمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ مَا يَأْتِي
وَيَعْلَمُهُمْ الْكِبَبُ وَالْحِكْمَةُ وَرَبِّ الْبَرَّ مَنْ أَنْتَ الْعَزِيزُ بِرَبِّ الْحِكْمَةِ ط**

خدیلان کے درمیان انہی لوگوں میں سے ایک پیغمبر بصحیح کہ وہ ان کو تیری آتیں
پڑھ کر شانتے۔ اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کے نفوس کا تراکریز کر دے
قبر ڈا صاحب اختیار و حکمت ہے۔

چنانچہ اس کا ظہور وجود مقدس حضرت رحمۃ الرانین و ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں ہوا۔ جو تھیک تھیک اس دعا کا پسکر و مثل ہے۔
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَصْنَافِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَلوُ عَلَيْهِمْ مَا يَأْتِي

وَيَعْلَمُهُمْ وَيَعْلَمُهُمْ الْكِبَبُ وَالْحِكْمَةُ ط

وہ خدا جس نے ایک غیر متمدن قوم میں سے اپنا ایک رسول پیدا کیا جو والہ
کی آیات اس کو سناتا ہے، اس کے نفوس کا تراکریز کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا
پس انہوں نے جو قوم پیدا کر دی تھی اس کے اندر سے ایک پیغمبر اٹھا اس
نے اس گھر میں سب سے پہلے خدا کو ڈھونڈ جانا شریع کیا۔ لیکن وہ اپنیٹ پھر کے
ڈھیر میں بالکل چھپ گیا تھا۔ فتح مکہ نے اس انبار کو ہٹا دیا۔ تو خدا کے نور سے انہیں
حرم پھر روشن ہو گئی۔

وہ قوم جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔ (۵۱)
پیغمبر کے فیض صحبت سے بالکل منزکی و تربیت یافتہ ہو گئی تھی۔ اب ایک مرکز پر جمع
کر کے اس کے نہ سی بی بی جذبات کو صرف جلا دینا باقی تھا۔ چنانچہ اسے نامہ لکھتے
کے اندر لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ اور اس کے مقدس قدیم مذہبی یادگاروں کو یہ دعا بردار
سے اس کے نہ سی بی بی جذبات کو بالکل پختہ و سخکم کر دیا۔

إِنَّ الْقَسْفًا وَالْمَرْءَةَ مِنْ شَفَاعَ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ احْتَمَرَ فَلَا

حَنَّاحٌ تَعْلِيَهُ أَنْ يَطْوُفَ بِهَا.

صَفَا وَمِرْدَأَكَيْ قَاسِمٌ كَيْ هُوَيْ يَادَكَارِوْنَ هُيْسِ پِسْ جَوْلُوكْ جَيْ يَاعِرَهَ كَرْتَنَ مِنْ
انْ پِرَانْ دَوْلَوْنَ كَاطْوَافَ كَرْنَهَ مِنْ مِنْ كَوَيْ حَجَجَ نِهَيْنَ.
كَبِيْهِيْ انْ كَوَشْعَرْ حَرَامَ كَيْ يَادَدَلَائِيْ لَكَيْ.

فَإِذَا أَفْضَلَهُ مِنْ عَرَفَاتٍ فَإِذَا كَثُرُوا اللَّهُ حَمْدٌ، الْمُشْعَرُ الْحَرَامُ طَرِيقٌ
جَبِ عَرَفَاتٍ سَے وَوْتُو مُشْعَرْ حَرَامَ (مزدلفہ) کے نزدیکِ خدا کی یادگار
خَاتَهُ كَعْبَهُ خَوْدَ دِنِيَّا کَيْ سَبْ سَے قَدِيمَ يَادَكَارَهَيْ. بِلَكَنْ اَسْ کَيْ اِيكَ اِيكَ يَادَكَارَ
کُونَمَايَانْ تَرْكِيَايَيْ.

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامٌ إِبْرَاهِيمَ ط.

اسِ مِنْ بَهْتَ سَمِّيَّ كَلْهَلِيْ هُوَيْ نَشَانِيَانْ هِيْ، مُخْلِدَهَانَ كَيْ اِيكَ نَشَانِيَ حَرَفَتَهُ
عَلَيْهِ السَّلَامَ كَيْ كَهْرَرَهَ ہُونَے کَيْ جَلَگَهَ ہے.

سِيْكَنْ جَوْلُوكْ خَدَائِکَ رَاهَ مِنْ ثَابَتْ قَدْمَ رَہَے انَّ کَنْ قَنْشَ پَاسِجَدَهَ مَکَاهَ خَلْقِ
ہُونَے کَمُسْتَقِنِيْ تَھَے. اَسْ لَئَے حَكْمَ دِيَأَيَا.

وَأَنْجَذَ وَأَمِنَ مَقَامٌ إِبْرَاهِيمَ مَصْلَى.

اَوْ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَيْ كَهْرَرَهَ ہُونَے کَيْ جَلَگَهَ کُو اپَنَا مَصْلَى بِنَالَوْ.
اَوْسِيْ يَادَكَارِوْنَ کَيْ نَيَارَتْ صَرْفَ سِيرَدَقَرَرَعَ کَيْ لَئَے کَيْ جَاتِيْ ہے بِلَكَنْ
رَوْحَانِيْ يَادَكَارِوْنَ سَے صَرْفَ دَلَ کَيْ آنَکَھِيْسِ ہَرِیْ بَصِيرَتْ حَاصِلَ كَرْسَكَتِيْ ہِيْ.
اَسْ لَئَے انَّ کَے اَدَبَ وَاحْرَامَ کَوَالْقَاعَوْتَسَرَرَکَ دَلِيلَ قَرَارَ دِيَأَيَا.

وَمَنْ يَعْظِمْ شَعَافِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مَنْ تَقْوَى الْقَلُوبُ ط

اَوْ جَوْلُوكْ خَدَائِکَ قَاعِمَ کَيْ هُوَيْ يَادَكَارِوْنَ کَيْ تَطْلِيمَ كَرْتَنَهَ مِنْ توْتَيْ تَطْلِيمَ انَّ کَے
دَلَوْنَ کَيْ پَرْسِرْنَگَارِیْ پَرْ دَلَالَتَ كَرْتَنَهَ ہے.

وَمَنْ يَعْظِمْ شَعَافِرَ اللَّهِ فَهُمْ خَيْرُ الْمُعْتَدِلِينَ
اَوْ جَوْلُوكْ خَدَائِکَ قَاعِمَ کَيْ هُوَيْ قَابِلَ اَدَبَ چِيزِ دَلَ کَا اَحْتَرَامَ كَرْتَنَهَ ہے تو
خَدَاءِ نَزَدِیْکَ اَسْ كَانِتِيجَ اَسْ کَے حَقِّ مِنْ بَهْرَهَ ہُوتَا ہے.

آنَخْرَفَتْ صَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَقْدَسِ يَادَكَارِوْنَ کَے روْحَانِيْ اَثَرَدَ
نَفْوَلَوْ دَلَوْنَ مِنْ جِبَرِ کَرَادِنِيَا چَبَتَتَهَ تَھَے. اَسْ لَئَے خَاصَ طَورَ پَرْ لَوْگُوْنَ کُونَانَ کَيْ
طَرَفَ مُتَوَجِّهَ فَرَاتَتَهَ رَہَتَتَهَ تَھَے.

هَذِهِ مَشَاعِرُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيمَ ط.

خَوبِ غَورَ سَے دَكِيْھَوَادَ بَصِيرَتْ حَاصِلَ كَرْدَ، کِيْونَکَهَ یَہِ تِہْمَارَے بَاَپ
حَضَرَتْ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ کَيْ يَادَكَارِوْنَ ہِيْ.

جَبِ اَسْلَامَ نَے اَسْ جَدِيدَ النَّشَاهَ قَوْمَ کَے دَبَرَدَ کَتَمْكِيلَ كَرِدَیِ اَوْ
خَازَ كَعْبَهَ کَيْ اَنْ مَقْدَسِ يَادَكَارِوْنَ کَيْ روْحَانِيَّتَ نَے اَسْ کَيْ فَوْمِيَّتَ کَے شِيزَرَهَ
کَوْسِتَحْمَمَ کَرْدَ، یَا تَوْپَھَرَتِ اِبْرَاهِيمِیَّ کَيْ فَرَامَوْشَ کَرْدَهَ رَوْشَنِیَّ دَكْھَادَیِ گَنَیْ.

فَأَمِيَّحُوا مِلَةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيْقَاتِهِلَانَ مِنَ الْمُشَوِّلِيْنَ ط
پِسْ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ کَے طَرِيقَهَ کَيْ پَرِدَیِ کَرْدَ جَوْ صَرْفَ اِيكَ خَدَاءِ
ہُوَهَ ہے تَھَے.

اَبْ تَامَمَ عَرَبَ نَے اِيكَ خَطَّ سَقِيمَ کَوَ اَشَامَ کَرْنَ بِنَالِيَا. اَوْ قَدِيمَ خَطَّوْنَغِيدَ
حَرَفَ غَلَطَ کَيْ طَرَحَ مَشَادِيْےَ گَلَے. جَبِ یَسْبَ پَچَھَ ہُوَ جِنَکَالَوَسَ کَے بَعْدَ حَدَائِیْسِ

حقیقتِ اسلام

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ اسلام کی وہ کون سی حقیقت
تھی جو حضرت ابراہیم نبی اسلام کی زندگی پر طاری ہوئی۔ اور جس کو قرآن حکیم
نے امت مرحومہ کے لئے اسوہ خستہ قرار دیا۔

اسلام کا مادہ "سلم" ہے جو باختلاف حركات مختلف اشکال میں آگر مختلف
معنی پیدا کرتا ہے بلکن لفظ کہتا ہے کہ "سلم" بفتحین اور سلام معنی کسی چیز کو سونپ دینے
اطلاعت و انتیاد اور گردان جمکن کرنے کے ہیں۔ اس سے قسمی سمعنی سونپ
دینے اور استیلام (ایسے انقیاد (اطلاعت) آتا ہے اور فی الحقيقة فقط
"اسلام" بھی ابھی نہیں پر مشتمل ہے، قرآن کریم میں ان معانی کے شواہد اس کثرت
سے ملتے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں سب کا استقصاص ممکن نہیں۔ تاہم ایک دو
آیتوں پر نظر ڈالنے توجیہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے مثلاً حکام طلاق کی آیات میں

وَأَتَيْلُ عَلَيْهَا إِلَّا سَلَامٌ كَأَسْبَابِهِ طَرِيقٌ أَسْبَابٌ
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ فَضْلَيَّ
وَرَضِيَتْ لَكُمُ الْإِسْلَامُ دِينًا طَرِيقٌ

آج میں نے تمہارے اس دین کو کامل کر دیا جس نے تم کو قومیت کے
شے میں منسلک کر دیا ہے اور اپنے تمام احسانات تم پر پورے کر دیئے
اور تمہارے لئے صرف ایک دین اسلام ہی کو منتخب کیا۔

ایک موقع پر فرمایا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْلُطُوهُ عَلَيْهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ
مَا أَتَيْتُكُمْ بِالْمَحْرُوفِ ط

اگر تم چاہو کہ اپنے بچے کو کسی دای سے دودھ پلاواد تو اس میں بھی تم پر کچھ
گناہ نہیں پیش رکھیہ دستور کے مطابق ان کی پاؤں کو جو دینہ میں کیا تھا وہ ان کے جوانے کو دو۔
اس آیت میں "سلتم" حوالہ کر دینے کے معنی میں صاف ہے۔ اس طرح بھی
اطاعت و اقتیاد گردن بنا دن کے ایک جگہ فرمایا ہے۔

وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ طَلَارِضِ طَوْحَاً وَكَرَّهَا ط

اس آسمان درمیں میں کوئی نہیں جو چاروں ناچار دین الہی کا حکم بردار مطبع و منعاون ہو۔
وَقَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمْنًا قُلْ لَنْ تَقْوِيَّاً وَلِنْ قُوَّةً أَسْلَمَنَا ط

ادمیہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو ان سے کہہ دو کہ تم ابھی
ایمان نہیں لائے۔

کیونکہ وہ دل کے اختقاد کا مل کا نام ہے جو تمہیں لفیض نہیں۔ البتہ یوں
کہو کہ ہم نے اس دین کو مان لیا ہر شے کی اصل حقیقت دی ہو سکتی ہے جو اس کے
نام کے اندر موجود ہو۔ دین الہی کی حقیقت لفظ اسلام اپنی شریدہ ہے۔ لفظ اسلام
کے معنی اطاعت، اقتیاد گردن بنا دن، اور کسی چیز کے حوالہ کر دینے کے ہیں پس
سلام کی حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے۔ خدا نے تعالیٰ
کے حوالے کر دے۔ اس کی تمام قوتیں، اس کی تمام خواہیں اس کے تمام جزیبات
اس کے تمام محبوبات غرضیکہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک جو کچھ اس

کے اندر ہے اور جو کچھ اپنے سے باہر رکھتا ہے سب کچھ۔ ایک لینے والے کے پروردگارے
اور تمام اپنے قوائے جنمائی و دماغی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جائے اور ایک
مرتبہ ہر طرف سے منقطع ہو کر اور اپنے تمام رشتتوں کو توڑ کر اس طرح گردن رکھو
کہ پھر کجھی نہ اٹھے نفس کی حکومت سے باغی ہو جائے اور احکام الہی کا مطبع و منقاد ہو
وہ حقیقت اسلامی کا قانون فطری ہے جو تمام کائنات عالم میں باری دسارتی ہے۔
اس کی سلطنت سے زمین و آسمان کا اک ذرہ بھی باہر نہیں۔ ہر شے جو اس حیات کو
عالم میں وجود رکھتی ہے اپنے احوال طبعی کے اندر اس حقیقت اسلامی کی ایک جسم شہادت
ہے، کون ہے جو اس کی اطاعت دے۔ دے آزاد ہے اور اس کے سامنے سے
ایک جھکے ہوئے سرکواٹھا سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کبیر المتعال ہوں پھر کوئی کیا
ہستی ہے جو اس کی کبریٰ ای وحی و حبروت کے آگے اپنے اندر اسلامی اقتیاد کی ایک
صد سے بیجڑ نہیں رکھتی ترین پریم چلتے ہیں اور آسمان کو ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن کیا
دو قوں اس حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ہیں۔

زمین کو دیکھو جو اپنے گرد غبار کے اندر ارداخ نہماں تی کی ایک بہشت حیات
ہے جس کے الوان جمال سے اس حیات کرہ ارضی کی ساری دل فرمی اور رعنی ہے
جس کی نذر انجشی انسانی خون کے لئے سرچشمہ قوید ہے اور جو اپنے اندر زندگیوں اور
ہستیوں کا ایک خزانہ لازول رکھتی ہے کیا اس کی وسیع سطح حیات پر در پر ایک ہستی بھی
ہے جو اس حقیقت اسلامی کے قانون عام سے مشتمل ہو۔ کیا اس کی کائنات نہماں تی کا ایک
خلاتے اسلام کے قائم کئے ہوئے حدود و قوانین کا مسلم یعنی اطاعت شمار نہیں ہے۔
یعنی جب زمین کے پر کیا جانا ہے تو وہ فوراً نے لیتی ہے۔ کیونکہ اس کے بناء

وائے نے اس کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ پھر اگر تم وقت سے پہلے داپس مانگو تو ہنسی رکھ سکتی۔ کیونکہ اس کا سر خدا کے آنے جھکا ہوا ہے اور خدا نے ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ ولیکل انجلی کتابی پس محال ہے کہ اس کی خلاف وندھی کرے اور حقیقت، اسلامی کے قانونِ عام کی مجرم ہو۔

قانونِ الہی نے زمین کی قوت نامیہ کے غہوڑے کے لئے مختلف دور مقرر کر دیئے ہیں اور ہر دور کے لئے ایک وقت خاص تکھہ دیا ہے۔ زمین کی درستگی کے بعد اس میں یعنی ڈالا جاتا ہے۔ افتاب کی تمازت اس کو حرارت پہنچانی ہے پرانی کا بقدر مناسب حصول اس کے نشوونما کو زندگی کی تازگی بخشتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک خاص تسویر و تاریب کے ساتھ اس کو مطلوب ہیں۔ پھر زندگی کے گھنے ان تقریبے میں کے اجزاء نباتاتی کی آئیش کو شلووں کے چھوٹنے۔ ان کے تدریجی بلند ہونے اور اس کے بعد شاخوں کے انشعاب اور پتوں اور پھولوں کی تولید۔ ان تمام طریقے سے اس پنج کا درجہ بدرجہ گز نا ضروری ہے۔ اور ہر زمانے کے لئے ایک حالت اور مدت مقرر کردی گئی ہے۔ یہی تمام مختلف مرامل دنیا زمین کی پیداوار کے لئے ایک شریعتِ الہی ہیں۔ جس کی اطاعت کائنات نباتات کی ہر روح پر فرض کر دی گئی ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ زمین ایک لمحہ ایک منت اور ایک مستثنی مثال کے لئے بھی اس شریعت کے مسلم ہونے یعنی اس کی اطاعت سے انکار کر دے۔ اور پھر اگر اس کی خلاف وندھی کی جائے تو کیا ممکن ہے کہ ایک دن بھی باڑا اور ایک بھولا بھی شکستہ ہو۔

ایک لذت ہے جو پانچ سال کے اندر پھل لتا ہے۔ پھر تم کہیں ایک کوشش

کرو پانچ ہاہ کے اندر کبھی پھل نہیں دے گا۔ ایک بچوں ہے جس کے پودے کو زیادہ مقدار میں حرارت مطلوب ہے۔ پھر یہ محال ہے کہ وہ سائے میں نہذہ رہ سکے۔ کیونکہ اس نے کہ پانچ سال کے اندر اس کا خدیر بلوک پہنچا۔ اور دھوپ کی تیزی میں اس کا نشوونما پا نا شریعتِ الہی نے مقرر کر دیا ہے۔ پس وہ مسلم ہے اور حقیقتِ اسلامی کا قانونِ عام اس کو مکری و خلاف وندھی کا سراٹھا نے نہیں دیتا۔

بِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مُكَلِّلٌ لَّهُ قَانِتُونَ ط

اور جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، صب اسی کا ہے اور سب اس کے حکم کے تابع اور منقاد ہیں۔

پس فی الحقیقت زمین کے عالمِ نظم و تدبیر میں جو کچھ ہے، حقیقتِ اسلامی کا لٹھوڑا۔
وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّتَتَبَوَّقُنَّ ط

اور زمینی میں اربابِ تیقین کے لئے خدا کی بہار و دشائیں بھری پڑی ہیں۔
یہ رفیق پہاڑوں کی چوڑیاں جوانپنے خلیمِ الشان فامتوں کے اندر خلعت
کائنات کی سب سے ٹری عفاقتِ رکھنی ہے۔ یہ شیرین اور حیات بخش ہے جو کوئی
محضی تعلیم کے لئے کے مطابق زمین کے اندر گاہِ مستقیم اور گاہِ پرور و خم رہا
پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوفناک و ہمار سمندر جس کی بے کنار طبحِ جیب کے نیچے
طرح طرح کے دریائی حیوانات کی بے شمار اقلیمیں آباد ہیں۔ عنود کیجئے کہ کیا سلطان
اسلام کی حکومت سے ماہر ہیں پہاڑوں کی چوڑیوں کے سرگو بند ہیں۔ مگر اس اس
کحمدِ سلام شعار نہ سڑی۔ نہ ہوتے ہیں۔ زمین کا جو گوشہ احمد سمندر کا جو کارہ ان
کو دے دیا گیا۔ یہ ممکن نہیں اور ایک اپنے بھی اس سے باہر فرم کر سکتیں۔ (۱)

کے ارتقائے جماعتی کے لئے جو غیر محسوس رفتار ہے، شریعت الہیہ نے مقرر کر دی ہے، مجال ہے کہ اس سے زیادہ آگے بڑھ سکیں۔ الفعلات طبعیہ کا حکم الہی ان کو رینہ رینہ کر دے پھر وہ اپنی طبقے میں ہیں سکتے۔ اسی طرح دریاؤں اور سمندروں کی طرف کان لگائے کہ ان کی زبان حال اسی حقیقت اسلامی کی کسی عجیب شہادت سے رہی ہے۔ آپ نے سمندروں کے طوفانوں اور سو جوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں۔ لیکن اس سرکش اور مضر و دلیل پر جب حقیقت اسلامی کی اطاعت و القیاد کا قالون نافر ہوا۔ تو اس عجیب و تذلل کے ساتھ اس کا سرچھک گیا کہ ایک طرف پیٹھے پانی کا دریا ہے اور دوسری طرف کھارے پانی کا بحر خار ہے۔ دونوں اس طرح میں ہونے پیں کہ کوئی شے ان میں سائی نہیں، مگر نہ قدریا کی مجال ہے کہ سمندر کی سرحد میں قدم رکھے اور نہ سمندر باہمہ قوت دقاری اس کی حراثت رکھتا ہے کہ اپنی سرکش موجوں سے اس سرحد کرے میں الحجرین یلتقیان بینہما بزرخ لا یخیثین طفہاتی الہر یعنی مالک بن ابی

اس نے کھارے اور پیٹھے سمندروں کو جاری کیا۔ کہ دونوں اپس میں ٹھوٹے ہیں، مگر پھر بھی ایک دوسرے سے بیٹھیں سکتے۔

کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے حدفاصل قائم کر دی ہے۔ دوسری بگرفتاری، وہو الذي مرج الحجرین هذَا خلَّبْ قُرَاطَ وَهَذَا مِلْجَعَ اسْجَاجَ وَحَصَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ خَارِجٌ أَصْهَبُو رَأْنَ او ریوہی قادر مطلق ہے جس نے دو دریاؤں کو اپس میں ملا دیا۔ ایک کانی شیرس و خوش ذاتہ اور ایک کا کھارا کھروا اور پھر دونوں کے درمیان ایک

ایسی حدفاصل اور لاک رکھ دی کہ دونوں بادبند ملنے کے بالکل الگ رہتے ہیں۔ اب ذرا نظر اور پر اتحاد اور ملکوت المخلوقات کے ان اجرام غلطیہ کو دیکھو جن کے مریضات بدیع سے یہ سطح نیکوں اور اک انسانی کا سب سے بڑا منظر تحریر ہے۔ یہ عظیم الشان قبرمان تحلی جو روز بارے سروں پر جھپتا ہے جس کی خیaban تختی حیات تمیز قرب و بعد سے مادرار ہے جس کا جذب و انجذاب کائنات عالم انسانی کے لئے تہناء رسیلہ نویر ہے اور جس کا قبر حرارت کسی تحلی کا ہے حقیقی کا سب سے بڑا عکس و ظلال ہے غور کر دلو اپنے اندر حقیقت اسلامی کی کمی موڑ شہادت میں رکھتا ہے۔ وہ جس کی جبروت و عظمت کے آگے تمام کائنات عالم کا سرچھکا ہوا ہے۔ کیسے سلم شوارانہ امکار کے ساتھ، فاطر المخلوقات کے آگے سریجہ کا ایک فتح اور ایک عشرہ حقیقت کے لئے بھی اپنے اعمال و افعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھتا۔

تَبَارِثُ الَّذِي تَجْعَلُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَبَارِثُ حَاجَةٍ فِيهَا سَوَاجِلَةٌ
قُصْرٌ أَقْتَنِيْرًا ط

کیا بیارک ہے ذات، قدوس اس کی جس نے آسمان میں گردش امدادات کے دائرے بنائے اور اس میں آفات کی مشعل روشن کر دی اور تمیز روشن و منور چاندیا۔ پھر اسی طرح اور تمام اجرام سمادیہ کو دیکھو۔ اور ان کے افعال و خواص کا سطان کر دو، ان کے للارع و غرائب ایاب و وہاب، حرکت و رجوت۔ جذب و ابزد اثر و تاثر اور فعل والفعال کے لئے جو قوانین رب السادات نے مقرر کر دیئے ہیں۔ کس طرح ان کی اطاعت و انقیاد کی رنجیدوں میں جکڑے ہونے میں۔ یہی قوانین ہیں جن کو قرآن سیکھم ہیرو۔ اللہ کے لفظ سے تعمیر کرتا ہے۔ احمدیہ دین ہے جو تمام نظام

کائنات کے لئے بہتر لہ مرکز قیام و حیات ہے۔ عالمِ ارضی و سماء کا کوئی مخلوق
نہیں جو اس دینِ الہی کا پیر و نہ ہو۔ اور آفتاب سے لے کر خاک کے ذرے تک کوئی
نہیں جو اس کی اطاعت سے اٹکا کرے۔

الشَّهْدُ وَالْقَمَرُ وَبِحَسَانٍ وَالْتَّجْمُومُ وَالشَّجَرُ يَسْعِدُهُ إِنَّ وَالثَّمَاءَ رَفِعُهَا
وَوَضَعُ الْمَيْزَانَ إِلَّا تَطْخُونَ فِي الْمِيزَانِ ط

اس کے حکم سے سوچنے اور چاندا ایک حساب میں پر گوش میں ہیں اور تمام
عالمِ بناた میں کے سراس کے آنے بھکے ہوتے ہیں اور اسی نے آسمان کو میزدھی فراز
دیا اور (قانونِ الہی کا) میزان بنا کیا اکتم لوگ اندازہ کرنے میں صراحتاً مدد و نفع ہے۔

پس نظامِ شمسی میں جس قدر نظم دید بیر ہے، سب اسی حقیقتِ اسلام کا
ظہور ہے۔ حقیقتِ اسلامی کی اطاعت دانیقاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے داروں
میں محدود کر دیا ہے اور ہر دن جو دن سر جھک کاے ہو سے اپنے فرض کے انجام دینے میں
مشغول ہے، اگر زمین اپنے محدود پر حرکت کرتی ہوئی اپنے دائرہ کا چکر لگاتی ہے۔ اگر
آفتاب کی کشش اس کو ایک بال بر سمجھی اور صراد عصر نہیں کرنے دیتی اگر ہر ستارہ
اپنے اپنے دائرہ حرکت کے اندر ہی محدود ہے۔ اگر تمام ستاروں کی باہمی جذب بھیط
سمیشہ اس تسویہ دمیزان کے ساتھ قائم رہتی ہے کہ عظیم الشان قبولی کے یہ پہا

آپس میں نہیں ٹکراتے اگر ان کی حرکت و سیر کی مقدار اور اوقات مقررہ میں طلوع و
غروب ایک ایسا ناممکن التبدلیں قانون ہے جس میں کبھی کبی بیشی نہیں ہوئی۔ اور اگر
لَا إِلَهَ إِلَّا هُنَّا نَّدَرُكُ الْقَمَرُ وَلَا لِلَّيْلَ سَابِقُ النَّهَارَ وَلَا فِي الْأَفْلَقِ بُجُودُهُ
نَّدَرَ أَمَابَلَ کے اختیارات ہیں ہے کہ چاند کو جالے اور روزات کے ساتھ حقیقتِ اسلامی

دن سے پہلے ظاہر ہو جاتے اور تمام اجرام سماویہ اپنے دائرہوں کے اندر
ہی پیر رہے ہیں۔

تو پھر اس کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ اعمالِ کائنات اس امر کی شہادت نہیں ہیں کہ
دنیا میں اصل قوت صرف اسلام ہی کی قوت ہے اور اس عالم کا وجود صرف اسی
لئے زندہ ہے کہ حقیقتِ اسلامی اس پر ظاہری ہو چکی ہے۔ ورنہ اگر ایک نہ کہ کئے
بھی اس حقیقت کی حکومت دنیا سے اٹھ بائے تو تمام نظامِ عالم درسم ہو جاتے۔

أَعْظَمُ دِينِ اللَّهِ يَعْبُدُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنِ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
طَوْعًا وَلَوْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجِحُونَ ۝

کیا یہ دینِ الہی کو چھوڑ کر کسی اور کے آگے سر جھکانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان
اور زمین میں کوئی نہیں جو اس دینِ الہی کا مسلم یعنی مطیع و منقاد نہ ہو۔
اور آسمان دنیا میں پر کیا موقوف ہے۔ اگر خود اپنے اندر بھی دیکھئے تو جسم
انسانی کا کون سا حصہ ہے جس پر حقیقتِ اسلامی ظاہری نہیں؟ خود آپ کو تو اس
کے آگے جھکنے سے انکار ہے۔ لیکن اس کی تبریزیں کہ آپ کے اندر جو جو کچھ ہے اس
کا ایک ایک ذرہ کس کے آگے سر بسجدہ ہے۔

دل کے لئے یہ شریعت مقرر کر دی گئی کہ اپنے قبض و بسط سے جسم کے تمام حصوں
میں خون گروش جاری رکھ کر اس کا اضطراب و انتہاب بھی روح کے سکون و حیات
کا ذریعہ ہے۔ تیز حرکت کی ایک مقدار مقرر کر دی ہے اور خون کے داخل و خارج کے
لئے ایک پہلائی اعتمادیں بنادیا۔ پھر ذرہ اپنے بائیں پہلو پر انتہا رکھ کر دیکھئے کہ اس
عمیق و غریب مخفیت کو شست نے کس استغراقِ دمحوت کے ساتھ حقیقتِ اسلامی

کے سامنے سر جھکا دیا ہے کہ ایک الجھ کے لئے بھی اس سے قابل نہیں؛ اور اگر کچھ چشم زدن کے لئے بھی سر اٹھائے تو نظام حیات پر بنی کا کیا حال ہو۔ اس طرح کار خانہ جسم کے ایک ایک پیدا کے تشریح فراپن پر نظر ڈالنے اور وہ بھینتے کہ آپ کے اندر سر سے پاؤں تک جس قدر زندگی ہے اس حقیقتِ اسلامی ہی کے نظام سے ہے۔ انہمیں کا اقسام، الحکام و کالونی کی قوتِ سامنہ مدعے کا فعل اہتمام اور سب سے پڑھ کر ظالم سرانے والے کے عجائب و غرائب۔ سب اسی لئے ہم دے رہے ہیں کہ "مسلم" ہیں اور حقیقتِ اسلامی کی حیویت اولیٰ نے سب کی زبان سے بے اختیار انہیں کار دیتا۔ لیکن آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ کس کے حکم کی سلطنت و حیروت ہے جو اس رہنماء میں ہمارا کو دور ہری ہے۔

وَقَيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا يَتَّصُوَّرُونَ
اور اگر باہر کی طرف سے تمہاری انہمیں بند میں تو یہاں پہنچنے کے اندر بھی
ہمیں بے بھینتے

اور یہی اشارہ ہے جو اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے کہ:-
**سَمَارُّهُمْ أَيَّتَنَا فِي الْأَفَاقِ وَقَيْ أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّعَذَّلُنَّ طَمَّ أَنَّهُمْ
سَمَّمُوا إِثْنَيْنِ عَالِمَ كَمَنَاتَ سَمَّمَ طَافِ اطْرَافَ وَجْهَنَّمَ مِنْ بَعْدِ دَكَنَّى**
اد رہنماء کے اندر بھی یہاں تک کہ ان پر بڑا ہر ٹوپی جائے الجاک دین ایسی جرقوت ہے۔
اور یہی حقیقتِ اسلامی کی وہ اطاعت شعار ہے جس کو سان انہی نے عالم
کامنات کی تسبیح و تقدیس سے قبیر کیا ہے کیونکہ فی الحقیقتِ اس عالم کا ہر دجور اپنے
لبقائے اسلامی کی زبان حال سے اس سبتوخ و قدوس کی عبادات میں مشغول ہے۔

تَسْبِحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ
بِحَمْدِهِ وَلَكُنْ لَا يَقْعُدُهُنَّ يَسْبِحُهُمْ أَنَّهُ كَانَ حَلِيلًا حَمْدُهُ رَبُّهُ
تَعَالَى أَمْ أَهَانَ اور تمام زمینیں اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کے سب اسی عالم
کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں اور کائنات میں کوئی چیز نہیں جو زبان اطاعت سے
اس کی حمد و شنا اور تسبیح و تقدیس نہ کرتی ہو مگر ان کی اس آواز کو نہیں سمجھتے اور اس
یہ غور نہیں کرتے۔

أَوْ يَرْجِعُ وَهُنْدُ وَمِيَقَ عَبُودِيَّتِ هَذَا جَسْ كَا اَقْرَارِ صَبَّتْ اَزْلَ كَمْ بَرْ جَرِيَّةَ دُشْ جَلَّا
بِلَّاٰ سے ریا گیا اور حقیقتِ اسلامی کی حیویت اولیٰ نے سب کی زبان سے بے اختیار انہیں کار دیتا
فَأَفْلَيْخَذْ رَبَّكَ مَنْ بَنَى آدَمَ مِنْ طَهْوٍ وَهِصَّ ذَرْ قَمَتْهُمْ
وَأَسْهَدَ حَصْمَ خَلْقِ الْفَقِيْهَمُ الْمَالِسَتْ بِرَبِّكُمْ قَالَوْلَيْ طَ

اد رہو وہ وقت یاد کرو جیب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے اس کی خدت
(الصبورت تھیں اولیٰ) نکالا اور ان کے مقابلے میں خود انہی سے شہادت دلدادی (اس
طرح کہ ان سے پوچھا: کیا میں امر و ظاہم اور رب الارباب نہیں ہوں؟ سب نے اطاعت کے
سر جھکا دیتے کہ بیشک تو ہی متحی اطاعت ہے اور اسی حقیقتِ اسلامی کے سر جھکانے کا تسبیح
وہ سرپرستی ہے جو انسان کو تمام مخلوق ارضیہ میں حاصل ہے اور جس کی وجہ سے وہ الہ تعالیٰ
کی صفات کا مظہر کا مظہر اور زمین پر اس کا خلیفہ قرار پایا۔ اس نے جب اللہ کے آگے سر جھکانے
محکما دیا تو اللہ نے ان تمام مخلوقوں ارضیہ کو جن کے سراسر کے آگے بھکنے مولے کے حکم
دیا کہ اسی بھکنے والے کے آگے تم بھی جھک جاؤ۔ کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ
وَلَقَدْ كُرِمَتِيْ أَدَمَ وَحَمَلَنَا هُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَا هُمْ مِنَ الْطَّيَّابَاتِ

ابو حمّام نے شرف کرامت عطا فرمایا اسی انسانی کو اور تمام خشکی و تری کی جزوں کو حکم دیا کہ اس کے طبع ہو جائیں اور اس کو اٹھانہ لے، اور اس کے لئے دنیا میں بہترین ایسا پیدا کیں۔ کائنات کی ہر مخلوق نے اس بحث کی تفہیل کی بکیونکہ ان کے سر قوان کے آگے جعلہ ہوئے نہ پیدا کیں۔ امر ایکستی تھی جس نے غرور و تکبر کے ساتھ سرا اٹھایا اور انسان کی اطاعت نہ کر کرچا۔ فاذقال ریخت، لسملا نکہ، اسجد و الا دم شجید و الا اذ ابیش
آئی، و اسیت کلعر و کان من الکافرین ط

اور جب تمہارے پروردگار نے ملائک کو حکم دیا کہ نوع آدم کے آگے اطاعت کر کے سر جھکا دو تو سب جھک گئے مگر ایک ایسی تھا جس نے انکار کیا اور کہ وغور کا سر اٹھایا اور وہ یقیناً کافروں میں سے تھا۔

وکان من الکافرین کیونکہ اسلام کے مفہی جھکنے کے ہیں اور کفر نام ہے کرکشی کا ایسی نے جھکتے ہے انکار کیا، اور کرکشی کا سرا اٹھایا اپس وہ حزور کافروں میں سے تھا۔ یہی ایک شرور طاقت ہے جو تمام سرکشیوں اور ہر طرح کے ظلم و طخیان کا عالم میں مبدل ہے یہی وہ تاریخی کا ہر من ہے جو زیر ذاتی اور وضیعی کے مقابلے میں اپنے میں پیش کرتا ہے، یہی وہ تبریان و ضلالت ہے جو انسان کے پاؤں میں اپنی اطاعت کی زخمیں والی کراس کو اسلامی اطاعت سے باز رکھتا ہے، یہی وہ ابوالکفر ہے جس کی ذمہ انسان کے اندر اور باہر دنلوں میں پھیلی ہوئی ہے اور جو سب چاہتا ہے، انسان کے سمجھنے میں کے اندر ہو گئی اپنی ضلالت کے لئے راہ پیدا کر دیتا ہے اور یہی وہ اسلام کی حقیقت کی اصل خود اور اس کی قوت ہلات کا قدیمی مخفی ہے جس نے اپنے کفر کے پہلے ہی دن کہہ دیا کہ۔

قالَ رَبِّيْكَ هَذَا الَّذِي كَوَّمَتْ عَلَى الْأَنْوَارِ أَخْرَقَنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
لِأَحْدَاثِنَ إِذْرِيْتَهُ الْأَقْلَيْلًا ط

شیطان نے آدم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے جس کو تو نے مجھ پر قوت دی ہے میکن تو مجھ کو روز قیامت تک ہیلت دے تو میں اپنی قوت ضلالت سے اس کی تمام نسل کو تباہ کر دوں البتہ وہ تھوڑے سے لوگ جن پر میرا جادو نہ چلے کامیری حکومت سے باہر رہ جائیں گے۔ میکن خدا نے تعالیٰ نے یہ کہہ کر بھڑک دیا کہ

إِذْ هُبَّ فَمَنْ شَعَّ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءُمْ وَمَوْظُوطٌ
فَأَسْتَغْرِيْزُ مَنْ أَسْتَطَعْتُ مِنْهُمْ بِصَوْتِيْ وَلَجْلَبِ صَلَيْهِمْ بِخَلْلِيْ
وَرَجْلَيْكُ وَشَارِكَهُمْ فِي الْأَمْرَالِ وَالْأَوْلَادِ وَحَدِيدَهُمْ وَصَاعِدُهُمْ

الشیطان الْأَخْبَرُ وَرَا ط

جا! در ہو! جو شخص نسل آدم میں سے تیری متابعت کرے گا اس کے لئے غلام جہنم کی پوری سزا ہو گئی۔ ان میں سے جن جن کو تو اپنی پُرفیب صدائوں سے بہنا سکتا ہے بہکار، ان پر اپنی خونج کے سوار دوں اور پیاروں سے چڑھائی کر دے، ان کی ماں دودلات اور اولاد و فرزند میں شریک ہو کر اپنا ایک حصہ لگائے اور ان سے جتنے جھوٹے دعے کر سکتا ہے کرے۔ شیطان کے دعے نصیحت دھو کے اور فرب سے زیادہ نہیں ہیں، پھر بھی ہے جس کو خواہ تم اپنے سے خارج کجھو یا خود لپھے اور تماش کر دو۔ اس کے حکم ضلالت کے احکام دلوں جگہ جاری ہیں۔ وہ کبھی تمہاری بگوں کے اندر کے خون میں اپنی ذریات کو تار دیتا ہے تاکہ تم پر انہی سے ملے کر کے کبھی باہر سے اگر تمہارے دماغ، خواس پر قابل ہو جاتا ہے تاکہ تم کو اپنے آگے جھکا کر خدا

ہر وہ سخت و شدید ای انہاک اور وہ استقراق دا ستیلا جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور
محبت الہی پر غالب آجائے، اور تم کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جس کی طرف
تمہیں کھینچنا تھا، اس کی طرف سے گردن مژد لو۔ درحقیقت وہی تمہاری پرستش و عبادت
کابت ہے۔ اور تم اس کے بت پرست، اور اصل حقیقت شرک کے ملکر ایسی سبب ہے کہ حقیقت
شسان توجیہ نے فرمایا۔ من شغالِ منِ اللہ فہو ضمیر وَنِ اللہُ فہو مولاک۔
جس چیز نے تم کو اللہ سے اللگ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہی تمہارے لئے بت ہے
اور تم اس کے پوجنے والے ہو، خواہ وہ جنت کی ہوس اور جو شرک کا شوق ہی کیوں نہ ہو
زادہ بصریہ سے جب پوچھا کر۔ مَا أَسْأَلُكُ شَرْكَ حَقِيقَتَ كَيْا ہے؟ تو اس نے
کہا: طلبِ الجنة وَأَعِراضِ حَنْرَتِهَا۔ جنت کی طلب کرنا اور مالک جنت کی
طرف سے غافل ہو جانا۔ ایسی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ہواۓ نفس کو معبد و الٰکے لفظ سے
تعجب کیا ہے؟

أَرَأَيْتَ مِنْ اتَّخَذَ اللَّهَ هَوَاءً ط

آیا تم اس گمراہ کو نہیں دیکھتے جس نے اپنے ہواۓ نفس کو معبد بنایا۔
اوکس قدر پیرے مطلب کو واضح تر کر دیتی ہے؟ سوہنہ یہیں کی وہ آیت جب کہ فرمایا:
الْهَمَّ أَخْهَدُ إِلَيْكُمْ يَا أَيُّنِي أَدْمَانُ لَا تَنْبَدِلُ وَالشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَّإِنْ أَعْبُدُ وَّفِي هَذَا أَصْحَاطٌ مُّسْتَقْبَلٌ ط
کیا ہم نے تم سے اے اولاد ادم اس کا عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پوجا سے باز رہو
کیونکہ وہ تمہارا ایک دشمن ہے۔ اور صرف ہماری ہی عبادات کرو کہی بڑا ہتھ کی راہ ہے؟
یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبادات کے لفظ سے تعجب کیا اور عبادات الہی

کے اگے جھکنے سے باز رکھے۔ وہ کبھی تمہارے مال و م產業 میں، کبھی جنت اہل و عیال میں،
اوہ کبھی عام جمیونات ذمہ غرباتِ دینویہ میں شرک ہو سیا تا ہے۔ اور اسی طرح تمہاری
ہر شے خدا کی جگہ اس کے لئے ہو جاتی ہے، تم چلتے ہو تو اس کے لئے کھاتے ہو تو اس
کے لئے اور پہنچتے ہو تو اس کے لئے۔ حالانکہ حقیقت اسلامی چاہتی ہے کہ تم جو کچھ
کرو خدا کے لئے کرو۔

ہر تاریکی جو روشنی کو چھاننا چاہتی ہے، ہر سماں جو سفیدی کے مقابلے میں
ہے، ہر تمرد درکشی جو اطاعتِ الہی کی صد ہے، اور ہر جو درکشی جو حقیقت اسلامی سے
خالی ہے۔ یقیناً کرو کہ شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت اور ہر راحت جس کا انہاک اس
درجہ میں پہنچ جائے کہ وہ حقیقت اسلامی کی انقیاد پر غالب آجائے، شیطان کی ذریت
میں داخل ہے، پس اس کے وجود کی نسبت کیوں سوچتے ہو کہ وہ کیا ہے، اور کہاں ہے۔
اس کو دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھ کر کیا ہے۔ مجھ نے کہا کہ تو کرو آقاوں کو خوش
ہمیں کر سکتا۔ اور قرآن کریم کہتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قُلُوبِنَ فِي جَوْفِهِ ط

اللہ نے کسی انسان کے پسلوں میں دو دل نہیں رکھے بلکہ دل ایک ہی ہے۔

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکھتوں پر نہیں جھک سکتے اور دنیا میں دل ہی
ایک ایسا جو ہر ہے جس کی تقیم نہیں ہو سکتی، یادوہ قوت شیطانی کا مطیع و منقاد ہو گا،
یادوہ قوت رحمانی کا، یادوہ شیطان کا عبادت لذار ہو گا یا خدا نے رحمان کا۔ اور عبادات
و پرستش سے مقصود یہی نہیں ہے کہ پھر کا ایک بت اترالش کیا اس کے اگے سر بجھو
ہو، یہ تو وہ ادنی شرک ہے جس سے قریش مکہ کا خیال بھی بلند تھا۔ بلکہ ہر وہ انقیاد

کے اس عہد و میثاق کو یاد دلتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب تمام بھی آدم سے لیا جا رکھا ہے پس حقیقتِ اسلامی یہ چاہتی ہے کہ انسان قوتِ شیطانی سے باغی ہو کر صرف خدا نے تعالیٰ کا ہموجا تے اور اس کے آگے سر انتیاد جھکا کر اپنے "میثاق" ملی کی تجوید کرے تاکہ اللہ کا بندہ ہو، اور اللہ کا بندہ وہی ہے جو شیطان کا نہیں ہے۔

اُن حبادی لیس ناش عملیت مفہوم سلطان کی کفایت بر تیک و کیلا؟
خدا نے تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ جو میرے بندے ہیں۔ ان پر تیری حکومت نہیں چلتی کی اور خدا اپنے بندوں کی کارسازی کے لئے بس کرتا ہے۔

یہاں ان بزرگان مخلصین کو جو شیطان کے اشیاء مبتلا سے محفوظ ہیں۔ خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ ان حبادی "بھولوگ میرے بندے ہیں، حالانکہ وہون ہے جو اس کا نہ ہے نہیں ہے مگر مقصود یہ کہا کہ میرے بندے تو دری ہیں جو صرف میرے لئے ہیں، لیکن جنہوں نے میرے آگے سر کو جھکا کر چھرا پنے بھر کو دسری چوکھوں پر بھی جھکا دیا ہے۔ تو دراصل انہوں نے بذریگی کا رشتہ کاٹ دیا گو وہ میرے تھے لیکن اب میرے باقی نہیں رہے کیونکہ انہوں نے تو چوچھت کو شوکت غیر سے محفوظ نہیں رکھا۔ افسوس کہ یہ موقع اس بیان کی تشریح و تفصیل کا متفقہ نہیں اور مطلب اصل منتظر جو ہے؟ پس لفظ اسلام کے معنی کسی چیز کے حوالہ کر دیتا اور گرد وینے کے میں اور ہری حقیقت دین اسلام کی ہے۔ کہ انسان اسی رب الارباب کے آگے اپنی گرد وینے کے میں اور اور اس الفقار اور افیاء حقیقی کے ساتھ گویا اس نے اپنی گرد وینے کے پردازی اور کوئی حق و ملکیت اور مطالبة اس کا باقی نہیں رہا۔ اب دو اپنی کسی شے کا خواہ وہ اس کے اندر ہو یا باہر مالک نہیں رہا بلکہ ہر شے اس قدر الہیہ کی ہو گئی جس کا نام "اسلام" ہے۔

انسان کے اندر انسان کے باہر بینکروں مطالبات ہیں جو اس کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، اس کے اندر سب سے بڑے مظہر ابین "یعنی نفس کی قوت قاہرہ کا دست طلب بڑھا ہوا ہے، اور وہ ہر دم اور ہر لمحہ اس کی ہر شے کو اس سے مانگ رہا ہے تاکہ اس کو خدا کی جگہ اپنا لے۔ باہر دل کیتا ہے تو تمبو بات دینوی اور مالک حیات کے دام قدم قدم پر کچھ ہوئے ہیں اور جس طرف جاتا ہے اس سے اس کا قلب و دماغ مالکا جاتا ہے تاکہ اسے خدا سے چھین لیں۔ جذبات اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ اقدامات کی قوتوں نے اس کے دماغ کا محاصرہ کر دیا ہے اور آزمائشوں اور امتحانوں کی کثرت سے اس کا ضمیر اور دل ایک دائمی شکست سے بھور رہے، اپل و عیال عزت و بیان مال دو دو ل کے قاطر مُقتصرہ اور وہ تمام حیزیں بن کو فرقہ نیزت حیات سے تعمیر کر رہا ہے اس کے کمزور دل کے لئے اپنے اندر ایک ایسا پرکشش سوال رکھتی ہیں جس کو رد کرنا اس کے لئے سب سے بڑی آزمائش ہو جاتا ہے۔

رَبِّنَا إِنَّا نَسْأَلُ حَبَّ الشَّهْوَاتِ مِنَ التَّسَاءُ وَالْبَيْنِ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقْنَطِرَةِ
مِنَ الدَّهْبِ وَالْفِضَّةِ وَالْأَخْيَارِ الْمَسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرَاثِ ط
انسان کی حالت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کے لئے دنیا کی ہر موجود چیز میں
پلچیال، سونے چاندی کے ڈھیر بھرہ گھوڑے، میویشی اور کھیٹ کاری کا میں بڑی وابستگی ہے۔
پس انقیاد اسلامی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی جنس دل دجان کے بہت سے خپل
نہ بنائے بلکہ ایک اسی خریدار سے معاملہ کرے، وہ ان مانگنے والوں سے جن کے ہاتھ
اس کی طرف بڑھتے ہوئے ہیں، اپنے میشیں بچائے اور اس ایک ہاتھ کو دیکھنے جو یاد ہے
اس کی طرح طرح کی بے دفاتیوں کے، پھر بھی دفاتی نجت کے ساتھ اس کی طرف

اب اس قدر تو طیہ و تمہیر کے بعد قرآن کریم کی طرف رجوع کرو کر دہ اس حقیقت اسلامی کو بار بار دوہرتا ہے یا نہیں؟ اول تو خود فقط اسلام ہی، اس حقیقت کے وضو حکم کے لئے کافی ہے۔ میکن اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کہہ جکا ہوں اس سے زیادہ کہنے کے لئے ابھی باتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اسلام کا لفظ آیا ہے، غور کیجئے تو اس حقیقت کے سوا اور کوئی معنی ثابت نہ ہوں گے۔

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقِيلَ أَتَهُمْ سَلَّطَتْ بِالْعَفْوِ الْوَيْلُ
اور جس نے اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دیا اپنی گردن اللہ کے حوالے کر دی، اور اعمال حسنة انجام دیتے تو پس دین الہی کی مضبوط رسمی اس کے ہاتھ آگئی۔
ایک دوسری جگہ فرمایا ہے:-

وَمَنْ أَحْسَنَ دِيَنًا مِّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ إِلَهٍ وَهُوَ مُحْسِنٌ ط
اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے لئے اپنا سر جھکا دیا یا اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اور اعمال حسنة انجام دیتے۔

سورہ آل عمران کی ایک آیت میں جو اسلام کی حقیقت کی تفضیل و تشریح کئے گئے ایک جامع ترین آیت ہے۔ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔
إِنَّ الَّذِينَ حَنَدُ اللَّهَ إِلَاسْلَامَ ط

دین اللہ کے یہاں صرف ایک اسی ہے اور وہ اسلام ہے۔ پھر اس کے بعد کہا۔
وَإِنْ كَانَ حَجَرُوا عَقْلَ أَسْكَمَتْ وَجْهَهُ إِلَهٍ وَمَنْ أَشْبَعَنْ وَقْلَانْ
لِلَّذِينَ أَرْتَوْا الْكِتَبَ وَالْأَمْيَانَ عَاسْلَمُ لَهُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقِيلَ أَخْلَدُوا
وَإِنْ تُؤْلَوْا فَإِنَّمَا خَلَدُوا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرًا بِالصِّبَابِ ط

بڑھا ہوا ہے اور گواس نے اپنے متاع دل دجان کو کسانی نافض اور خراب کر دیا ہو۔
لیکن بہتر سے، بہتر قیمت دے کر خریدنے کے لئے موجود ہے۔ اور صراحت مخت مخت
تَقْرِيبُ إِلَيْ شَبَرِ الْقَوْمِ إِلَيْهِ ذَرَاعَاهُ سَهْرَانْ دِهْرَلِه، عَنْقُهُ لَوْا إِلَيْهِ طَلِبَ شَقَّا
بَهْ جَوَاهَتْنِيْ چِيَانْ شِكْنِيَانْ کرَكَے۔ لیکن وہ اپنا وعدہ محبت آخر کس نہیں تو ہر کہ یا باشی
اَدْهَمَ لَوْكَانْ ذَنْبَكَ حَنَانْ الشَّمَاءُ شَهَادَةً اَسْتَغْفِرَهُ لَغَفَرَتْ لَهُشَّ۔ اور جس کی
ذاتی محبت کا یہ حال ہے کہ خواہ تم مٹرا سے کسانی روٹھا ہوا کھو لیکن الگ نماجت
واضطرار کا ایک انسو بھی سفارش کے لئے ساختے جاؤ تو وہ پھر بھی شفے کے
لئے تیار ہے۔ اور جس کے دروازے سے خواہ کتنا ہی بھاگو لیکن پھر بھی اگر شوق کا
ایک قدم بڑھا تو وہ قدم بڑھ کر سمجھیں یعنی کے لئے منتظر ہے۔

عاشقان بُرْ حِنْدِ مشتاقِ جِسَالِ دِلْ رَانِزِ

دل ران بُر عاشقان از عاشقان عاشرِ تِرَانِزِ
جس کا دوڑا نہ قبولیت بھی بن دنہیں، اور جس کے یہاں مالوسی سے بڑھ کر اور کوئی جرم نہیں
قُلْ يَا عِبَادَتِي الَّذِينَ أَسْتَوْ فَوَاحِلَى الْقَسْبَهُمْ لَا نَفْعَلُهُمْ وَمَنْ رَحْمَتْ
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الْذَّنْبَوْبَ حَمِيمَعَايَنَهُ هُوَ الْعَفْوُ الدَّرَحِيْمَ ط
اسے وہ میرے بندوں کا کہ گناہوں میں ڈوب کر تم نے اپنے غیوس کا پر رخت
زیاد کی ہیں، خواہ تم کیسے ہی غرق مھبیت ہو، مگر بھر بھی اس محبت فرمائی رحمت
سے نا امید نہ ہو، یقیناً وہ بتہا رہے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ بیشک دہی دگر نہ
کرنے والا ہے، اور اس کی بخشش رحم عام ہے۔

بَاكِنَهُ كَارَانْ بُكُونْ تَانِسِنْ دَازِنْ دَولِ
مَنْ وَفْلَتَ دَوْرَتَ رَادَرَبَ وَفَانِي يَا فَنِ

جب کفار کے آگے ذکر الہی کرد تو وہ پچھے کی طرف منہ موڑ کر نفرت کنار پل دیتے ہیں۔
چونکہ اسلام کی حقیقت اللہ کے آگے سر جھکا دینا اور اپنی گردن پس رکر دینا ہے۔
اس لئے اس سے اکار کو ہر جگہ توں اور اعرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔
کَذَّالِكَ يَتَّقُّمُ نَعْمَلُهُمْ حَلِيْكُمْ لَعْلَهُمْ تَسْلُوْنَ فَإِنْ تَوْلُوْنَا ثُمَّا
حَلِيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبَيْنُ ط

اور اسی طرح اشتراپی لفظیں تم پر پواسی کرتا ہے تاکہ تم اس کے آگے جھکو۔ اور اسے پھر
اگر بادھو داس کے بھی لوگ گردن نہ جھکا میں تو تمہارا فرض تو صرف حکم الہی پہنچا دیتا ہے۔
پس یہی وہ اصل اسلامی ہے جس کو قرآن جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتا ہے اور یہی
اسلام کی جگہ جہاد اور کبھی بہزاد کی جگہ اسلام کبھی سلم کی جگہ مجاہد اور کبھی مجاہد کی جگہ
سلم بوتا ہے۔ اس لئے کہ حقیقت جہاد اپنے سب کچھ اس کے لئے قربان کر دینا ہے۔
ہر وہ کو شش اور سی جو اس کی خاطر بود وہ جہاد ہے۔ خواہ اشار جان کی سی بلو
یا قرمافی مال ناولاد کی جدد و جدید اور یہی حقیقت اسلام ہے کہ اپنا سب کچھ اس کے
پس رکر دینا۔ پس جہاد اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دھانم میں اور ایک ہی معنی کے
ستے دو مراد فالفاظ ہیں۔ اور اسلام کے معنی جہاد ہیں۔ اور جہاد کے اسلام پس کوہ
رسی سلم ہوئیں سکتی جب تک کہ جہا پڑتے ہو، اور کوئی جا پہنچوئیں سکتا۔ جب تک مسلم
نہ ہو اسلام کی لذت اس بدجنت کے لئے حرام ہے جس کا ذوق ایمانی لذت جہاد
سے محروم ہو، اور زمین پر گواں نے اپنا نام سلم رکھا ہو لیکن اس کو کہہ دو کہ
آسمانی میں اس کاشما کفر کے زمرے میں ہے، آج جب ایک دنیا نفط صہزاد کی
مشتمل سے کاپ پڑی ہے، جب کہ عالم مسیحی کی نظریوں میں یہ نفط ایک عفریت ہے۔

اگر منکر ہیں اس بارے میں تم سے جھٹ کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے
پیروؤں نے تو صرف اللہ ہی کے آگے اپنا سر جھکا دیا ہے۔ اور پھر پھر دو نصائر نے
اونٹ منکر کیں عرب سے پوچھو کر بھی اس کے آگے جھک کیا ہیں؟ سو اگر وہ جھک گئے
یعنی مسلم ہو گئے تو بس انہوں نے ہدایت مانی اونٹ اگر انہوں نے گردیں موڑ لیں تو
وہ جائیں اور ان کا کام جانتے۔ مہماں افرض تو حکم الہی پہنچا دیتا ہے۔ اور اللہ اپنے
بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے۔

وَأَمْرُتُ أَنْ أَسْلِحَ بِرَبِّ الْعَالَمِيَّاتِ ط

اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر طرف سے منہ پھر کر اس کے آگے جھک جاؤ
جو تمام جہاںوں کا پروردگار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ اسلام کے ساتھ منکر ہیں اسلام کے لئے
”ولی“ اور ”اعرض“ کا لفظ اصطلاح کیا گیا ہے۔ ولی عن الشی کے معنی لفت میں
”اعرض“ کے ہیں اونٹ تو فی عنہ اور اعرض عنہ ہر جگہ پاڑے گے۔ یعنی کسی حزیر کی
طرف سے منہ موڑ لینا اور گردن پھر لینا اور اذاتی خلیلہم حمد آیاتا تو میں مسلکتو
کان لَمَّا يَسْمَعُهَا اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں
تو غرور سے الٹا ہو اگر دن پھر کر چل دیتا ہے۔

اسی طرح اونٹ کی مقلعت میں فرمایا۔

فَإِنْ تَوْلُوْنَ فَقُلْ حَسْبُنِي اللَّهُ ط

اگر وہ تیری طرف سے گردن کھصر لیں تو کہہ دے کہ مجھ کو خدا میں کرتا ہے۔
ولو اسکی ادبار پھر نقوٹا ط

یا ایک حریت بے امان بے، جب کہ اسلام کے دریان حمایت لفظ صدری سے کوشش کر رہے ہیں، کہ کفر کی رضا کے لئے اسلام کو مجبور کریں کہ اس لفظ کو لفٹ سے نکال دئے جبکہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے دریان ایک راضی نام لکھ دیا کہ اسلام لفظ جاد کو بھلا دیتا ہے کفر اپنے تو خش کو بھول جائے اور جب کہ اج علی کے محدثین مسلمان اور مفسدین کا ایک مجزب الشیطان تب پیش ہے کہ اس پلے تو فیروز سے درجہ تقریب عبودیت حاصل کرنے کے تحریف اُنکجم سخن صواب ضعیہ کے بعد سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے تو پھر کیا ہے کہ میں نہ صرف "جہاد" کو ایک رکن اسلامی، ایک فرض دینی، ایک حکم شریعت بتلاتا ہوں بلکہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے دلوں لازم و لذتوم ہیں، اسلام سے اگر "جہاد" کو الگ کر دیا جائے تو وہ ایک لفظ ہوگا جس میں صفائی ہے۔ ایک اسم ہوگا، جس کا معنی نہیں ہے، ایک قشر محسن ہوگا جس سے مقرر نکال لیا گیا ہے۔ پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین متفرقین کو غارت کرنا چاہتا ہوں، جو انہوں نے تطبیق میں التوحید والشیعیت یا اسلام اور سمعت کے اندر اتحاد کے لئے انجام دی ہیں؟ وہ اصلاح جبید کی شاندار عمارتیں جو منزہی ہنزیب دشائستگی کی ارض مقدس پر کھڑی گئی ہیں کیا دعوت جہاد سے کر جزو دیوبین کو بلا تاہوں کہ اپنے گھوڑے کے سموں سے انہیں پامال کر دیں اور کھر کیا چاہتا ہوں کہ اسلام کی نذرگی کا افق جو حرارت حیات کی گرد سے پاک کر دیا گیا تھا مجید ہیں کی اڑائی ہوئی خاک سے پھر غبار الود ہو جائے۔

ہاں! اسے غارت گریں حقیقت اسلامی، اسے دردان متابع ایمانی، اور اسے

مقدیں ملت و دینیان اصلاح ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں "میری آنکھیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہیں" میرا دل ایسے ہی دقت کے لئے بے قرار ہے، خدا نے ابراہیم و محمد علیہما السلام کی شریعت ایسا ہی چاہتی ہے۔ قرآن کریم اس کو حقیقتِ اسلامی کہتا ہے، وہ اس اسوہ حسنہ کی طرف سے اپنے پیروؤں کو بلاتا ہے اسلام کا اعتقاد اس کے لئے ہے اس کی تمام عبادات اس کے لئے ہیں، اس کے تمام جسم اعامی کی روح میں یہی شہر ہے، اور یہی چیز ہے جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہتا اور عیلاً ضمیحی کو یوم جشن و مسرت بنتا ہے۔

وہی جگہ اسے ملے جو پہلے ہونے کی حق دار ہے وہ پہلے رہے جس کو آخری جگہ
ملنی چاہئے۔ وہ آخری جگہ جائے عید اجتماع و اسلام سے مقصود وہ حالت ہے
جب مختلف کارکن قوتوں کسی ایک مقام کسی ایک مرکز، ایک سلسلے، ایک وجود،
ایک طاقت اور ایک فرد واحد میں اپنی قدرتی اور مناسب ترتیب کے ساتھ اکٹھی ہو
جاتی ہیں اور تمام مواد قوی اعمال و افراد پر ایک اجتماعی والضماعی دفعہ طاری ہو جاتا
ہے، بحث کے کہ ہر قوت اکٹھی، ہر سہدگر جڑا اور ملاموا ہے، ہر چیز بندھی اور سہی ہوئی
ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متعدد مقلوب ہو جاتا ہے کبی چیز کسی
گوشے، کسی عمل میں یخچلی نظر نہیں آتی مددانی، انتشار اور الگ الگ جزو جزو فرد فرد کو کہ
رہتے والی حالت نہیں ہوتی، مادہ میں جب یہ اجتماع والضماع پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے
تحلیق و تکوین اور دجوہتی کے تمام مرتب ٹھوڑے میں آتے ہیں، اسی کو قرآن حکیم نے انی
اصطلاح میں مرتبہ تحلیق و تسویہ سے سمجھی قیمت کیا یہے الذی خلق فضوی پس زندگی
اور وجود نہیں ہے مگر اجتماع و اسلام اور یوت و فنا نہیں ہے مگر اس کی صفتی یہی
حالت جب افعال و اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اخلاق کی زبان میں اس کو خیر اور
شریعت کی زبان میں علی صالح اور حنات کہتے ہیں، جب جسم انسانی پر طاری ہوتی ہے
لطف کی اصطلاح میں تندستی سے تعبیر کی جاتی ہے اور حکیم کہتا ہے کہ یہ نہ فوجی ہے
اوہ کچھ بھی حالت ہے کہ جب قومی دجماعی زندگی کی قوتوں اور مخلوقوں پر طاری کی
ہوتی ہے تو اس کا نام حیات قوی دجماعی ہوتا ہے اور اس کا ٹھوڑر قومی اقبال ترقی
اور نفوذ و حکومت کی شکل میں دنیا دیکھتی ہے۔ الفاظ بہت سے ہیں معنی ایک ہے
منظار گو مختلف، ہیں مگر اس حکیم یگانہ واحد کی ذات کی طرح اس کا قانون حیات

وحدت اجتماعیہ

اس مقام کی مزید وضاحت کے لئے بہتر ہو گا کہ دو خاص اصطلاحی
لفظوں کے معنی پر آپ پہلے غور کریں، ایک اجتماع اور املاک ہے دوسری
اشتارت اور اشتارتہ صرف امت اسلامیہ بلکہ تمام اقوام عالم کی موت و جیات،
ترقی و سعادت و شفاقت کے جو اصولی اسباب و مرتب، قرآن حکیم نے بیان کئے
ہیں، ان کی سب سے زیادہ اہم حقیقت اپنی الفاظ میں پوشیدہ ہے۔

اجماعی کے معنی ہیں ضمما الشیع بسقوری بعض من بعض، مفردات
امام راغب ۲۹) یعنی مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہو جانا اور اسلام سے ہے
اس کے معنی ہیں ماحجم من اجتنب مختلفۃ درتب ترتیباً قلماً فیہ ماءۃ
آن یقلاً مُؤنَّخَر فیه ماءۃ، ان یو خ صرف مفردات ۳۰) یعنی مختلف چیزوں
کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھ اکٹھا ہو جانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہونا چاہئے،

وجوہ بھی اس کائنات سرستی میں ایک ہی ہے۔ ولائِ عَمَّ صَاقِيلَ
اس حالت کی خداشت و انتشار ہے، اشتات، شدت سے ہے جس کے
معنی لفظ میں تفرقی اور الگ الگ ہو جانے کے ہیں۔ یقائق شدت حکیم شاوشنا
وَجْهُواً اشْتَانَا اے متفرقی نظام (مفردات ۲۵۶) قرآن حکیم میں ہے۔ یومِ دُنیا تصدُّر
النَّاسُ اُشَانَا اور مِنْ نَبَاتٍ شَشِيٌّ اور قَلْوَبِهِمْ شَشِيٌّ ای مختلِفة انتشار فشری ہے
اس کے معنی بھی الگ الگ ہو جانے کے ہیں۔ یعنی تفرقی کے سورہ جمعہ میں ہے۔
فَإِذَا لَعَضَتِ الصَّلُوةَ فَانْتَشِرُوا بَيْنَ تَفْوِقَوْا۔

اشتات و انتشار سے مقصود وہ حالت ہے جب اجتماع و اسلاف کی جگہ الگ الگ
ہو جائے۔ متفرقی اور پرگزندہ ہونے اور باہم درگزی دیگر بھی کی حالت پیدا ہو جائے۔
یہ حالت جب مادہ پر طاری ہوتی ہے تو تکوین کی جگہ فساد اور وجود کی جگہ عدم و فنا کا
اس پر اطلاق ہوتا ہے جسم پر طاری ہونی ہے تو اس کا نام پھیلے سیاری اور پھرموت ہے،
اماں پر طاری ہوتی ہے تو اس کو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں علی سو اور عصیان سے
تعیر کرتا ہے۔ اور پھر ہی چیز ہے کہ جب قوموں کو انستوں کی اجتماعی زندگی پر طاری
ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ اقبال کی جگہ ادب و معرفت کی جگہ تسلیم کی جگہ تزلیخ
عزمت کی جگہ ذات حکومت کی جگہ حکومی اور بالآخر زندگی جگہ موت اس پر چاہ کی ہے
یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جایجا اجتماع و اسلاف کو قومی زندگی کی سب سے بڑی
بنیاد اور اس لئے انسان کے لئے اللہ کی جانب سے رب سے بڑی رحمت و نعمت قرار
دیا ہے اور اس کو انصاص بھیل اللہ اور اسی طرح کی تعیرات غیظہ سے موسوم کیا ہے،
مسلمان کے اولین مادہ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کرنے کے اور پھر تمام عرب و عجم سفر ہاں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَجَلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرُقُوْا وَادْكُرُوْا النِّعَمَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
لَوْلَعْدَةً اَسْهَدَ اَغْرِيَفَالَّفَ بَيْنَ قَلْوَبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ مِنْهُمْ اَخْوَانَاط
سب سے مل جل کر اور پوری طرح اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی مضبوط پڑ لاد سب کے ہاتھ
اسی ایک جمل اللہ سے والبستہ ہوں، اللہ کا یہ احسان یاد کرو کہ کسی عظیم الشان نعمت ہے
جس سے سرفراز نکلتے گئے۔
تمہارا یہ حال تھا کہ بالکل بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے
تم سب کو بہم ملادی الحدا کٹھا کر دیا پسہ ایک دوسرے کے دشمن تھے تواب بھائی بھائی ہو گھوڑو
اس کے لئے فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بغاو قیام نہیں ہو سکتا۔ وہ بلا کی لیک
اگلے ہے جس کے دلکھتے ہوئے شعلوں کے اوپر کھبی قومی زندگی انشوونا نہیں مانسکتی۔
وَكَنْتُمْ عَلَى شَفَاعَ حَفْرٍ قِيمَتِ النَّارِ فَانْقَلَدْ لَكُمْ مِنْهَا لَذَّالِكَ بَيْنَ
اللَّهِ لَكُمْ آيَاتٌ لَعَلَّكُمْ تَهَتَّدُونَ ط
اور تمہارا حال یہ تھا کہ اگلے کے دلکھتے ہوئے گھوڑے کے کھڑے کھڑے تھے پر لڑ
نے تھیں بچالیا۔ اللہ اپنے فضل و رحمت کی لشانیاں اس طرح کھوڑتے تھے کہ کامیابی کی لیے بڑا
یہ بھی جایجا بلادیا کہ قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و اسلاف کی صلح و عیقی زندگی
پیدا کر دینا بعض انسانی تدبیر سے ممکن نہیں، دنیا میں کوئی انسانی تدبیر امت نہیں پیدا
کر سکتی، یہ کام صرف اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اس کی دھی و تزییل کا ہے کہ بکھر جو
بکھر دوں کو جوڑ کر ایک بنادے۔
لَوْ اَنْفَقْتُ مَا بِيَ الْأَرْضِ جَنِيْعَمَا اَلْفَتَ بَيْنَ قَلْوَبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
اَلْفَ بَيْنَهُمْ اَلَّهُ خَرِيْزِيْ حَكِيمٌ ط

اگر تم زمین کا سارخ زندگی خرچ کر دلتے جب بھی ان بکھرے ہوئے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتھ جوڑنیں سکتے تھے۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے جس نے مفرق دلوں کو اکٹھا کر دیا اور اسی لئے قرآن حکیم ٹھہر شریعت و ترول وحی کا پہلا نسبیتیہ قرار دیتا ہے کہ اجتماع و اسلاف پیار ہو اور بار بار کہتا ہے کہ نفرۃ و انتصار شریعت وحی کے ساتھ جمیع ہنسیں ہو سکتے۔ اور اسی سے یہ نسبیتیہ شریعت ہے۔

فَمَا خَلَقُواْ أَحَدٌ هُمُ الْعَلِمُ رَوَانِيَّا هُمُ الْبَيِّنَاتُ مِنَ الْأَمْرِ
فَمَا خَلَقُواْ إِلَامٌ بَعْدِ مَلْحَاظَةِ هُمُ الْعَلِمُ بَعْدَ آبَيْتَهُمْ وَلَا تَكُونُوا
كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ مِنْ أَجْلِمَا مَاجَاهَةِ هُمُ الْبَيِّنَاتُ ط

اور اس بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو "جاہلیتہ اور حیات جبلی" سے تبیہ کیا ہے۔ جیسا کہ آگے بالتفصیل آگئے گا۔

مِنْ فَارِقِ الْجَمَاعَةِ فَمَنَّا مِنْتَةُ الْجَاهِلِيَّةِ وَخَلَقَ ذَلِكَ اُوْرَاسِ
بنا پر مکہرت و احادیث و آثار موجود ہیں جن میں بہترین شدت کے ساتھ مسلمان کو ہر جاں میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا۔ اگرچہ امیر غیر مسحوق ہو تو
نائل ہو، فاسق مونظالم ہو کوئی ہو، بشرطیکہ مسلمان ہو اور نماز فاضم رکھے
عَآفَاقُوا الصَّلَاةَ اور ساتھی بتلا دیا کہ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی کی
بلہ اضیاء کی تو اس نے اپنے تیسیں شیطان کے حوالے کر دیا یعنی گمراہی اور ٹھوکر
اس کے لئے ضروری ہے۔ زنجیر کا توزنا مشکل ہوتا ہے لیکن کوئی کڑی زنجیر سے
الگ ہو گئی تو ایک چھوٹے سے حلقة کا حکم رکھنی ہے جس کو انگوٹھے سے مسلسل دیا

جانا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبوں میں بار بار اخفتر صلم سے روایت کرتے۔

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَدَنِ وَهُوَ مِنَ الْأَشَائِنِ
الاَحَدِ دوسری آیت میں ہے فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ لِيُنْجِي جماعت سے
الگ نہ ہو، ہمیشہ جماعت بن کر ہو کیونکہ جب کوئی تنہما اور الگ ہو تو شیطان
اس کا ساتھی ہو گیا۔ دو انسان بھی مل کر رہیں تو شیطان ان سے دور ہے۔ یعنی
اتحاد اور جماعتی قوت، ان میں پیدا ہو گئی۔ اب وہ راہ حق سے نہیں بٹک سکتے۔

یہ القاطع مشہور خطبة جابہیہ کے ہیں، جو عبد اللہ بن دینار، عامر بن سعد، سیمان
بن یسار وغیرہم سے مردی ہے اور یہ حقیقی نے امام شافعی کے طریق سے نقل
کیا کہ انہوں نے اجماع کے اثبات اسی روایت سے استدلال کیا۔ اسی طرح حدیث
متواتر بالمعنى

عَلَيْكُمْ بِالشَّعَارِ الْأَعْظَمِ اور فَاقِهٖ مَنْ شَدَّ شُدُّّ فِي النَّارِ اور يَدِ اللَّهِ
خلی الْجَمَاعَةِ اور لَا يَجْمِعَ اللَّهُ أَمْتَنِي، خلی الصَّنَالَةِ او كِبَالِ او خطبہ
حضرت امیر کہ دایکم عالفرقہ فات الشیار من الناس للشیطان کا اٹ
الشاذ من الغشم للذنب۔ الامن دعا ای تھا کہ اس شعاع فاقٹوہ ولو کان
نَحْتَ عَلَامَتِي هَذَا۔ وَغَيْرَ ذَلِكَ۔ اس بارے میں معلوم مشہور ہیں، آخری
قول دیگر روایت میں بطریق مرفاع نجی منقول ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ ہمیشہ
جماعت کے ساتھ مل کر ہو، جو جماعت سے الگ ہوا اس کا ٹھکانہ دفنخ ہے
افراد تباہ ہو سکتے ہیں مگر ایک صالح جماعت تباہ نہیں ہو سکتی ماں پر اللہ کا
ہاتھ ہے، اللہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گا کہ پوری جماعت مگر ابھی پرجمع ہو جائے۔

اسی طرح نماز کی جماعت کی نسبت ہر حال میں التزام پر زور دینا اور اگرچہ امام نا اہل ہو تو یکو سبھی قیام اہل کے ساتھ التزام جماعت کو بھی جاری رکھنا جنہی کے صلوٰا خلاف گلیں بروق فاجر تو اس میں بھی سبھی حقیقت مظہر ہے کہ نذرگ جماعتی زندگی ہے انفراد و فرقہ ہر حال میں برپا دی ویلا کت ہے بس جماعت سے کسی حال میں باہر نہ ہونا چاہیتے اور سب ہے کہ سورہ فاتحہ میں جو قویٰ دعا مسلمانوں کو سکھلانی گئی۔ اس میں مسلکم واحد نہیں بلکہ جمیع عالاں کہ وہ دعا فردا فردا ہر مومن کی زبان سے نکلتے والی تھی۔ اصل نالصراط المستقیم فرمایا۔ اہلیتی سہیں کہا گیا۔ یہ اس لئے ہے کہ قرآن کے تزویک فرد کی رسمی کوئی شیخی نہیں ہرستی صرف اجماع اور جماعت کی ہے، اور فرد کا وجود اور اعمال بھی صرف اسی لئے ہیں تاکہ ان کے اجتماع خاپیدا ہو اس لئے اس۔

واحد کا اور اسی لئے مسلمانوں کی بہی طاقت کے وقت جو استیا دعا سکھائی گئی ہے جمع آنی ہے اگرچہ مخاطب واحد ہو لیعنی السلام علیک، السلام علیک نہیں قواردیا گیا۔ عالم اس کی وجہ ہے زور جو لوگوں نے بھی ہے اعلیٰ بنابر احکام و اعمال شریعت کے ہرگز وشی اور ہر شاخ میں بھی اجتماعی و ایمانی حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتی ہے، نماز کی جماعت خمسہ اور جمہ و عینیں کا حال ظاہر ہے، جو پھر اجتماع کے اور کچھ نہیں۔ زکوٰۃ کی بنیاد میں اجتماعی نذرگی کا قیام اور ہر فرد کے مال و افرادتہ میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ علاوہ بھرپیں اس کی ادائیگی کا نظام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا گیا۔ بلکہ جماعتی حیثیت سے ہر فرد کو اپنی زکوٰۃ خرچ کر دینے کا اختیار نہیں دیا گیا، جیسا کہ بدترین سے

نوجہ مسلمان کر دیتے ہیں، اور جو صریح غیر شرعی طریقہ ہے بلکہ مصارف ترکوٰۃ کی قسم کا خلیفہ وقت کے پرداز کر دے۔ پس اس کے خرچ کی بھی اصل صورت جماعت ہے ذکر انفرادی۔ یہ امام کا کام ہے کہ اس کا مصرف تجویز کرے۔ اور مصارف منفڑوں میں سے جو مصرف زیادہ ضروری ہو اس کا ترجیح دے ہندوستان میں اگر امام کا دجود نہ تھا تو جس طرح جمہ و عیدین وغیرہ کا انتظام اس عندر کی بنا پر کیا گیا تو کوئی بھی کیا جانا اور کچھ یہ حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے جب ان تمام مشہور احادیث پر غور کیا جاتے جن میں مسلمانوں کی متحدة قومیت کی تصویر کھہنے گئی ہے۔

مُثُلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَارِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ تَتَشَبَّهُ الْجَمِيلُ الْوَاحِدُ إِذَا أَشْتَكَ
مُثُلُهُ عَصْبُوٰ تَدَّا جَلِيلٌ تَسَاءلُهُ الْجَبَسِيدُ بِالشَّهْرِ وَالْحَمْرِ (صحیح اسلام المسنون
لِلْمُسْلِمِ كَالْبَنِيَّاتِ يَشَدُّ بِعَضْمِهِ بِعَضْمِهِ) بخاری یعنی مسلمانوں کی قومیت ایسی ہے جیسے ایک جند یعنی جسم اور اس کے مختلف اعضا یا ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اس کی بے چیزی اور تکلیف میں اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اس کے اندر و رداٹھ رہا ہو اور ان کی مثال دیوار کی ہے ہر ایٹ دوسری ایٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے۔ پھر تشبیک اصلاح کر کے اس کی تقویر تبلادی یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھ کر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متعلق ہے۔ سوانح نام اصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفق ایٹوں کا نام نہیں ہے دیوار کا نام ہے۔

ہوئے قانون تنزیل اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور گوشتہ وجود عمل پر طاری ہوئی اور ایک بہرا بیرس پر تین صد یاں لگڑی ٹکلی ہیں کہ بہرا بیر طاری ہو رہی ہے اور بڑھتی جاتی ہے۔ لوگ اسی پر تنزیل امرت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علیم تھہراتے کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ قرآن و سنت اور عقليات مدد اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ قرآن و سنت اور عقليات مدد کے تردید کرنے کے تمام فسادات و شائع صرف اسی ایک چیز کا نتیجہ ہیں، اس ایک حققت کو کتنے ہی مختلف ناموں سے پکار لو۔ مگر اصلی علت اس کے سوار کوئی نہیں۔ قولوں کے اشارہ کا دور ساری چیزوں پر طاری ہوا۔ لیکن یہاں صرف ایک پہلو واضح کرنا مقصود ہے۔ انھرست صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اسلامی طاقت کی اصلی شخصیت تھی۔

آپ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو صرف ایک ہی داعی شریعت یا عالم فتح کی بلکہ غالی نہیں ہوئی بلکہ ان ساری قولوں سارے منصبیں حماری حیثیتوں اور ہر طرح کے نظری و علمی اختیارات و قویٰ کی جو آپ کی شخصیت مقدمہ میں اکٹھی تھیں، اور جن کا آپ کے تہذیب و جو دمقدس میں چجھ ہونا، اسلام کی شرعی دینی خصوصیات میں سے تھا۔ اسلام کا داعی، مسیحیت کے مقدس پہاری واعظی کی طرح صرف ایک اخلاقی محلم ہی نہ تھا۔ اور فہر دنیا کے فاتح حکمرانوں کی طرح، محض ایک جوانگیر اور عالمستان شہنشاہ، اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانیانی سے الگ نہیں رکھا۔ وہ تو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین و دنیا دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں۔ بلکہ سچی حکومت اور خدا کی مرضی کے مطابق سلطنت دیسی ہے جس کو شریعت

الگ الگ اینٹ کا کوئی مستقل وجود نہیں تو اجتماعی وجود ہے۔ یعنی دیوار کا ایک جز ہے اور ان اجزا کے ملنے سے دیوار مشکل ہوتی ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ جو نازمیں تسویہ صفوہ پر سخت زور دیا گیا ہے یعنی صفتندی اور سب کے سروں، سینوں، پاؤں کے ایک سیدھی میں ہونے پر لشکر، صفوہ فلکھ اور یخ الفن اللہ بیان و مُجوہ حکمة بنواری اور مر وايت السن کی۔

تَسْوِيَةً صِفَوْهُ كَلْمَهُ فَأَنْ تَسْوِيَةً الصِّفَوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الْصَّلَاةِ
(بنواری) وَفِي لَقَظِيْمِ مِنْ تَمَامِ الْصَّلَاةِ لَوْ تَأْسِ مِنْ بَعْدِهِ يَرِيْدُ مِنْهُ اَوْ تَشْرِيْعَ
کا یہ موقع نہیں ہے، قرآن و سنت کی تصریحات و کمالات اس بارے میں جو مخلج
تفسیر و اشفاق ہیں، کثرت سے ایک ضخیم کتاب جلد منسوب بر تفسیر السیان میں
مفصل لکھ چکا ہوں۔

اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصل دور فری تھا جب ان کی قومی والفرادی، مادی و معنوی اعتقادی و عمل زندگی پر اجتماع و اسلاف کی رحمت طاری تھی۔ اور ان کے تنزیل و ابداد کی اصلی بنیاد اس دن پڑی جب اجتماع و اسلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی خوست چھانی شروع ہو گئی۔

ایجاد میں ہر مادہ مجمع تھا، ہر طاقت سمجھی ہوئی تھی۔ ہر چیز تبدیلی میں تھی لیکن تبدیلی تغیرہ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا، ہر جماد پھیلا۔ ہر طبق جمل اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہو کر منتشر اور تتر بتر ہو گئی، قرآن کریم کے بتلا۔ تھے

اس جز کے اعتبار سے نبوت آپ کے وجود پر ختمِ موجودی ہے اور قیامت تک کے لئے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہو چکا تھا۔

جب نعمت کامل ہو جکی تو بخیر کامل چیز کو ہی بہمیشہ باقی رہنا چاہیے۔ اس کی وجہ کسی دوسری چیز کا ٹنکا نقص کا ہمور ہو گانہ کہ تکمیل کا۔

الْيَوْمَ الْجَلْدُ لَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ رَأَيْتُمْ عَلَيْكُمْ مُّنْعَذْتُرٌ لَكُمْ
الاسلام دینا ط میکن منصب نبوت اس اصلی جزر کے ساتھ بہت سے تبعی احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے لئے محدث (الفتح) کا مقام بتایا گیا۔ علماء کو انبیا کا وارث ہے کہا گیا۔ معتبرات صادقہ کو نبوت کا چالیسوائیں جزر قرار دیا۔

لَمْ يَنْقُصُ الْأَلْيَاثُ حدیث تجدیدِ بھی اس سلسلہ میں داخل ہے، پس خلافاً یہ راشدین کو جو نیابت پڑھی۔ اس میں وحی و تشریع کی قائم مقامی توہینیں ہو سکتی تھیں۔ میکن اور تمام اجزاء وحی و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی۔ دائیٰ اسلام کا وجود نبوت کے ساتھ خلافت ارض۔ حکومت و سلطنت، نظام و قوامی سیاست، قیادت فوج و حرب، فتح و عمران ریاست، مجالس شوریٰ وغیرہ، جہاں بانی و حکمرانی کے تمام منصب، تہنا اپنی تخفیت کے اندر رکھتا ہے۔ اسی لئے بھیک اسی طرح، خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدین کا تہنا وجود ان ساری نظری و عملی تولوں اور تمام مخصوصیوں کا جامع ہوا۔ وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب و خلافت بھی تھے۔ صاحب ایتماد و قضا بھی تھے اور صاحب سیاست و نظم و

نے خود پیدا کیا ہے۔ پس اسلام کے داعی کا وجود ایک ہی وقت میں ان تمام حیثیتوں اور منصوبوں کا جامع تھا جو بہیشہ دنیا کی صدر بالخلاف تخفیتوں کے اندر منقسم رہی ہے۔ وہ اللہ کا سیفی برخدا۔ شریعت کا معین تھا۔ امت کا بانی تھا۔ ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا۔ وہ الگ پہلوں اور چھال سے پی ہوئی مجرم کے منبر پر وحی الہی کا ترجمان اور انسانی سعادت و بہادیت کا داعظ تھا۔ تو اسی کے صحیں میں میں کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدانِ جنگ میں سمجھنے کے لئے پہ سالار شکر بھی تھا۔ وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشر درست کرتا۔ اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا اور ساتھ ہی بذر کے کنارے دشمنوں کا عملہ بھی روکتا۔ اور مکہ کی حصائیوں میں سے ایک فاتح حکمران کی طرح نایاں بھی ہوتا تھا۔ غرضیکہ اس کی ایک تخفیت کے اندر مختلف جیشیت اور منصب جمع تھے۔ اسلام کا نظام دینی یعنی تھا کہ یہ ساری قوتوں ایک ہی فرد میں جمع رہیں۔

جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو خدا نے راشدین کی خلافت اسی اجتماعِ قویٰ و مناسب پر قائم ہوئی، اور اس لئے اس کو مہماں نبوت سے تعبیر لیا گیا۔ یعنی یہ نیابت، بھیک بھیک بہرخاط اور بہرپلے سے شخص جامع نبوت کی پچی مقامی اپنے اندر رکھتی تھی۔

منصب نبوت، مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے۔ ازان، جملہ ایک جزء وحی و تنزیل کا مودودہ مونا اور شریعت میں تشریع و تaisیں قوانین کا انتیار رکھنا ہے، یعنی قانون و صن کرنا اور اس کے وضع و قیام کی مخصوصیاتہ دیغیر مسویانہ وقت،

احکام بلا دینی۔ اصلًاً «امامت کبریٰ» کا مقام اجتہاد دینی اور سیاست ملکی دولوں سے مرکب ہے، اس لئے ان کی امامت میں دونوں قسمیں اپنی تمام شاخوں کے ساتھ آٹھی ہیں۔

حضرت عمر بن مجدد کے دارالشوریٰ میں مسائل شرعیہ کا پیہمیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے۔ عالم اللہ میں مقدر میں سنت تھے۔ اور دیوان فوجی میں فوجوں کو تنواہ پانٹتے تھے۔ اگر وہ نماز جنازہ کی معین تکمیرات پر صحابہ کا اجتماع کرتے تھے۔ تو راتوں کو شہر میں گشت لگا کر احتساب کافر من بھی ادا کرتے تھے۔ میدان جنگ میں احکام بھی دی بھیتے اور روم کے سفیر کو پیہمیت شہنشاہِ اسلام اپنے سامنے بھی دی بلاتے:

اسی طرح نبوت کا مظام تعلیم و تربیت امرت کی تو لوں سے مرکب تھا۔ قرآن حکیم نے ان کو تین اصولی قسموں میں بانٹ دیا۔

یَتَّلَوُ اَخْلِيمَهُمْ اِيَّاهُهُ وَيُنَذِّهُمْ وَلَيُعْلِمَهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ
تلاوت آیات، ترکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت، خلفاءٰ پیارشدن، ان یعنی منصبیوں میں وجود نبوت کے نائب تھے۔ وہ منصب اجتہاد و تھمار شرع کے ساتھ قوتِ ارشاد و ترقیہ نفوس و تربیت بھی رکھتے تھے۔ وہ ایک صاحب دینی کی طرح خلاکے کلام کی منادی کرتے۔ ایک بیسی کی طرح، تعلیم و کتاب اور حکمت و سنت سے امرت کی تربیت و پروارش کرنے والے تھے۔

وہ ایکہی وجود میں ابوحنینہؓ، دشا فیؓ بھی تھے۔ اور جنیدؓ و شبلیؓ بھی دینی دھار دینی تھے۔ اور ابن معین و ابن راسہ بیهی، جہموں کا نظام بھی، انہی

کے ہاتھ تھا۔ دولوں کی حکمرانی بھی، انہی کے قبضہ میں تھی۔ یہی حقیقت اور کامل معنی، منصب نبوت کی نیابت کے میں، اور اسی لئے ان کا وجود اور ان کے اعمال بھی، اعمال نبوت کا ایک آخری جزء تھا کہ

عَلَيْكُمْ نِسْبَتُنِي وَسَتَةُ الْخَلْفَاءِ الرَّاشِدِينَ اور اسی لئے وَعَضُوبُ اعْلَمُهَا بالنَّوْجَدِ کے حکم میں بصرف سنتِ عبید نبوت، بلکہ خلافت راشدہ و خاصہ کی سنت بھی داخل ہوئی اور شرحِ اس سترِ انہی کی بہت طولانی ہے، یہاں مختص اشارہ مطلوب!

یکن جیسا کہ پہلے سے بزرگے دی گئی تھی۔ اجتماع دا سلاف کی یہ حالت، حضرت علیؑ پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے اشتات و انشار کا دور شروع ہوا، ازان جملہ مرکزی قولوں اور منصبوں کا انتشار و اشتات تھا جس نے فی الحقیقت امرت کا تمام نظام شرعی و اصلی درہم برہم کر دیا۔ خلافت خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قویں الگ الگ ہو گئیں، ایک وجود کی جگہ مختلف وجودوں میں، ان کا ظہور اور نشوونما ہوا۔ حکومت و فرمائروائی کا ملکہ الگ ہو کر، محروم پادشاہی کی شعل میں آگی۔ اسی کی طرف اشارہ تھا۔ الخلافۃ بعداً شَلَاثُونَ سَتَةُ شَمَاءِ مُلَكٍ طسو واقعی اس کے صرف پادشاہی، ہر کوئی، اجتہاد اور فضار شرعی کا جزء خلافت سے الگ ہوا تو عجیبیں و فقہائی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے یہ کام سنبھالا، اسی طرح تعلیم و تربیت روحانی کے کار و بار سے نظام حکومت بالکل الگ ہو گیا۔ پہلے خلافت کی ایک بی بی بیعت تمام مقاصد کی کیفیت تھی۔ اب خلیفہ کا وجود مختص پادشاہی کے لئے اور فقہا کا، مجرداً استنباط احکام و مسائل کے لئے رہ گئے، تو

کے جیسا کہ ہبہ تھفت ا عمر بن عبد العزیز، یہ نہایت بتوت کے اور تمام اجراء سے یہ قلم
خالی رہا مخصوص بٹ پکے تھے۔ وقتیں منتشر ہو چکی تھیں، البتہ جو انقلاب سلطان
عبد الحمید خاں کے زمانہ میں ہوا اور جس کا نتیجہ یہ لکھا کہ سلاطین عثمانیہ کی خلافت
طریقی استبدادی و شخصی سے طریقی شوری میں تبدیل ہو گئی سو بلاشبہ خلافت راشدہ
کی طرف عودہ رجعت کا ایک یہ مبارک قدم تھا جس کے لئے شوری اور
پارہیزٹ کا ہونا سب سے پہلی تحریر ہے۔ لیکن ان جزئی متشنجیات کے ملاوہ
نام حالات و خفاظ اس ہر دو اور سلسلے کے دبی رہے جو ایک جامع لفظ
”ملائش حصہ و صن“ میں ابتدائی نہ گئے تھے۔ اور اس میں بھی کبھی کوئی نایاں
اندھ پائیدار تبدیلی نہ ہوئی۔ لیکن یہاں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ قومی ترقی
ذمہ کے لئے جماعت کی تشکیل میں پانچ مرتبہ کا لحاظ ضروری ہو گا ایغماں اتحاد
اکتاد، اسلام، امتزاج، انتظام یہ پانچ عناصر ہیں، جو سرقوی تنظیم کے لئے
ضروری ہیں، اور ان میں ترتیب فطری طور پر یہی ہو گی جو یہاں ذکر ہے جب
سے پہلے درجہ اجتماع ہو گا۔ پھر اکتاد، پھر اسلام، اس کے بعد امتزاج اور
سب کے آخر میں انتظام ہو گا، جس قوم نے یہ پانچ صفات کے لئے تو ہجھو
کہ اس نے عروج و ارتفاع فلاح و کامرانی کی سب منزلیوں ملے کر لیں۔ اب اس
کے لئے منزل مقصود تک پہنچنا مشکل نہیں۔

جماعت سے مقصود یہ ہے کہ افراد کا ایک ایسا جموعہ ہو جس میں اتحاد
امتزاج اور تنظیم ہو اکتاد سے مقصود یہ ہے کہ اپنے اعمال حیات میں منتشر
ہوں۔ ایک دوسرے ہے لئے ہوتے ہوں اور ان کے تمام اعمال مل کر ایک

تزریقیہ نقوص اور ارشاد قلوب کے لئے ”ایک دوسری بیعت مستقلہ قائم ہوئی“، جو
بیعت توبہ و ارشاد ہوئی اور اس طرح اصحاب طریقت و تھوف کی بنیاد پڑی،
پہلے صرف ایک وجود تھا اور شاہ جہان مرشد قاضی القضا رہپر سالا رجہنگ
میر عدل و احتساب سب کچھ تھا۔ اب یہ ساری وقتیں الگ الگ ہو گئیں، حکومت
فرمازرا، الگ الگ وجود میں آئی۔ اجتہاد اور نقیۃ کے لئے دوسرے وجود مرکزی فضا
کے لئے قیساً ارشاد و تزریقیہ قلوب کے لئے پڑھتا۔ وہ مجموعاً غرضیکہ عہد اجتماع
قویٰ و مناصب کے بعد دو راستے اسی قوائی و مناصب، ”شر ورع ہو کر رفتہ رفتہ
کمال ظور و بلوغ تک پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ یہ تمام وقتیں اس طرح ایک دوسرے سے
بریگانہ و مخالف ہو گئیں کہ یا تو ایک جویں وجود میں جمع تھیں، یا اب مختلف وجودوں
میں بٹ کر جویں متفق نہ رہ سکیں۔ صرف اختلاف، تعداد و تنوع میں ہیں رہا بلکہ
اختلاف تھمار کی شکل پیدا ہو گئی۔ یہی سبب سے بڑی صیدت دیلاکت تھی جو
امست پر طاری ہوتی۔

مسلمانوں کے تسلیک ہلکا بار کی اصلی ملت یہ ہے وہ افسانے نہیں ہیں جن میں
تم سرست ہو، افسوس کہ سلطی و جزوی حالات کے استخراج نے اصلی اسباب و
علل پر عذر کرنے کی تھیں کبھی ہملا نہ دی، اور بحث و تظریں یورپ کی تقدید
سے ازادا ہو سکے گے فالص اسلامی نکر و نظر سے اس بات ترقی و تسلیک پر تدبیر
کرتے۔

غرضیکہ خلافت راشدہ کے بعد جو سلسلہ خلافت قائم ہوا، خواہ و مقری
رہا ہو، یا غیر قریشی ”محجد ملوکی“ دپادشاہی کا سلسلہ تھا۔ اور بجز چند مستثنی اوقات

پائیں، کسی گو شہر علی میں بھی پھوٹ اور بیگانگی نہ ہو، اُسلاف کا مرتبہ اتحاد سے بلدر تر ہے اتحاد صرف ہاہم مل جانا ہے، ضرور نہیں کہ کسی تناسب کے ساتھ ترکیب ہو، لیکن اُسلاف سے مقصد ایسا اتحاد ہے جو محض اتحاد ہی نہ ہو بلکہ ایک صحیح و مناسب ترکیب کے ساتھ اتحاد ہو، یعنی منتشر افراد اس طرح ہاہم لے ہوں کہ جس فرد کو اس کی صلاحیت و قوت کے مطابق ہو جگہ ملنی چاہئے وہی بلکہ اسے ملی ہو۔

ہر فرد کی الفرادی قوت کو جماعتی ترکیب میں اتنا ہی دخل دیا جائے جتنی مقدار میں دخل پانے کی اس میں اسقدر اسے ایسا نہ ہو کہ زید کو سردار بنانا چاہئے۔ اور اس سے چاکری کا کام لیا جائے اور عمر کی قابلیت کا عضر چھٹانک بھر جزو جماعت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کو سیر بھر قرار دے دیا جائے۔

امتراج۔ ترکیب کا تیرسا درجہ ہے اس میں کیست سے بکفیت حاصل کر سکتا ہے، ویسا ہی مزاج اس کے ساتھ ملایا جائے۔ یہ نہ ہو کہ دو ایسے آدمیوں کو ملا دیا گیا، جن کی طبیعت رخصت اور اسقدار و صلاحیت باہم گرمی نہیں کھاسکتی اور اس لئے خواہ کتنا ہی دولوں کو ملا، لیکن تیل اور سافی کی طرح ہمیشہ الگ الگ ہی نظر آئیں۔ ہاہم مل جل کر ایک جان نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح عناصر کو اس لئے پیدا کیا ہے، کہ باہم گرمی کر ایک نئے مرکب وجود میں مستقل ہوں۔ افراد اتنی کوسمی اسی لئے پیدا کیا ہیں، تاکہ ان کے ہاہم ملنے سے جماعت پیدا ہو، جماعت ایک مرکب دجومی ہے۔

افراد اس کے عناصر ہیں، فرد بچلتے خود کو فی کامل وجود نہیں رکھتا۔ محض ایک مشنی ہے اور جب تک اپنے بقیہ طبقروں سے مل نہ جائے۔ کامل وجود نہیں پاسکتا، لیکن یہ ہاہم ملتا۔ امتراج کے ساتھ ہونا چاہئے، تاکہ ہر بیکڑا اپنے صحیح و مناسب ملکے کے ساتھ مل کر اس طرح جڑ جائے کہ معلوم ہو، یہ ممکنہ اسی انگشتی کے لئے کھا۔ «لظہم سے مقصود جماعت کی وہ تربیتی و تقویتی حالت ہے جب اس کے تمام افراد اپنی اپنی جگہوں میں قائم۔ اپنے اپنے دائرہ میں تحد و در اپنے اپنے فرائض و اعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہو۔

اس کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے، یعنی اسلام کا دو نظام شریٰ
جو ہر سماں کو خلیفہ و ذات کی معرفت اور اطاعت پر اسی طرح مجبور کرتا ہے جس میں
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ہے، مکمل وہ الشارع اس کے رسول کے
خلاف کوئی حکم نہ دے اسلام کا فائز ان اس بارے میں اپنی تمام شاخوں اور
قلمیوں کی طرح فی الحقیقت کائنات ہستی کے قدرتی نظام کا ایک جزو اور اقوام
ہستی کی ازیخت فطرت کی ایک قدرتی کڑی ہے، کائنات کے پر حضہ اور ہر گوشت
یہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت و صفت ایک خاص نظام پر کار فراہم ہے جس
کو فائز رکن یا فائز دوسرے سے تحریر کیا جا سکتا ہے، یعنی قدرت میں خلقت و
نظام خلقت کے بغاود قیام کے لئے ہر جگہ اصلہ شاخ و جوہر میں یہ صورت اختیار
کر کری ہے کہ کوئی ایک وجود تو بہتر لہ مرکز کے ہوتا ہے اور بقیہ اجسام ایک دائرے
کی شکل میں اس کے چاروں طرف موجود ہاتے ہیں۔ اور پورے دائرے کی زندگی
اور تعاریف اس مرکزی وجود کی زندگی اور تقاریر موقوف ہوتی ہے، اگر
ایک حشمت زدن کے لئے بھی دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہو جائیں یا
مرکز کی اطاعت والقیاد سے باہر ہو جائیں تو مطالعات ہستی درجہم بر جم وجود کے
اور دائرہ کی اکیلی ہستیان مرکز سے الگ رہ کر بھی قائم و باقی نہ رہ سکیں، یہی
وہ حقیقت ہے جس کو بعض اصحاب اشارات نے یوں تحریر کیا ہے کہ الحقیقت کا کوئی
اور اصحاب فتوحات نے کہا کہ دائرة قاب قوسین ہے۔

یہ فائز مرکزیت و دائرة نظام ہستی کے ہر جزو اور پر حضہ میں صاف
صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ نظام ہستی جو ہمارے اور ہر سب ہے، ستاروں کی جگہ

مرکزیت قومیہ

اس کے بعد سے اہم مسئلہ اتباع خلیفہ کا ہے۔ خلیفہ خلف سے
ہے۔ خلتف کے معنی جا شیخی اور قائم مقامی کے ہیں، خواہ یہ نیابت و جا شیخی
اور حسنة میں ہو یا اعمال قیچی میں ہر صورت میں خلقت اور نیابت نہ ہے
یہ نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ فرمایا ہے، کیونکہ انسان بھی اپنے
اعمال و احوال مخصوصیہ اور افعال و کیفیات طبیعت میں اپنے خالق کا قائم مقام
اور جا شیخی ہے۔ ایسے ہی امور شرعیہ اور معاشرات تشریعیہ میں اس کی قائم
مقامی اور جا شیخی اس طرح ہو گی، کہ نظام عدل اور فائز ان الفراف کو اپنے
تقریباً شاہ حقیقی کی جانب سے نافذ اور جاری کرنے کا حق اس کو ہو گا۔

اوضیٰ کہا نام ہے پر کوئی اقدار کا نہیں جس کے پاس
اللہ اور زمینی حکومتی اکتمان ہے وہ خلیفہ ہے وہ نہیں اسرا اجنبی تبعد

جس سے کوئی شاخ الگ ہوئی کہ موت و فنا اس پر طاری ہو گئی۔ آفاق کو چھوڑ کر
عالم نفس کی طرف آؤ۔ اور خود اپنے دلکش و یکھو جس کے دینکنے کے لئے نظر انہا نے
کی بھی ضرورت نہیں۔ تھا را وجود کرنے مختلف ظاہری دباطنی اعصار سے مرکب
ہے جسموں اور وجود کی ایک پوری استی ہے جو تم میں آباد ہے۔ ہر جسم کا ایک
خان ہے۔ اور ایک خاصہ، لیکن دیکھو یہ ساری آبادی کس طرح ایک ای مرنگ کے
آگے سر بجھدہ ہے۔

سب کی حیات کام مرکز صرف قلب ہے۔ اس سے الگ رہ کر ایک عضو
بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اذا صلحت صلحت کلہا، و اذا فسدت فسدت کلہا۔
اسلام فی الحقیقت سنت اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اگر نوع انسان
کی سعادت دار تھا کے لئے، قانون اسلام اسی فاطر السلوت عالاًرض کا بنایا ہوا ہے
جس نے تمام کائنات کے لئے قانون حیات بنایا۔ تو صزوہ ہے کہ دونوں میں اختلاف
نہ ہو بلکہ یہاں قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدر تی جز نظر آئے۔ جیسے زیر
کی ایک کڑی۔

پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیت پر قائم
ہوا۔ قرآن نے یہ حقیقت جا بجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی
اپنے مرکزوں سے والستہ ہے۔ اسی طرح نوع انسانی اور اس کی جماعت و افراد
کا جمافی و معنوی بقا بھی قانون مرکزیت پر موقوف ہے۔ جس طرح ستاروں
کی زندگی اور حرکت کام مرکز و محور سورج کا وجود ہے، اسی طرح نوع انسانی کا
بھی مرکز سعادت، انبیاء کرام کا وجود ہے۔ پس ان کی اطاعت و القیاد بغا جیات

آبادی۔ کروں کا یہ صحراۓ بے کنار زندگی اور حرکت کا یہ محیر القوں ظلم میا ہے؟
کس نظام پر یہ پورا کار خانہ چل رہا ہے۔ اس قانون مرکزیت پر محکم سیاروں
کے حلقة اور دائرے ہیں۔ ہر دائرہ کا نقطہ حیات و بقا سورج کام مرکزی نقطہ ہے
تمام سیارے اپنے اپنے کتبہ مرکز کا طواف کر رہے ہیں۔ اور ہر دائرہ کی ساری زندگی
اور بغا، مرکز نہیں کی اطاعت و القیاد پر موقوف ہے۔ **ذاللَّكَ تَقدِيرُ الْعَزِيزِ**
الْعَلِيِّمِ ط خود بماری زندگی بھی ایک ایسے ہی دائرہ کی ایک کڑی ہے اور شب
دروز اپنے مرکز کے طواف و القیاد میں مشغول ہے۔

ہر ستارے کے طواف و دوران کے لئے، حکمت الہی نے ایک خاص
راہ اور ایک خاص زمانہ قرار دے دیا ہے۔ وہ اس سے باہر نہیں جا سکتا بہ
حکم، وَلَهُ أَمْسَلَهُ مَنْ فِي الشَّمْوَاتِ فَالْأَرْضُ طَأْنَ اللَّهُ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَالنَّجْمُ وَمَطَّارُ کے بنائے ہوئے قانون کے
مطابق اپنی عدگہ میں کام کر رہے ہیں۔ لَا الشَّمْسُ يَنْثَيْ لَهَا انْ تَذَرِّ رَأْيَ
الْقَمَرُ وَلَا الْأَنْبِيلُ الشَّهَارُ وَلَكَ فِي فَلَكٍ يَسْبِحُونَ ط

قانون مرکزیت کا رہ سلا اور بلند ترین نظارہ تھا۔ اب اس کے بعد جس
قدر پچھے اترتے آئیں گے اور حرکت و حیات کی بلندیوں سے لے کر زندگی کے
چھوٹے سے چھوٹے گوشوں تک نظر ڈالیں گے۔ ہر عدگہ زندگی اور بغا اس
قانون سے واپسی نظر آئے گی عالم نباتات میں درخت کو دیکھو۔ اس کی ایک
جمت وحدت، کمتوں و سیع کثرت سے مرکب ہے۔ ڈالیاں ہیں، شاخیں ہیں،
پتے ہیں، پھولوں ہیں، لیکن سب کی زندگی ایک ہی مرکز یعنی جڑ سے والبتہ ہے۔

وَحَيْثُ مَا كَنَّا نَعْمَلُ فَوْلَوْا بِهِ حُكْمُ شَطَرِهِ أَنَّهَا كِبِيرٌ حِسْ طَرِخْ شَخْصِي
وَاعْتِقَادِي اور عملی زندگی کے لئے مرکز قرار پائے۔ ضرور تھا کہ جماعتی اور عملی
زندگی کے لئے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا۔ لہذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا
گیا۔ تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرة کے ٹھہرا دیا۔ اس کی معنیت اس
کی اطاعت: اس کی حرکت پر حرکت اس کے سکون پر سکون۔ اس کی طلب پر
لبیک۔ اس کی دعوت پر انفاق جان و مال۔ ہر مسلمان کے لئے فرض کر دیا گیا۔
ایسا فرض جس کے بغیر وہ جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی
روشنی میں نہیں آتا۔ اسلام کی صلح اور مصالحت میں اس قومی مرکز کا نام خلیفہ اور امام
ہے۔ اور حب تکایہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے۔ یعنی کتاب، وسنت کے
سلطان، اس کا حکم ہے۔ ہر مسلمان پر اس کی اطاعت داعانت اسی طرح فرض
ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطْبِعُوا اللَّهَ وَاطْبِعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ
مِنْكُمْ عَانَ تَنَازُّ حُلْمَةٍ فِي شَيْءٍ فَرَوُهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ
إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ إِذَا رَأَيْتُمْ خَيْرًا وَأَحَنَّ
تَأْوِيلًا

مسما نبو اطاعت کرو اللہ کی اس کے رسول کی۔ اور تم میر جو اولاد مہربو
اس کی پھر اگر کسی معاملہ میں تم مختلف ہو باو تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول
کی طرف لوٹو اور اس کے فیصلہ پر تفق ہو باو۔
اس آیت میں بالترتیب میں اطاعت میں کام مرکز اس طرف ہو ناچاہیے۔

کے لئے ناگزیر ٹھہری۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا يُطَّافِعُ بِأَذْنِ اللَّهِ طَ
دُنْيَا میں تو یہ نہیں آیا مگر اس نے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اسی نے
فرمایا۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يَوْمَنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكُمْ فِيمَا شَجَرْتُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ
فِي الْفَضْلِ هُمْ حَرَجٌ إِذَا قُضِيَتْ وَيُسَلِّمُوا وَاسْتَيْمَاطُ اور لَقَدْ كَانَ الْكَعْبَةُ
رَسُولُ اللَّهِ أَسْوَدَ حَسَنَةً طَبَّقَهُ قَوْمٌ مُلْتَكِي بِعِقَادِهِ لَيَقْدِرُوا مَكْثُورًا
او ہر طرح کے مرکز قرار دیئے۔ اعتماد میں اصلی مرکز عقیدہ توحید کو ٹھہرا دیا۔
جس کے گرد تمام عظامہ کا دائرہ قائم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ أَنْ تَشْكِرُوهُ وَلَا يَغْفِرُ مَا دُفِنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
عِبَادَتِ میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرا دیا جس کے ترک کر دینے کے بعد تمام
دائرہ اعمال منہدم ہو جاتا ہے۔

فَمَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ شَرَكَهَا فَقَدْ هَلَّ الدِّينُ اور اسی نے
یہ بات ہوئی کہ کافی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم لا یتوڑون
شیئا میں الاصحیاء ترکہ لفڑ خیر الصلوۃ (ترنندی) یعنی صحابہ کرام کسی عمل
کے ترک کر دینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ نماز کے ترک کو اسی طرح تمام
قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت دادی جماز کا جعبہ اللہ قرار پایا۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ طَ
پر خور کرو۔ اور پھر تکہ پر مرکز ٹھہرا۔ اس نے تمام دائرہ کا رخ بھی اس طرف ہوا۔
خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں۔ لیکن ان کا مرکز اس طرف ہو ناچاہیے۔

کی مسلمانوں میں جواہر الامر بہ اس کی۔ اللہ کی اطاعت، کتاب اللہ کی اطاعت
ہے۔ رسول کی اطاعت سے مقصود سنت قول و فعل ہے۔ باقی رہی اطاعت
اوالامر لونہ نہیں تھی در دشمن دجوہ موجود ہیں کہ اوالامر سے مقصود مسلمانوں
کا خلیفہ و امام ہے۔ جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا۔ نظام امت
قام کرنے والا۔ اور تمام احتمادی امور میں صاحب حکم و سلطان ہے۔
اولاً بحکم "القرآن يُفْسِرُ لِعَصْمَةٍ بَعْصًا" اوامر کی تفسیر خود قرآن ہی
کے اندر تلاش کرنی چاہیے۔ اسی سورت میں اگے چل کر یہ نظر دو بارہ آیا ہے۔
إذَا حَاجَهُهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخُوفِ أَذَا حُوَّا يَهُولُ
رُدُّوكَ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَئِكَ الْأَمْرَ مِنْهُمْ حَلَّ عَلَيْهِ الَّذِينَ
يُسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ ط

اور جب کوئی امن یا خوف کی خبر ان تک پہنچتی ہے تو بلا سوچے سمجھے
لگوں میں پھیلادیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اللہ کے رسول کی طرف، اور ان لوگوں
کی طرف رجوع کرتے جوان میں اوالامر ہیں تو فوراً اصلاحیت کھل جاتی اور وہ
اس خبر کے پتے بھوٹے ہونے کا پتہ لگاتی۔

اس آیت میں ایسے وقتوں کا ذکر کیا گیا ہے جب امن و خوف یعنی صلح
و جنگ اور فتح و شکست کی افواہیں ملک میں پھیلتی ہیں اور یہے اصل خبروں
کی اشاعت سے لوگوں میں اضطراب و غلط ہنسی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورتیاں
ناافقیں اور لمحن ضعف القلب مسلمانوں کی وجہ سے ہندوی میں بھی پیش
آجاتی تھیں۔ پس فرمایا کہ جب کوئی افواہ سنلو تو پہلے اللہ کے رسول اور اوالامر

تک پہنچاؤ تاکہ وہ اس کی صحت اور عدم صحبت کی تحقیق کر لیں اور خبر کی حقیقت
اور راویوں کی حالت پر غور کر کے صحیح نتائج کا استنباط کریں۔ ایسا نہ کرو
کہ جہاں کوئی افواہ سنی فوراً اس پر یقین کر لیا۔ اور لوگوں میں پھیلا ناشروع
کر دیا۔

اب غور کرنا پاہیزے کہ اس آیت میں اوالامر سے مقصود کوئی لوگ
ہو سکتے ہیں۔ یہی ظاہر ہے کہ ذکر حبس امن و خوف کے حالات کا ہے۔ یعنی
صلح و جنگ اور فتح و شکست کا، ان حالات کا تعلق صرف حکام و امراء ملک
ہی سے ہو سکتا ہے۔ علماء و فقہاء سے ہنسی ہو سکتا معاملہ نظم ملک و قیام
اسن کا ہے۔ استنباط اس اسئلہ اور حلال و حرام کا ہنسی ہے۔ پس لا حجالۃ تسلیم
کرنا پڑے گا کہ اوالامر سے مقصود وہی لوگ ہیں، یعنی کے سپرد ملک کا انتظام
اورجنگ و امن کا نظم و شق ہوتا ہے اور جوان خبروں کی تحقیق کر سکتے ہیں،
جن کا اثر ملک کے امن و خوف پر پڑ سکتا ہے۔ یعنی ارباب حکومت و امارت۔
ثانیاً۔ کتاب و سنت اور صدر اول کے آثار عربیت پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "امر" جب ایسی ترکیب کے ساتھ بولا جانے جسی کہ
یہاں ہے تو اس کا اطلاق عموماً حکومت و سلطنت ہی کے معنوں پر ہوتا ہے۔
احادیث میں یہ استعمال کثرت سے موجود ہے کہ ایک صاحب نظر کے لئے کسی
مزید ولیل کی حضورت نہیں۔ نیز لغت کی بنیا پر بھی ظاہر ہے کہ "امر" کے معنی حکم
کے ہیں۔ اور اولی الامر کے معنی امام بخاری "فی ذوق الامر کے کئے ہیں۔ یعنی
حکم والا۔ اور محدود ہوا احمد صاحب حکم وہی ہو سکتا ہے جو صاحب حکومت ہو۔

شانشہ۔ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ خود یہ آیت جس واقعہ کی بنت اتری وہ امیر جماعت کی اطاعت ہی کا معاملہ تھا بخماری و مسلم میں بے بخن اپنی عبادیں نیز لٹت فی حبیل اللہ بن حبیل افابن قلیس بن سعدی اذیل علیہ الرحمی صلی اللہ علیہ وسلم فی تحریۃ اور امام طری نے تفسیر میں ایک روایت درج کی ہے کہ عمار بن یاسر اور فالدین ولید کی بائی نزرع کے بارے میں اتری۔ غالباً امیر تھے اور عمار نے بلا ان کے حکم کے ایک شخص کو مزدوری پر مد کھد لیا تھا نیز لٹت فی قصہ جو جو اس عمار مسخر حال دی وکان حائل امیر افجاہ عمار ری جلا الغیر امر فتحاصا ط دلوں روایتوں میں ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ امیر کی اطاعت و عدم اطاعت کا تھا کہ احکام و مسائل کے حکم دافتار کا۔

راجعاً۔ اکثر قول مرویہ صحابہ و تابعین کا یہ کہنا کہ اول الامر سے مقصود اہل علم اور صدر اول میں صرف تفسیر مشہور معلوم تھی۔ بہت سی موسیٰ گافیان جو سدا کی گئی ہیں۔ رب بند کے مفسرین کی بیان زاد ہیں۔ حافظ ابن حجر نے این میہدیۃ کا قول نقل کیا ہے۔

سَالَتْهُ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْهَا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمَدِيْسَةِ إِلَّا يَقْسِرُ
الْقُوَّانَ بَعْدَ مُحَمَّدًا بْنَ كَعْبٍ مُشَلِّهٖ فَقَالَ أَهْلُهَا أَقْرَأُوْ
فَقَرَأَتْ أَنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ إِنَّمَّا تَوَدُّ الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا
حَكَمَ لَهُ بَنِيَّ النَّاسِ أَنَّ تَحْكِمُوا بِالْعُدْلِ فَقَالَ هَذِهِ
فِي الرُّكَابِ۔

یعنی مدینہ میں محمد بن کعب کے بعد زید بن سلم سے بڑھ کر قرآن کا کوئی مشعر نہ تھا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس آیت سے مقبل کی آیت پڑھو، میں نے پڑھا۔ اِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ إِنَّمَّا تَوَدُّ الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا
فَإِذَا حَكَمْتُمْ بَنِيَّ النَّاسِ أَنَّ تَحْكِمُوا بِالْعُدْلِ طبیس کہا کہ مقصود اس سے احکام میں یعنی چونکہ پہلے سے ذکر حکومت و قضائی کا ہو رہا ہے پس اول الامر سے مقصود ہی ارباب اقتدار میں جو حکومت رکھتے ہوں، طبیس نے بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ اور مسیعون بن مزان وغیرہ سے نقل کیا ہے **هُمُّ الْأَسْوَادَ** اور علامہ ابن حزم نے ان تمام صحابہ وتابعیوں کو شاکریا ہیں سے تفسیر منقول ہے تو اسے زیادہ ثابت ہوئے۔

باقی ربا بعض صحابہ و تابعین کا یہ کہنا کہ اول الامر سے مقصود اہل علم اور اصحاب نظر ہیں، مثلاً جابر بن عبد اللہؓ نے قول کہ **هُمُّ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ** اور بیان و عطا و ایو العالیہ کا قول کہ **هُمُّ الْعَلَمَاءُ** تو ان القرآن میں اور اصحاب کی شہور تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دراصل اسلام کا نظام حکومت و جماعت، تو یعنی کھاکہ حکومت و دنیا بیت کا مفہوم تمام شرعی و عمل قبولی سے مرکب ہو۔ اور اس وقت تک قبولی کے انتشار اور متعصب کے لفڑی کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ پس جو شخص دانی تک اور حاکم مسلمین ہوتا تھا۔ وہ بدرجہ اول اعلم و فقیہہ بھی ہوتا تھا۔ پس جن عجیب و تابعین کے اول الامر کی تفسیر بذیہ طبع و تجزیہ کا ذکر کیا ہے تو انہوں نے حدیث ہے کہ تفسیر کا گویا اذکار ہرگز دیا کہ مسلمانوں کا اول الامر یعنی ہی افراد

کو مہونا چل سیئے۔ جو اہل علم و خیر ہوں میگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اولو الامار سے مقصود عملہ روفہ کا رجھضو ص گردہ ہے جو اسلام کی جماعت کے الفرقہ کے بعد پیدا ہوا اور جس کا صدر اول کے مفسرین کو دہم و کمان بھی نہ ہوا ہو گا۔ امام ابن جریر حنفی نکرہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ اولو الامر سے مراد ابو بکر و عمر ہیں۔ اس سے بھی ان کا مقصود یہی ہے کہ اولو الامر مسلمانوں کا خلیفہ و امام ہے۔ جیسے ابو بکر و عمر صنی اللہ عنہما۔

اصل یہ ہے کہ قرآن و سنت ایک۔ قالون یہے بلکن قالون بالکل بیکار ہے۔ اگر کوئی قوت نافذہ نہ ہو۔ یعنی اس قالون پر عمل کرنے والی قوت، اور ظاہر ہے کہ جو قوت نافذہ ہوگی اس کی اطاعت میں قوت مقننہ کی اطاعت ہوگی۔ ایک دیہاتی تک جانتا ہے کہ گورنر اور نائب السلطنت کی اطاعت میں بادشاہ کی اطاعت ہے بلکہ ایک سپاہی کی اطاعت بھی میں بادشاہ اور قالون کی اطاعت ہے اور اس سے مقابلہ کرنا عین بادشاہ اور قالون سے بخادرت کرنا ہے۔ یہ ساری بھیں اس لئے پیدا ہوئیں کہ اسلام کے جماعتی نظام کی اہمیت پر نظر نہ گئی۔ اگر یہ حقیقت پیش نظر ہوئی کہ شریعت کا نفاذ اور ادامت کے توام والظہام کے لئے ایک مرکزی اقتدار ضروری ہے اور وہی امام اور اس کا نائب اور امراء ہیں۔ تو اولو الامر کا مطلب بالکل صفا ٹھاکری کا دش و بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔

فان تنازع علیہ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اسلامی خلیفہ کا وجود یعنی پوپ سے کس درجہ مختلف ہے جو اسلام کے نزدیک اس حکم میں ان کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف

اربائیمن دون اللہ میں داخل ہے میسیحیت کا خلیفہ دراصل ارضی خلیفہ نہیں بلکہ آسمانی فرمائزہ ہے جو مذہب کی آخری طاقت اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔ لیکن اسلامی خلافت ارضی یعنی حکومت و سلطنت ہے۔ وہ صرف شریعت و ادامت کا حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا ہے یعنی مخصوص ایک قوت نافذہ ہے نہ کہ مقننہ اس کی ذات کو اصل شریعت اور اس کے احکام میں کوئی دخل نہیں۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ردوہ الی اللہ والرسول نہ فرمایا جاتا۔ یعنی اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ جس میں نزاع و احتلاف پیدا ہو تو پھر اس کے آخری فیصلہ کی طاقت خلیفہ کا حکم نہیں بلکہ اولی و جمود حقیقی کو حق ہے کہ فیصلہ کریں یعنی قرآن و سنت کو فیصلہ مانا جائے گا۔ اور قوت فیصلہ ان کو حاصل ہوگی۔ اور خود خلیفہ بھی اس مرکز کی اطاعت کے لئے جبکہ ہے جبکہ جمیع جماعت، اور ادامت کا ایک فرد یہی وجہ ہے۔ اطیعو اللہ کے بعد اطیعو والرسول کا اعادہ کیا گیا مگر اولو الامر میں نہیں کیا گی۔ یعنی دیاں اطیعو اولی الامر نہیں فرمایا بلکہ اولو الامر اور فعل کو ترک کر دیا گیا۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ اصل اطاعت جو مطلوب ہے۔ وہ صرف اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی یعنی کتاب و سنت کی اور اولو الامر کی اطاعت۔ صرف اس لئے ہے بتا کہ کتاب و سنت کی اطاعت کی جائے بالا استقلال نہیں ہے پھر فان تنازع علیہ کہہ کر زیادہ واضح کر دیا کہ اولو الامر کتاب و سنت کے خلاف کو حکم دیں، تو پھر اس حکم میں ان کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف

تو ساتھ میر کا یعنی کتاب و سنت کی جانب۔ غرضید اس آیت کریمہ میں قرآن نے اس
قانون شریعت کا اعلان کیا ہے کہ خلیفہ دام کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے
اور اس کا درجہ نظام جماعت کے مرکزی اقتدار کا مالک ہے کیونکہ کسی جماعت
کی جماعتی تذگی بغیر کسی مرکزی قوت کے نامنکن ہے۔ تم پانچ آدمیوں کی بھی
کوئی مجلس منعقد کرتے ہو۔ تو تم سے پہلے ایک پریزیڈنٹ کا انتخاب کرتے
ہو کہ جب تک کسی کو صدر نہ ملیں گے، یہ پانچ آدمیوں کی مجلس بھی کوئی
صحیح کام نہ کر سکتے گی۔ فوج ترتیب دیتے ہوئے تو دس آدمیوں کو بھی
بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے۔ اور اس کی اطاعت مختاروں کے لئے وضی
سمجھتے ہو۔ اور ایشیں کرتے ہو کہ بغیر اسی کے فوج کا نظام باقی نہیں رہ
سکتا۔ پانچ دس آدمی بھی اگر بغیر افسر کے کام نہیں کر سکتے تو قریں
کیونکہ بلا افسر اپنے فرمان انجام دے سکتی ہیں۔ اس سے بھی سادہ تر
مثال پہنچے ہے کہ اپنے گھروں اور خاندانوں کو دیکھو، خود مختار گھر بھی ایک
چھوٹی سی ابادی ہے۔ اگر بھوی ہتمار احکام نہ مانے تو تم کیوں بگھٹتے ہو۔ اگر
گھر کے لوگ ہتمارے کہنے پر نہ چلیں تو تم کیوں لڑتے ہو، تم کہتے ہو کہ
خدا گھر نہیں اسی واقعہ میں نہ روزانہ خانہ جعلی ہوتی رہتی ہے۔

ایک برابر کوئی نیست باصرفت، اس لئے کہ کوئی جماعت، اسی وظیفہ پا
نہیں سکتی جبکہ تک کہ اس کا کو امیر نہ ہو۔

گھر اور خاندان بھی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ تم گھر کے بڑے ہوئے
امیر پس گھر کی علیحدگی و امان اور انتظام دکامیاں اس پر موقوف ہے کہ

بہتھماری سنیں اور بہتھمارے کہنے پر چلیں۔ تو پھر اسلام بھی کہتا ہے کہ اقوام
عالیٰ کا نظم و ضبط اس وقت تک مونہیں سکتا۔ جب تک کہ ایک امیر و صدر،
خلیفہ و حاکم مرکزی نہ ہو اور اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

لیکن یہاں پہ بات یاد کھنے کے قابل ہے کہ اقتدار و اطاعت میں فرق
ہے، اور لوگوں نے ہمیشہ ان کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اور افراط و تفریط میں
چنس کر جسے بڑے فتنے برپا کئے معتبر نہ وغوراج نے سمجھا کہ جب خلیفہ اور
اس کے حکام کے خلاف تنقید و روک ٹوک جائز ہے۔ تو ان کی اطاعت سے
روگرانی کر کے بغاوت پھیلانا جائز ہے۔ چنانچہ اسی بنابر انہوں نے ہمیشہ خلافی
اطاعت سے بغاوت و خروج کی اور سینکڑوں فسنوں کا باعث بنے، ان کے مقابلے
یہ سمجھی فتوحہ اور علماء کو ایک جماعت اٹھی اور انہوں نے سمجھا کہ خلافی و
امر کی اطاعت واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ تو ان پر تنقید کرنا
اور ان کے مظلوم شدیدہ کے خلاف اجتیح کرنا بھی گناہ ہے۔ لہذا امر و حکام
کے احوال خواہ کئے، بڑے ہوں، ہمیں چُپ بیٹھ کر تاشہ دیکھنا چاہیے۔ بلکہ ان
کی امانت کرنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ سمجھی اطاعت امیر ہے اور اطاعت امیر فرض
ہے۔ لہذا امر کی حور و جفا کے لئے میدان ہموار ہو گیا اور جب کبھی کسی ایک
آدمی سے عالم ربی نے، امر بالمعروف و نهى عن المنکر کا سلسلہ شروع کیا اور افضل
البجه ادکلنہ الحق عَنْ الْسُّطَّانِ جَائِرٌ "پر عمل کرنا مشروع کیا سب سے پہلے
اس کی مخالفت علماء ہی کی جانب سے کی گئی کہ یہ اطاعت امیر کا منکر ہے، لہذا
باغی و خارجی ہے۔ یوں خلط فتویٰ دے گریاضین کے جو وتم کے لئے جو افہما

کیا حقیقت یہ ہے کہ اگر پہلے گروہ نے قریبی اختیار کی اور ترک، اقتدار پر ترک اطاعت کو بھی قیاس کی۔ اور اطاعت ایک باب میں تنگ نظر فی کا ثبوت دیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے تو دوسرا گروہ نے بھی افراط سے کام لے کر وجوہ اطاعت پر وجوہ اقتدار کو قیاس کر کے "اکادمی امرار کا باعث بننے اور دونوں نے امت میں فتنے کے دروازے کھوئے۔ پہلے گروہ کے ذریعے سے ہمیشہ بغاوت کا سلسلہ شروع رہا۔ اور طاک کے امن و امان کو ہر وقت خطرہ لا جتیا اور دوسرے گروہ کے ذریعے سے امرار و مسلمانین کا دست نظم آزاد ہو گیا۔ اور ہمیشہ علماء حنفی کی گرد لون پران کی تلوار بے نیام رہی اور اس وجہ سے ہزاروں علماء حنفی کا خون بہایا گیا۔ درحقیقت اس فتنے کے مضر اثرات پہلے فتنے سے کہیں زیادہ نہیں۔

مسئلہ کا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ یا امیر وقت کی اطاعت سے مراد ہے، اس کے حکم کو ادا کرنا اور اس پر عمل، اور بے شک یہ فرض ہے۔ اور اس کا تاریخ مجرم، لیکن اقتدار اطاعت سے الگ چیز ہے۔

اقدار کا مطلب ہے کہ خلیفہ و بادشاہ کے ہر حکم و قانون کو جائز سمجھا جائے اور اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی جائے کہیے حکم یا یہ قانون علط ہے۔ اس کو مثنا اور بدلنا ضروری ہے۔ پس جو قانون یا حکم، خلیفہ یا بادشاہ یا ان کے کسی نائب کے حرف سے جاری ہو، اس پر عمل کیا جائے لیکن اگر وہ علط ہے تو اس کی علطی کو ظاہر کیا جائے۔ خلیفہ کو بھی دعوت دی جائے کہیے علط ہے اسکو بدل، اور عوام میں بھی اسکے خلاف نفرت پھیلانا اور اسکے علاوہ نئے کافر ہیں پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور یہی امر بالمرد اور شیخ جنگ کا امداد، اس بے اقتدار سکے سلم کی تعمیل ہے پس اطاعت فرضی و ضروری ہے اور اقتدار خلاف شرع، امور میں ناجائز اور منزہ ہے۔

خبر افیانی مرکزیت

کوئی قوم زندہ ہنسنی رہ سکتی۔ جب تک اس کا کوئی ارضی مرکز نہ ہو، کوئی قبیلہ باقی ہنسنی رہ سکتی جب تک اس کی قائم و جاری درس کا ہدف ہو، کوئی دریا جاری ہنسنی رہ سکتا جب تک ایک محفوظ سرحد پر سے اس کا لگا فنڈہ ہو۔

نظام شمسی کا ہر شارہ روشنی اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسی ہی سے حاصل کرتا ہے۔ اسی کی بالاتر جاذبیت ہے جس نے یہ پورا مطلق کارخانہ سبق عال رکھا ہے اللہُ الَّذِي نَوَّفَ الشَّمْوَاتِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَنَهَّا طَمَّاً أَسْتَوْى عَلَى الْعَرْشِ وَنَجَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلَّ وَيْجَرِي لِلأَجْلَى مَسْتَحِي ط۔

یہی قانون الہی ہے جس پر اس کی شریعت کے تمام جامعی احکام مبنی ہیں، اس سب سے طرح اسلام نے امت کے بقار اور حق و برداشت کے لئے ہر طرح کے مرکز قرار دیئے۔ ضرورت حالہ ایک ارضی مرکز بھی قیامت تک کے لئے قرار دے دیا جائے۔

ان بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کی پناہیں کی تشریع کا یہ موقع نہیں اسلام نے اس غرض سے سرزین جہاز کو منتخب فرمایا۔ یہی ناف زمین کی آخری اور داہمی پدراستی درس معاویت کے لئے مرکزی سرچشمہ اور روحانی درس گاہ قرار پائی۔ اور چونکہ سرزین جہاز، جزیرہ عرب میں واقع تھی۔ وہی اسلام کا اولین موطن وہی اس کا سب سے پہلا سرچشمہ تھا۔ اس لئے ضرور تھا کہ اسلامی مرکز کے قریبی گرد و پیش کا بھی وہی حکم ہوتا جو اصل مرکز کا۔ لہذا تمام سرزین بھی کہ جہاز کی "وادی غیر ذمی زرع"

و چھپرے ہوئے ہے۔ اس حکم میں داخل ہو گئی۔

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الرَّغْزِيِّ الْعَلِيِّ

مرکزی ارض سے معقصود یہ ہے کہ اسلام کی دعوت ایک عالمگیر اور دنیا کی بین المللی دعوت تھی، وہ کسی خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھی مسلمانوں کی قومیت کے اجزاء تمام کرو ارض میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے۔ پس ان بکھرے ہوئے اجزاء کو ایک دائمی متحدة قومیت کی ترکیب میں قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی ایک مقام ایسا مخصوص کرو دیا جاتا جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کے لئے اتحاد و انسجام کا مرکزی نقطہ ہوتا۔ سارے بکھرے ہوئے اجزاء وہاں پہنچ گھٹ جاتے، تمام پھیلی ہوئی شاخیں وہاں اکٹھی ہو کر جڑ جاتیں، ہر شاخ کو اس کی جڑ سے نہذگی ملتی۔ ہر ہزار اس سرچشمہ سے یہ راب ہوتی۔ ہر ستارہ اس سورج سے روشنی اور گرمی لیتا ہر دوسری اس سے قرب پاتی۔ ہر فصل کو اس سے مو اصنعت ملتی۔ ہر انسار کو اس سے اتحاد دیکھانگی حاصل ہوتی۔ وہی مقام تمام امت کی تعلیم و پرداشت کے لئے ایک وسطی درس گاہ کا کام دیتا۔ وہی تمام کرہ ارضی کی پھیلی ہوئی

کثرت کے لئے نقطہ وحدت ہوتا ساری دنیا ٹھنڈی پڑ جاتی۔ پر اس کا تنور یہ بھی نہ بھتنا ساری دنیا تاریک ہو جاتی مگر اس کی روشنی بھی نہ ہوتی۔ اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باہمی جنگ و جلال اور فتنہ و فساد سے خوب رینزی کا دوزخ بن جاتی۔ بکھر بھی ایک گوشہ قدس ایسا رہا جو تمہیشہ اسن و صحت کا بہشت ہوتا اور انسانی فتنہ و فساد کی پر جھانیں بھی وہاں نہ پڑ سکتی۔

اس کا ایک ایک چہرہ مقدس ہوتا، اس کا ایک ایک ایسا کوئی خیل کے نام پر محترم ہے جاتا، اس کا ایک ایک ذرہ اس کے جلال و قدوسیت کا جلوہ گاہ ہوتا۔ خوب رینز اور کرش انسان ہر مقام کو اپنے علم و فساد کی بیمارت سے آکر دکھنے سکتا۔ پر اس کی فضائی قدریں ہمیشہ پاک و محفوظ رہتی۔ اور جب زمین کے ہر گوشے میں انسانی سرکشی اپنی مجرمانہ خداوندی کا اعلان کرتی تو دہاں خدا کی پچی بادشاہت، کا تخت نعمت و جلال بکھر جاتا۔ اور اس کا ناظل عاظم تمام بندگان حق کو اپنی طرف کھینچ بلاتا۔

دنیا پر کفر و شر کے جہاد اور احشان کا کسی اسی سخت اور بڑا وقت آجاتا مگر پھی تو حید اور بے حیل خدا پرستی کا وہ ایک ایسا گھر ہوتا جہاں خدا اور اس کی صداقت کے سوانح کسی خیال کی پیچ ہوتی۔ نہ کسی صدای کی گوشی اٹھ سکتی۔ وہ ان کی پھیلی ہوئی نسل کے لئے ایک مشترک اور عالمگیر گھر ہوتا۔ کٹ کٹ کر قومیں وہاں جڑتیں۔ اور بکھر بکھر کے نئیں وہاں سمجھتیں، پر برس طرح اپنے اشیائیوں کی طرف اُڑتے ہیں اور پر والوں کو تم نے دیکھا کہ روشنی کی طرف دوڑتے، تھیک اسی طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اس کی طرف دوڑتے اور زمین کی خشکی تری کی وہ ساری راہیں جو اس تک پہنچ سکتیں۔ ہمیشہ مسافروں اور

قافلوں سے سمجھی رہتیں؟

دنیا بھر کے زخمی دل وہاں پہنچتے اور شفا اور تندیرستی کا مریم پاتے۔ قرآن
و مصطفیٰ رسول کے لئے اس کے آغوش گرم میں آرام و مکون کی ٹھنڈک ہوتی۔ مگر ہر ہب
کی کشتوں سے آلوہہ جسم وہاں لائے جاتے اور محرومی اور نامرادی کی یادوں سے
لکھاں دل پہنچتے ہوئے اس کی جانب دوڑتے۔ تو اس کی پاک ہوا میدو
مراد کی عطریزی سے مشکلہ ہو جاتی۔ اس کے پھراؤں کی پوشیاں خدا کی محبت و پیش
کے پالوں میں چھپ جاتیں اور اس کی مدرس فضایں رحمت کے فرشتے غولی در
خون، اتر کے اپنی مخصوص مسکرات اور اپنے پاک نعمتوں کے ساتھ، مغفرت اور قبولیت
کی بشاریں بازٹتے۔

شاخوں کی شاطی چڑپہ موقوف ہے دخنوں کی چڑسالمت ہے تو
شاخوں اور پتوں کے مرچا جانے سے باعثِ اجڑنیں سکنا۔ دس ٹھنڈیاں کافی دن
جائیں گی تو میں نہیں نکل آئیں گی۔ اس طرح قوم کا مرکز ارضی اگر محفوظ ہے تو اس
کے بھروسے ہوئے مکروں کی بربادی سے قوم نہیں مر سکتی۔ سارے مکروں
مرت جائیں، اگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی شاخیں پھوٹیں گی اور نئی نئی زندگیان
بھریں گی۔ پھر جس طرح مسلمانوں کے اجتماعی طرز کے لئے نیفہ و امام کے وجود
کو مرکز بھہرا یا گی۔ اسی طرح ان کی ارضی و سمعت و انسار کے لئے عبادت کدہ ابرابھ
کا کعبہ اللہ اس کی سر زینی حجاز۔ اور اس کا حکم جزیرہ عرب، دائمی مرکز مقرر پایا
جی سعیٰ ان آیات کریمہ کے ہیں کہ

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ، الْحَرَمَ قِيَامًا لِلنَّاسِ ط

اللہ نے کعبہ کو اس کا محترم گھر بنایا۔ انسانوں کے بقار و قیام کا باغش ٹھہرا۔
وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَتَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمَّا
اور جب ایسا ہوا کہ ہم نے خانہ کعبہ کو انسانوں کے لئے اجتماع کا مرکز اور
امن کا گھر بنایا، اور
مَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمْنًا ط
جو اس کے حدود کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے لئے کسی طرح کا خوف اور ٹوٹنیں
اور یہی علت سختی تحویل قبلہ کی۔ نہ وہ جو کہ لوگوں نے سمجھی۔
وَخَيْثَ مَا كَنْ تَهْ فَوْلَوْا وَجْوَهَلَهُ شَطَرَةً۔
اور تم کہیں سمجھی ہو لیکن چاہئے کہ اپنارخ اسی کی جانب رکھو۔
کیونکہ جب یہی مقام، ارضی مرکزہ قرار پایا تو تمام افراد اقوام کے لئے لازمی
ہوا کہ جوں کہیں بھی ہوں رخ ان کا اسی طرف رہے اور دن میں پائیخ مرتبہ اپنے
قومی مرکز کی طرف متوجہ ہوتے رہیں۔ اور یہ اور یہ کہ مخلبے شمار مصالح و نکام کے
ایک بڑی مصلحت قریبیہ چیز میں یہ سمجھی ہے کہ ساری امت، تمام کردہ ارضی۔ اور
تمام اقوام عالم کو اس نقطہ مرکز سے دائمی پیوستگی بخش دی۔
وَإِذْنَنْ فِي النَّاسِ بِالْحِجَّةِ يَأْتُوكُرِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِنِي
منْ كُلِّ فِيْهِ عَمِيقَ ط
اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ پھر ایسا ہو گا کہ ساری دنیا کو یہ گوشہ
برکت کی پیغام بلائے گا، لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے دور درستے یہاں پہنچنے
اس مرکز کے قیام و بقا کے لئے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ

یہ احکام تو خاص اس مرکز کی رشتہ تھے۔ باقی رہاں کا گرد و پیش یعنی جزیرہ عرب تو گواں کے لئے اس قدر اہتمام کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم اس کا خالص اسلامی ملک ہونا ضروری تھا لہ کہ اسلامی مرکز کا گرد و پیش اور اس کا مولود و منشا ہمیشہ غیروں کے اثر سے محفوظ رہے۔

اسلام کا جب طہور ہوا تو علاوہ مشرکینی عرب کے بیووں و نصاریٰ کی بھی ایک بڑی جماعت جزیرہ عرب میں آباد تھی۔ مدینہ میں متعدد بیوویوں کے قبیلے تھے۔ خبریں انہی کی ریاست تھی۔ یہن میں تحران بہت بڑا عیسائیوں کا مرکز تھا۔ مدینہ میں آپ کی زندگی میں بیوویوں سے سرزین خالی ہو گئی۔ آخری جماعت جو مدینہ سے خارج کی گئی بنو قبۃ القاع اور بنو حارثہ کا گردہ تھا۔ امام مسلم نے ابن عمر کا قول نقل کیا ہے۔

إِنَّ يَهُودَيِّيَ النَّفِيرَ حَارِبُوْرُ سُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاجْلِيْ بَنِيَ النَّفِيرِ وَاقْرَأْ قَرْيَظَةً وَمَنْ عَلَيْهِمْ حَقُّ حَارِبَتْ
قَرْيَظَةً فَعُقْتَلَ بِرْجَالِهِمْ وَقُبِّلَمَا وَلَدَهُمْ وَلِسَلَّمَ
بَنِيَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بِعَصْنَمَ حَقُّوْرُ سُوْلَ اللَّهِ فَامْنَهُمْ
فَأَسْلَمُوْا وَأَجْلِيْ يَهُودَ الْمَدِيْنَةَ كَلْمَمَ بَنِيَ قَنْفِعَ وَهُمْ
قَوْمٌ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّمَ وَيَهُودَ بَنِيَ حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُودِيِّ
كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ .

بخاری و مسلم میں اس آخری اخراج کا دفعہ برداشت حضرت ابو ہریرہ مروی ہے۔ آپ صحابہ کو ساختہ لے کر بیوویوں کی تعلیم گاہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا

وائی طور پر اس کو صرف اسلام کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ جب تک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی امت کے لئے اس مرکزیت کے مطلوب مقاصد و مصالح حاصل نہ ہو سکتے۔

چنانچہ اسی بنابر سلامانوں کو حکم دیا گیا ائمہ المشتبہ کوں بخشن فَلَا يَعْرِجُ بِعَوْنَى
الْمُسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ حَامِيْهِمْ هَذِهِ۔ مسجد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کے لئے مخصوص ہیں، اب آئینہ کوئی غیر مسلم اس کے قریب بھی نہ آنے پائے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ وہاں غیر مسلم نہ آئیں بلکہ کسی حال میں داخل عجی نہ ہوں۔
مجہور اہل اسلام نے انفاق کیا کہ مسجد حرام سے۔ صرف احاطہ کعبہ ہی نہیں ہے بلکہ تمام سر زین حرم ہے۔ اور دلائل و مباحث اس کے اپنے مقام پر درج ہیں۔

اس طرح احادیث صحیحة و کثیرہ سے جو حضرت علیؓ سعد بن و قاصؓ، جابرؓ
ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن زیدؓ، رافع بن خدیجؓ، سہیل بن حنیفؓ، وغیرہم اجلہ صحابہ
سے مروی ہیں، ثابت ہو چکا ہے کہ مدینہ کی زمین بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اور دلوڑ اس کے حدود ہیں۔

الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ بَنِيَ عَلَيْهِ الْوَرَاحِيَّةُ الشَّنَّانُ اور روایت معاوی
إِنَّ أَحْرَمَ مَا بَيْنَ الْأَيْمَنِ الْأَيْمَنِيَّةِ إِنَّ يَعْطِمُ عَضَاهَا وَيُقْتَلُ صَبَّاهَا
راواہ مسلم اور روایت اس متفق علیہ کہ
اللَّهُ حَمَّانُ الْبَرَاهِيْمُ حَرَامٌ مَكَّةُ وَالْأَيْمَنُ الْأَيْمَنِيَّةُ
خدایا برائیم نے مکہ کو حرم ٹھہرا یا اور میں مدینہ کو حرم ٹھہرا تا ہوں۔

يَا مُعْشِرَ الْيَهُودِ وَالسَّلِيمُو تَسْلِيمُو. اسلام قبول کرو۔ بخات پاؤگے پھر فرمایا۔
اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي أَرِيدُ أَنْ أَجْلِسَكُمْ مِّنْ هَذِهِ
الْأَرْضِ فَنَّ وَجْدًا مِّنْكُمْ بِمَا لَهُ شَيْئًا فَلَيُسْبِغَهُ وَالْأَفْاعَلُمُوا أَنَّ
الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تم کو اس ملک سے خارج کر دیوں۔
پس اپنا مل متعار فروخت کرنا چاہو تو کر دو ورنہ جان رکھو کہ اس ملک کی حکومت
صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہے۔

جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو دو مقام ایسے رہ گئے تھے جہاں
سے یہود اور نصاریٰ کا اخراج نہ ہو سکا۔ بغیر اور بخراں۔ لپس آپ نے وصیت فرمائی
کہ آئندہ جزیرہ عرب صرف اسلام کے لئے مخصوص کر دیا جائے جو غیر مسلم اس ملک
میں باقی رہ گئے ہیں، خارج کر دیے جائیں۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے۔

أَخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ طِ اس میں پہلی روایت یہود مریثہ
کے اخراج کی لائے ہیں جو اپنگزہ مچکی ہے۔ دوسری روایت حضرت عبد الدین بن عباس
گی ہے۔ انحضرت صلح نے مرض الموت میں تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ایک یہ
تھی، اخراج جو ملشہر کوں میں جزیرہ عرب حافظاً بن پھر لکھتے ہیں باقی صلح
حکلی ذکر الیہود کا نہم میو حکل دونَ اللہ تعالیٰ الا القبیل و مع خالک
امور باخراجهم فیکوں اخراج غایرہم من الکفار بطریق اولی
فکم الباری طبعی امام بخاری نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا ہے اس
میں استدلال یہ ہے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں یہودی سب سے زیادہ توجیہ کے
تمال ہیں، ان کو خارج کیا گیا تو دیگر مذاہب کے اخراج کا وجوب بر جمہ اوٹی ثابت

ہو گیا۔ پس حاجت لقریح نہیں۔

حضرت عمر کی حدیث میں یہود و نصاریٰ کا الغطہ ہے۔ لَا يُخْرِجُنَ الْيَهُودَ
وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا يَأْتِيَ الْأَدْمُ الْمُسْلِمُونَ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَأَحْمَدٌ وَالترْمِذِيُّ حَدَّثَنَا طَ
ابو عبیدہ بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

أَخْرَجَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَرْ جُوْنَ
أَخْرَجَ جُوْنَ يَهُودَ مِنْ الْجَمَارِ وَأَهْلَ بَحْرَانَ مِنْ جَزِيرَةِ
الْعَرَبِ ط

حضرت عائشہ صدریۃ کی روایت میں اس کی علت بھی واضح کر دی ہے۔
أَخْرَجَ مَا عَهَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ قُلْ لَا يَأْتِيَ
بِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ) لِمَنْ سَبَّ سَبَّ سے آخری وصیت
رسول اللہ کی یہ تھی کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں، صرف اسلام ہی کے
لئے خاص ہو جائے۔ امام مالک نے موظا میں عمر بن عبد العزیز را در ابن شہاب
کے مراسل نقل کئے ہیں، اور سعودی وغیرہم نے بھی باب باندھا ہے۔
أَخْرَاجُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ۔ عُمَرُ بْنُ
عَبْدِ الْعَزِيزِ کی روایت میں ہے۔

كَانَ مِنْ أَخْرَجَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ اللَّهَ قَاتِلُ اللَّهِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى۔ اتَّخَذُوا وَاقْبُورًا لِبَيْانِهِمْ
مَسَاجِدًا۔ لَا يَمْقِيَانِ دِينَانِ يَارَضِ الْعَرَبِ بِهِ۔ اور مابن شہاب کا

نفعہ ہے۔ لَا يَجْعَلُهُمْ دِيَنَّا نَفَادِ الْعَرَبِ ط

حضرت عَمَّارُ العَزِيزُ نے آخر تکلم، قاتل اللہ ایمُوہود والنصراءٰ جو نقل کیا ہے تو حضرت عائشہ سے صحیح وغیر صحیح بطریق رفع بھی ثابت ہے۔

حافظ لوزی نے گوام بنواری کا اتنا ع کیا اور اجلاءُ الیمُوہود کا باب استدالاً کا فی سمجھا۔ لیکن حافظ منذری نے تلحیص مسلم میں، اخراجُ الیمُوہود والنصراءٰ میں، جن زیرۃ العرب کا الگ باب باندھ کر جنریرہ عرب والی روایتیں۔ روایات اجلاءِ یہود سے الگ کردی ہیں۔ یہ وصیت بنوی علاوه طریق بالا کے مسئلہ امام احمد مسندِ حیدری، سنن بیہقی وغیرہ میں بھی مختلف طریقوں سے مردی ہیں اور سب کا مضمون متحدہ اور باہم درگ راجح و تبین اور اعتقاد و تقویت کا حکم رکھتا ہے۔

احکام شرعیہ و قسم کے ہیں، ایک قسم ان احکام کی ہے جن کا تعلق افراد کی اصلاح و ترقیہ سے ہوتا ہے، جیسے تام اور فرالفن و واجبات دوسرے وہ میں جن کا تعلق افراد سے نہیں بلکہ امت کے قومی اور اجتماعی فرالفن اور ملکی سیاست سے ہوتا ہے، جیسے فتح ممالک اور قواٹین سیاسیہ و طلبیہ۔

ستہ الہی یوں واقع ہوئی ہے کہ پہلی قسم کے احکام خود شارع کی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر ان کی تکمیل کا اعلان کر کے۔ لیکن دوسری قسم کے لئے ایسا ہونا ضروری نہیں۔ بسا احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے نفاذ اور وقوفہ کے لئے ایک خاص وقت مطلوب ہوتا ہے اور وہ شارع کے بعد بتدیر پہنچ تکمیل و تنفیذ پاتے ہیں پس ان

کی نسبت یا تو بطریق پیش گوئی کے خبر دے دی جاتی ہے یا اپنے جانشینوں کو

کو وصیت کردی جاتی ہے۔

یہ معاملہ اسی دوسری قسم میں تھا کہ اس کا پورا پورا نفاذ اخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں ہو جاتا۔ آپ نے یہود مریہ کے اخراج سے عمداً نفاذ شروع کر دیا ہی وہ خبر سے ابتداء میں شرط کر لی تھی۔ کہ جب ضرورت ہوگی اس سرزہ میں سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔

پھر تکمیل کے لئے اپنے جانشینوں کو وصیت فرمادی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تکمیل کا وقت آگیا۔ اور یہود خبر نے طرح طرح کی شرارتیں اور نافرمانیاں کر کے خود ہی اس کا موقع پہنچا دیا۔ پس حضرت عمرؓ نے اس وصیت کی تحقیق کی، اور جب پوری طرح تصدیق ہو گئی تو تمام صحابہ کو جمع کر کے اعلان کر دیا۔ سب نےاتفاق کیا اور یہود خبر و فدک سے خارج کر دیئے گئے۔ اس طرح بھروسے بھی عیسائیوں کا اخراج عمل میں آیا۔ امام زیری نے ابن سنتہ سے اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔

مَاذَا عَمِّرْتُ وَجَدَ النَّبِيُّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ
لَا يَجْعَلُهُمْ جَنَّاتَةَ الْعَرَبِ دِيَنَّا نَفَادِ
أَهْلَ اللَّهِ بَيْنَ حَدَّهُمْ فَلَيَأْتِ بِهِ أَنْفَدُهُمْ وَإِلَّا فَإِنِّي مُجْكِمٌ
فَاجْلِهُمْ أَخْرَاجَهُمْ أَبْنَى أَبْنَيْهِمْ

امام بنواری نے یہود خبر کے اخراج کا واقعہ کتاب الشروط کے باب اذ الشیط
فِي الْمَرَادِ عَنْ إِذَا شَلَّتْ أَخْرَجْتَ میں درج کیا ہے اور ترجمہ میں استدال
ہے کہ یہود خبر کا تقریبہ ہے ساری دشمنی و شرط تھا۔ بالاستدلال نہ تھا۔ مانو

عقلانی لکھتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے اجلاء کردہ اہل کتاب کی تقدیر چالیس بزرگ
منقول ہے۔

پس صاحب شریعت کے قول و عمل ان کے آخرین محات حیات کی وصیت
حضرت عمرؓ کے شخص و تصریق تمام صحابہ کے اجماع واتفاق سے یہ بات ثابت
ہو گئی کہ اسلام نے سہیشیہ کے لئے جزیرہ عرب کو صرف اسلامی آبادی کے لئے
خنسوس کر دیا ہے۔ الایہ کہ کسی مصلحت سے خلیفہ وقت عارضی طور پر کسی گروہ کو
داخل ہونے کی اجازت دے دے اور ظاہر ہے کہ جب وہاں غیر مسلموں کا قیام
اور دو دینوں کا اجتماع، شریعت کو غلوت نہیں تو غیر مسلم کی حکومت یا حاکما نہ کرنی
و بالآخر کو جائز رکھنا کب مسلمانوں کے لئے جائز ہو سکتا ہے۔

باقی رہائی سندھ کہ جزیرہ عرب سے مقصور کیا ہے؟ تو یہ بالکل واضح ہے۔
اس کے لئے کسی بحث و نظر کی ضرورت ہی نہیں۔ لفظ حدیث میں جزیرہ عرب
کا فقط وارد ہے اور عقلًا و اصولاً معلوم ہے کہ جب تک کوئی سبب قوی موجود
نہ ہو کسی افظع کے منطق اور عالم و متعارف مدلول سے انحراف جائز نہ ہوگا اور
نہ بلا مخصوص کے قیاسًا تخصیص جائز شارع نے "جزیرہ" کا افظع کہما اور دنیا میں
اس وقت سے لے کر اب تک جزیرہ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پرہنسان
کر رہا اور جان رہا ہے۔ پس جو مطلب اس کا سمجھا جانا تھا اور سمجھا جانا ہے وہی سمجھا
جائے گا۔

تمام موظین اور زیر افرانیہ نگاران قدیم و جدید متفق ہیں کہ عرب کو جزیرہ اس
نے کہا گیا تین طرف سمندر اور ایک طرف دریا کے پانی سے محصور ہے یعنی تین

طرف بحیرہ رینہ، خلیج فارس، بحیرہ احمر و قلمروں میں۔ ایک طرف دریاۓ دجلہ و فرات۔
فتح الباری وغیرہ میں ہے قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب لان بحیرۃ قلنہ
وبحیرۃ الحبیشۃ والقرارات والذ جملۃ الحاطۃ بہا اور صمی کا قول ہے لامہ
البحار بہا یعنی بحیرۃ الهند والقلنڑ وبحیرۃ الحبیشۃ دو جملۃ
ثانية میں امام زیری کا قول نقل کیا ہے سمیت جزیرۃ لان بحیرۃ الفاویں
وبحیرۃ اسودان احاطا بیچامنیہما واحاطا بالجانب الشمالي وجملۃ فرات
یہی قول ارباب لغت کا بھی ہے قاموں میں ہے جزیرہ عرب احاطت یہ
بحیرۃ الهند والشام ثم دو جملۃ وانفرات پروفیسر پٹرس بستانی نے بھی (جو
زمانہ حال میں شام کا ایک مشہور ہی مصنف گزار ہے) اور جس نے عربی میں
انسانیکو پڑی یا لکھنی شروع کی تھی "تحمیلۃ المحيط" میں یہی تعریف کی ہے۔
حاصل سب کا یہی ہے کہ جزیرہ عرب دو سر زمین ہے جس کے میں جا ب
سمندر ہیں اور شمالی جانب دریاۓ دجلہ و فرات، سب سے زیادہ مفصل جغرافیہ
یاقوت حموی نے سهم المبدان میں دیا ہے۔ اس سے زیادہ جامیع و معترکتاب عربی
میں جغرافیہ و تقویم المبدان کی کوئی نہیں۔

انما سمیت بلاد العرب جزیرۃ العرب لاحاطۃ الانهار
قنتارین ثم الخط علی اطراف الجزايرۃ وسواحل العراق حتى
رتفع في البحر في ناحیة البصرة والأیلہ. وامتداداً إلى خنان
وأخذ البحر في ذلك الموضع مقرر بالبلاد العرب ط
خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عرب اس لئے جزیرہ مشہور ہوا کہ سمندر دوں اور

دیاول سے کھڑا ہوا ہے صورت اس کی یوں ہے کہ دریائے فرات بدر دم سے متروع ہوا اور قفترین کے لواح میں عرب کی سرحد پر ظاہر ہوا۔ پھر عراق میں ہوتا ہوا الجہہ کے پاس سمندر میں جاگا۔ دہاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا اور قطیف و دھبہ کے کناروں سے ہوتا ہوا عمان اور شام سے گزرا گیا۔ پھر حضرموت اور عدن ہوتا ہوا کھم کی جانب یمن کے ساحلوں سے ٹکرایا۔ حتیٰ کہ جدہ سمندر ہو جو مکہ و مجاہر کا ساحل ہے۔ پھر ساحل طور اور خلیج ایلیہ پر جا کر سمندر کی شاخ ختم ہو گئی۔

پھر سرزمین طور شروع ہوتا ہے اور قلزم سمندر ہوتا ہے۔ اور اس کا سلسہ بل فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا، سرزمین صور و ساحل اردن تک بیروت ہنچتا ہے اور آخر میں پھر قفترین تک منتهی ہو کر وہ جگہ آتی ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا۔ پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم ہے۔ بحر احمر و قلزم کی درمیانی خلکی بھی پانی سے خالی نہیں، کیونکہ سودان سے دریائے نیل دہاں آپنچتا ہے اور قلزم میں گرا ہے۔ یہی جزیرہ ہے جس سے عرب کی سرزمین عبارت ہے۔ اور یہی عرب اقوام کا مولود ہنچتا ہے۔ انہما المفصا، جلد ۱۲ ص ۱۳)

اس تفضیل سے واضح ہو گیا کہ جزیرہ عرب کے حدود کیا ہیں۔ عرب کا الفشہ اپنے سامنے رکھو اور اس پر سند رجہ بالا تحفظیہ منطبق کر کے دکھو۔ اور پر شمال ہے۔ داہنے سے مشرق، باہنے مغرب۔ سے گزرتا ہوا دجلہ میں مل جاتا ہے۔ پھر دلوں مل کر خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ فرات کے پیچے دجلہ کا خط ہے، اسی پر بغداد واقع ہے۔ خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قصیف وہ بحر کھری خلیج تنگنا نے سرزمیں سے لکھ کر سقط عمان کے کنارے سے گزرتا ہے۔ اہم اس کے

بعد یہ بحر علاں سمندار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت موت کا ساحل دیکھو گے۔ پھر عدن اگذا۔ اور باب المنذب سے جوں ہی اگے بڑھے بحر احمر شروع ہو گیا۔ پونکہ اس کا مغربی ساحل افریقہ و صش میں مفصل ہے۔ اس نے قدیم جغرافیہ میں اس کو بحر صش بھی کہتے ہیں۔ بحر احمر کے کنارے پہلے یمن سے لے لے گا پھر عدن اس کے بعد ساحل چڑا جاتی کہ سمندر کی شاخ پتی ہو کر طور سنتا ہے منتهی ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی خلیج عقبہ کی شاخ نموداد۔ اب صدر کی سرزمیں شروع ہو گئی۔ ہر سو زمکن بننے سے پہلے یہ خلکی کا ایک ٹکڑا ہے جس کو بحر احمر نے متوسط سے جدا کر دیا تھا۔ اس نے صاحب مجسم نے یہاں دریائے نیل کا ذکر کیا جس کو اس درمیانی قطعہ خلک کی بائیں جانب دیکھ رہے ہو۔ وہ قاہرہ سے ہوتا ہوا سمندریہ کے پاس سمندر میں گرتا ہے پس اگرچہ اس زبان میں ٹکڑا خلک کی تھا۔ مگر سمندر کی جگہ دریائے نیل کا خطہ آبی موجود تھا۔ اس کے بعد بحر متوسط پر جس کے ابتدائی حصہ کو قدیم جغرافیہ بحر احمر و شام سے موسوم کرتے تھے۔ اس پر برد واقع ہے۔ اور ساحل کے اندر کی جانب دیکھو گے تو پھر دسی مقام سامنے ہو گا جہاں سے دریائے فرات سمندر ہو کر خلیج فارس کی جانب بڑھا تھا۔

پس یہ مشکلہ نہ ملکر ہے جو اس تمام بحری احاطہ کے اندر دا قع ہے بحر خلکی کا ایک حصہ شمال میں فرات کے باہر جائز نظر آتا ہے۔ یعنی سرحد شام پری مشکلہ نہ ملکر، جزیرہ عرب ہے۔ قدیم وجدید جغرافیہ لکھاریں پر متفق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے "جزیرے" اور جزیرہ نما ہونے میں سب سے اہم وجود دریائے دجلہ و فرات کا ہے کیونکہ اگر یہ عرب کے عدد سے کوئی مفصل لعلق نہیں رکھتے۔ تو پھر اس کی ایسی سورت ہی باقی نہیں رہتی جس پر جزیرہ کا اللہ

ہو سکے یعنی شمال کی جانب بالکل خشک رہ جاتی ہے۔ یعنی وجہ ہے کہ جس کسی نے عرب کی تعریف کی۔ احاطہ بحیرہ روم پر کا لفظ کہہ کر واضح کر دیا کہ جانب شمال، و جنوب ک پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ ہوئے نے مقامات کے نام کے کر حدود متعین کئے۔ انہوں نے بھی صاف کہہ دیا کہ شمالی حدود جلد ہے ہنایہ مجتمع البلدان اور فتح ایباری میں اصمی کا قول متفق ہے۔

مِنْ أَقْصَى عَدَنِ إِلَى بَيْنِ رِيفِ الْعَرَقِ طَوْلًا وَمِنْ جَدَةٍ
وَسَاحِلِ الْجَرَالِ إِلَى أَطْرَافِ الشَّامِ عَرْضًا.
کرمانی نے کہا۔

جَنَانُ عَدَنِ إِلَى رِيفِ الْعَرَقِ طَوْلًا وَمِنْ جَدَةٍ إِلَى الشَّامِ عَرْضًا

سری قاموس میں ہے ایسا ہی ابن الجی سے مردی ہے و قاعدہ بک ططلبا و کنے قریم وجدر کتب سے اخذ کر کے عربی میں اعریفیات لانا و عجاید المخترا فیہ کلمی اس میں یہی حدود ہیں۔ پس صاحب مجتمع کی تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت ہو گیا کہ جزیرہ عرب، طولی میں عدن سے لے کر عراق کی تراوی تک اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی جنوب شمال میں دہنی جانب دجلہ ہے۔ اور اگر عرض کا خط کھینچیں تو بائیں جانب شام۔ آج کل کے جغرافیوں میں بھی دری سے یہی حدود بتلاتے جلتے ہیں۔

پچھم میں بحر احمر، جنوب میں بحر سند پورب میں خلیج فارس اور دکن میں ملک شام۔

اس مجتمع البلدان میں عراق کی وجہ تمییز بیان کرتے ہوئے لکھا ہے اسی اینہا السفل ایقون العرب ب۔ یعنی عراق اس لئے نام ہوا کہ زمین عرب کا سب سے زیادہ پلا حصہ ہے۔ اس سے سمجھی شدت ہوا کہ عراق عرب میں داخل ہے۔ البته عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار واقع ہے اسیں داخل نہ ہوگا۔

فِكْرِي وَ حَدَّثُ مَا وَرَأَتِ فِكْرِي مَرْكَزِيتِ

قرآن کہتا ہے اقتدار اعلیٰ وقت حاکمہ صرف خدا کے لئے مانی جائے۔ اس کے سو اکسمی کوہ یعنی بخوبی کہ اس کے سامنے سر نیاز ختم کیا جائے۔ اور انہی پہلوں کو جملہ کیا جائے۔ وہی وحدۃ لاشریک لہ ہے۔ صرف وہ ایک ہی اس لائق ہے کہ اس کے لئے قوت حاکمہ اور اقتدار اعلیٰ مانی جائے۔ وہی ایک صرف اس قابل ہے کہ بنی انواع انسان کے دلوں پر حکومت کرے وہی اس کا منطق ہے کہ جوں نیاز وہ عرب فوج اس کے سامنے ختم کی جائے دل و دماغ میں صرف اس کا خوف ہمانے، امید میں اسی سے والبستہ کی جائیں۔ حاکم و باڈشاہ شاہنشاہ دو اضعی قانون، شارع و قانون سذ صرف اس کو مانا جائے۔ ماننے کے لائق اور تسلیم کے قابل صرف اس کا قانون ہو سکتا ہے۔ صرف اس کے لئے جانی دمال قربانی کی جائے۔ ایضاً وہ فدا کاری کے لائق صرف دیکھی جائے۔ وہی سبھے جس سے محبت کی جائے۔ اور دل رکابیا جائے۔ اسی سے ڈالیا

جاءے۔ اس کے سوا کوئی پناہ کا نہیں۔ کوئی مادی دل جانہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو نفع پہنچا سکے۔ یا ضرر سے سکے۔ وہ جس کو عذر دینا چاہیے تو کوئی طاقت اس کو روشنے والی نہیں، اگر وہ کسی نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے بالغ روک نہیں سکتا، وہی لاہے، وہی معبود وہی رب، وہی حاکم الہ الہ الحکم والامد، حیر وار، اس کے لئے حکومت ہے اور اسی کا امر قابل قبول ہے۔ کوئی نہیں جس کا حکم مانجاے کوئی نہیں جس کا امر تسلیم کیا جائے۔ انسان کے ظاہر و باطن پر صرف اسی کی حکمرانی ہے، تو پھر تمہارے قلوب و اعمال و افعال و کار و بار زندگی میں اسی کی حکمرانی کیوں نہ ہو۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا مختلف قسم کے الہ و معبود بناتی ہے۔ کہیں انسانی استبداد و استعباد کے وہ ہبیب بُت ہیں، جنہوں نے اپنی غلامی کی زنجروں سے خدا کے بندوں کو بکرو دیا ہے۔ اور ان کی قوت شیرطائی کے منظاہر کو ہی حکومتوں کے جبر و تسلط کی صورت میں کبھی دولت و مال میں اور عزت و جادہ کے عزوف میں، کبھی جماعتوں کی رہنمائی و حکمرانی کے ادارے میں اور کبھی علم و فضل اور زندگی و تعلوی کے لغمہ میں۔ غرضیکہ مختلف مسلکوں میں اور مختلف نامہوں سے، اللہ کے بندوں کو اللہ سے چھینتا چاہتے ہیں۔ اور کہیں جاندی اور سونے کے ڈھیروں کے بت اور کہیں قیمتی کپڑوں میں اور موڑوں اور کھلبوں اور کھلیوں کے بت اور اس میں لیدروں و حکام کے بت ہیں۔ کہیں خواہشات نفوسانی کے بت ہیں۔ رسول عربی کے وقت میں تو ہم سو سال تھے جن سے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں، لیکن آج ان کی امت میں توہر چمکلی سنتی لات اور منات کی قائم مقام ہے اور حاکم۔ ریس اور حاکم رئیس اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے ہر

خوش بہاس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے۔ پوری ملت موحداً ان کی پوجا و پرستش میں مشغول ہے۔ پس قرآن کہتا ہے یہ سب کچھ جو تم کر رہے ہو، شرک ہے اور کفر ہے۔ یہ اس کی صفات میں سا جھی شہر نامہ، اور اس کی حاکیت میں غیر وہ کو ہیں و حصہ دار بنانا ہے جس کا مثال انقران کا اولین فرض ہے۔ غرضیکہ اسلام کسی ایسی اقدار کو تسلیم نہیں کرتا جو شخصی ہو۔ یا کہ تھواہ دار حاکموں کی بحکمی بھی ہو۔ وہ آزادی الحب بجهورت کا ایک مکمل نظام ہے۔ جو نوع انسانی کو اس سے چھپنی ہوئی آزادی واپس دلانے کے لئے آیا تھا۔ یہ آزادی پاٹشاہوں اور اجنبی حکومتوں خود غرض مذہبی پیشواؤں اور سو سائی کی طاقتوں اور جماعتوں نے غصب کر کچھی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ حق طاقت و قلبہ کا نام ہے لیکن اسلام نے ظاہر ہوتے ہی اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں ہے۔ بلکہ خود حق ہے اور خدا کے سوار کسی کو سزاوار نہیں کہ بندگان خدا کو اپنا حکوم اور خلام بنائے، اس نے امیاز اور بالادستی کے تمام قومی و قومی مراتب یا کافلہ مٹا دیتے۔ اور دنیا کو تباہ دیا کہ سب انسان درجہ میں برابر ہیں۔ اور سب کے حقوق برابر ہیں۔ لسلی، قومیت اور نگاہ معاشر ایسا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ صرف عمل ہے اور سب سے بڑا وہی ہے جس کے کام سب سے اچھے ہوں۔

اَتْ اَكُوْمَلْمَعْبُدَ اللّٰهِ الْفَالُوْ ط اَسْ كَا طَرَةٌ اَمْيَازُ اَوْ خَصْوَصِي نَشَانٌ
ہے انسانی حقوق کا یہ وہ اعلان ہے جو انقلاب فرانس سے گیا رہ سو بر سر پہلے
ہوا۔ یہ صرف اعلان ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک عملی نظام تھا۔ جو مشہور مورخ گینہ کے
لغظوں میں اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا۔ پیغمبر اسلام اس کے چالشینوں کی حکومت،
اور حاکم۔ ریس اور حاکم رئیس اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے ہر

ایک معمولی برد آنکھا اور یا محمد کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بدودی حاضر ہوا اور ڈرتا ہوا خدمت بنوئی میں آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا تم مجھ سے ڈرتے ہو۔ میں اس مان کا پیشی ہوں جو تردد کھاتی تھی۔ سبحان اللہ تعالیٰ
چ عظمت وادہ یارب نجلق آن عظیم الشان
کہ اتنی عبده گوید جاتے قول سبحانی
ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت بنوئی میں بھیجا چاہا۔ اس نے باپ سے پوچھا کہ اگر حضور اندر تشریف فراہوں تو میں کیوں کر آوانزوں۔ باپ نے کہا۔ جان پدر کاشانہ بیوت دربارِ قصیر و کسرے نہیں ہے حضور کی ذات تجویز مکبرے پاک ہے، آپ اپنے جان شاروں سے تبر فتح نہیں کرتے۔ تو احمد کہہ کر پکارنا۔ سبحان ادیگیا عالم سخا ترویت یا فلکان بنوئی کا۔ کیا دنیا بھول گی کہ سماںوں نے اپنے رسول صلیم اور خلفاء رے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ناموں سے پکارا اور اپنے خلفاء کو بات پر ٹوکا۔ ان پر سخت اعراض کئے۔ ان کو خطبہ دیتے ہوئے روک دیا اور اس وقت تک خطبہ نہیں دینے دیا جب تک۔ خلیفہ اپنی صفائی نہیں پیش کر لے۔ اپنے خلفاء کو تلوار کی دھماکہ اور نیزہ کی آنی اور تیر کے پھل سے درست کرنے کی دھمکی دی۔ اور خلفاء نے ان بالوں پر سجائے نارا ضم ہونے کے خریکیا اور خوشی کا اٹھا کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کی کہ الحمد للہ تعالیٰ یہ حق کو امت میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں آج بادشاہوں اور بریاسلوں کو چھوڑ کر صرف اپنی قوم کے ان لوگوں کو دیکھو جو کے پاس جاندار کا کوئی حقہ یا چاندی سونے کا پکھر حصہ جمع ہو گیا ہو۔ ان میں بہت سے لوگ دولت کو

ایک معمولی برد آنکھا اور یا محمد کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بدودی حاضر ہوا اور ڈرتا ہوا خدمت بنوئی میں آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا تم مجھ سے ڈرتے ہو۔ میں اس مان کا پیشی ہوں جو تردد کھاتی تھی۔ سبحان اللہ تعالیٰ
چ عظمت وادہ یارب نجلق آن عظیم الشان
کہ اتنی عبده گوید جاتے قول سبحانی

ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت بنوئی میں بھیجا چاہا۔ اس نے باپ سے پوچھا کہ اگر حضور اندر تشریف فراہوں تو میں کیوں کر آوانزوں۔ باپ نے کہا۔ جان پدر کاشانہ بیوت دربارِ قصیر و کسرے نہیں ہے حضور کی ذات تجویز مکبرے پاک ہے، آپ اپنے جان شاروں سے تبر فتح نہیں کرتے۔ تو احمد کہہ کر پکارنا۔ سبحان ادیگیا عالم سخا ترویت یا فلکان بنوئی کا۔ کیا دنیا بھول گی کہ سماںوں کا نام، سماں پرستی اور کھاکھلات تقطیع و تمجیل عجیب و غریب القاب ہیں؛ جو ملوک و سلاطینِ عالم کے ناموں کے پہلے نظر آتے ہیں اور جن کے بغیر ذات شاہانہ کی طرف اشارہ کرنا بھی سوچا ادب کی اخیر حد ہے۔ مگر مرقع خلافت اسلامیہ میں ان کی مثل ڈھونڈنے ممکن ہے کارہنگا۔ ایک اتنی مسلمان اٹا ہے اور یا ایوب کڑا اور یا عمر خا کہہ کر پیکارتا ہے۔ اور خوشی سے جواب دیتے ہیں ہے
زیادہ سے زیادہ جو الفاظ تعظیمی استعمال ہو سکتے ہیں و خلیفہ رسول اللہ اور امیر المؤمنین ہیں۔ جو بدرجہ نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ امراء و حکام ملک بھی اسہی الفاظ سے خلفاء کو خطاب کرتے تھے اور عوام اور عرب زبانی خود کو محضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہی حالت تھی۔ آپ اپنے تھے لفظاً قاد مید سننے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

کہ ان کے اور ان کے مصا جوں کے لئے آتش کر دے تیار ہوں گے اور ان کی
 خاکست کو تند و قیز بہوا کے جھونکوں میں اٹتے دنیا بیجھے گی۔
 آج ارض دسماں بھر ویر اور فضائے آسمانی و خلاء آسمانی میں ان کی ہلاکت و
 بر بادی کی آڑ صیاں چل رہی ہیں اور مردِ مومن کی چشم بصیرت کو یہ تماشہ انقلاب
 اُمم و استبدالِ دُول و اقوام کا لفظ آرہا ہے۔ اس کی ۲۰ تکیں وہ سب کچھ دیکھ
 رہی ہیں جو ان کی بر بادی و تباہی کا سامان ہو رہا ہے۔ آج کی رفتار بر بادی کی
 روانی، سیل و نہار کی گردش، اقوام و طل کے تغیرات، گروشن زمانہ کی تحریک
 افراد و اشخاص کے نفسیاتی تکوں پر بری اذہان و قلوب کے میلانات، طبلائے
 انسانی کے رجحانات، یہ سب بتا رہے ہیں بناروہ و فراعنة دور حاضر کی ہلاکت
 و غلامکت تباہی و بر بادی خزان و مقبرہ ریت کا وقت بالکل قریب آچکا ہے۔ وہ
 وقت دور نہیں جب کہ ان کی دولت و مال، عز و جاه کے جنازے نکلیں گے اور یہ
 صفحہ سنتی سے یوں مٹائے جائیں گے کہ تاریخ عالم میں ان کے افنا نے رہ جائیں گے
 اور نام و نشان باقی نہ رہیں گے۔ ان کی اس تباہی و بر بادی پر کوئی نوحہ و ماتم کرنے
 والانہ ہو گا۔ نہ زمین ان پر ترس کھائے گی اور تہہ ہی آسمان روئے گا۔

فَمَا يَكْتَمُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا أَسْتَهْجِنُ ط
 إِنَّ الْحَكْمَةَ إِلَّا لِلَّهِ. لوگ دنیا میں سینکڑوں قوتوں کے حکوم ہیں، ماد
 باپ کے حکوم ہیں، دولت احباب کے حکوم ہیں۔ استاد و مرشد کے حکوم ہیں۔
 امیروں حاکموں اور بادشاہوں کے حکوم ہیں۔ اگر یہ وہ دنیا ہیں بغیر کسی زنجیر اور
 بیڑی کے آئے تھے، منکر دنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈالی دی ہیں۔

تمام فضیلتوں کا منبع قرار دیتے ہیں، اور اس لئے یہاں پیشوائی کے مدعا ہیں۔
 ان میں بہت سے فراعنة اور شمارہ تم کوایے ہیں گے۔ بن کا نام اگر ان خطابوں
 سے الگ کر کے زبان سے نکالا جائے جو جان کے شیطانی جنہاً و عزوف نے گھستر لئے ہیں۔
 یا حکومت کی خوشابد و علامی کا اصطلاح نے کہ حاصل کے ہیں تو ان کے چہرے غضب
 کے درندوں کی طرح خود خوار ہو جاتے ہیں۔ اور چارپائیوں کی طرح بیجان و غصہ
 و غلاظت کو روک نہیں سکتے۔ ان بدترین نسل فراعنة سے کوئی نہیں پوچھتا کہ
 یہ کیا نمرودیت و فرعونیت دشیطانیت ہے۔ کیا ہے جس نے ان کے نفسوں کو
 مفرود کر دیا ہے اور وہ کوئا دردشہ رحمت و جلال ہے۔ جو بکسر اور عزوف کی
 طرح ان کو اپنے موہث اعلیٰ فرعون اور نمرود سے طالہے۔ اگر دولت کا گھنڈ ہے
 تو مجھے اس میں شک ہے کہ ان کے پاس جہل کی طرح دولت بھی کیڑھے اور
 اگر ان پرستاروں اور مصا جوں کا انہیں عزوف ہے جو علامی اور دولت پرستی کے
 کیڑھے ہیں۔ تو میں یہ باور کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں پاتا کہ دنیا کے مفرود و
 مستہ بادشاہوں سے بھی بڑھ کر اپنے پرستاروں اور علاموں کا حلقة اور گرد
 دیکھتے ہیں۔ بہر حال کچھ ہو مگر میری آداز کا ہر سامع آج انہیں ان کی ناکامی کا پیغام
 پہنچا دے۔ اب ان کی تباہی و بر بادی کا آخری وقت آگیا۔ وہ دنیا جس نے حکمران
 میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو عرق ہوتے دیکھا تھا اور اس طرح کے ان
 تکشے ہزاروں دیکھ جی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کے اندر بھر جوست
 و صداقت میں جس کی موجیں نہ صرف نام ہی میں بلکہ حقیقت میں بھی احمد ہوں گی۔
 ان مفرود یہاں کے عرق ہونے کا تاشہ دیکھ لے گی وہ وقت دور نہیں جب

لیکن مومن و مسلم ہستی وہ ہے جو صرف ایک ہی کی حکوم ہے، اس کے لحاظ میں حکومی کی ایک بوجبل نسبتی ضرور ہے۔ پر مختلف ستمتوں میں کھنچنے والی بہت سی بلکل زنجیر میں نہیں ہیں۔ وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمان برداری کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے کیونکہ اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ پچھے برداشت کی تلقینی کی گئی ہے۔ وہ اپنے سے ہر نمرگ اور ہر شترے کا ادب لمحظہ رکھتا ہے کیونکہ اس کے ادب آنحضرت حقیقی نے ایسے ہی بتایا ہے، وہ پادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے۔ کیونکہ مالکوں کے ایسے مکروں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے۔ جو اس کے حاکم حقیقی کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ وہ دنیا کے ایسے بادشاہوں کی اطاعت کرتا ہے جو اس کی آسمانی بادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہی ایسا کرے۔ لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے تو اس لئے نہیں کہتا کہ ان سب کے اندر کوئی حکم ماننا اور ان کو مجھنے کی جگہ سمجھتا ہے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ اطاعت ایک ہی کے لئے ہے اور حکم صرف ایک ہی کا ہے۔ جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب بالوں کا حکم دیا تو ضرور ہے کہ خدا کے لئے ان سب بندروں کو بھی مانا جائے اور اللہ کی اطاعت کی عاظروںہ اس کے بندروں کا بھی میطح ہو جائے۔

پس فی الحقيقة دنیا میں ہر انسان کے لئے یہ شمار حاکم اور بہت سی مجھکانے والی قوتوں ہیں۔ لیکن مومن کے لئے صرف ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی نہیں وہ صرف اسی کے آگے مجھتا ہے۔ اور صرف اسی کو مانتا ہے، اس کی اطاعت

کا حق ایک ہی کو ہے۔ اس کی پیشانی کے مجھکنے کی چوکھت، ایک ہی ہے۔ اور اس کے دل کی خوبی اور اسی کے لئے بھی ایک ہی ہے۔ وہ اگر دنیا میں کسی دوسرا ہستی کی اطاعت کرتا ہمی ہے تو صرف اسی ایک کے لئے۔ اس لئے اس کی بہت سی اطاعتیں بھی اس ایک ہی اطاعت میں شامل ہو جاتی ہیں۔

مقصود ما ذیر و حرم جز خوبیت ہر جن کنیم سجدہ بدال آستانہ زید
حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا۔
عَزِيزٌ مُّتَفَرِّغٌ فَوْنَ حَمَيْرٌ أَمِ اللَّهُ أَوْحَدُ الْقَهَّارُ ط
(تمہب) بہت سے معمود نامیانا بہت رہے یا ایک ہی قمار و مقدار خدا کو پڑھا۔
یہی و خلاصہ ایمان و اسلام ہے جس کی ہر مومن و مسلم کو قرآن کریم نے
تعلیم دی ہے کہ: بَإِنِ الْحَكْمِ إِلَّا لِلَّهِ أَمْوَانُ الْأَنْعَمِ وَالْأَنْبَاتُ لَا تَحْجِبُهُ ط (ترجمہ) تمام
جباں یعنی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جس کی حکومت ہو اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ
اس کے سوا اور کسی کو نہ پوچھیں اور نہ کسی کو اپنا معمود بنائیں۔ یہی دین قیمت ہے جس
کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

ذَلِكَ الَّذِينَ الْقِيمَةَ وَلِكُنَ الْمُرْثَلُونَ لَا يَعْلَمُونَ ط حدیث صحیح یہ ہے
کہ فرمایا: لَا طَاعَةَ لِخَلْقٍ فِي مَصْحَبَيْهِ الْخَالِقِ جس بات کے ماننے میں خدا
کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرمابن برداری نہ کرو۔

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقيقة ان تمام ماسوی اللہ اطاعتیوں اور فرمانبرداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و خوش برکاتی کر دیا جن کی بیٹیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجبل ہو رہے تھے۔ اور اس کے ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی

سرور کائنات اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹھوڑے کریم مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے؟ لیکن خود اس نے بھی جب عقہ میں الفشار سے بیت لی تو فرمایا۔

وَالظَّاجِهُ فِي مَعْرُوفٍ۔ میری اطاعت تم پر اسی وقت ہمارے سکتے واجب ہے جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں، جب اس شہنشاہ کو نہیں کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معرفت کے ساتھ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون پادشاه کون سی حکومت کون سے پیشوا کون سے رہنا اور کون سی قوتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لئے باقی رہے۔

آدم علیہ السلام کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک سے ملے گی۔ دوسرے کو چھوڑ دے گی۔ ایک سے جڑے گی۔ دوسرے سے کئے گی۔ پھر خدا رجھے تباذ کہ ایک مومن کس کو چھوڑے گا۔ اور کس سے ملے گا۔ ایک مل کے دو بار شاہ نہیں ہو سکتے ایک باقی رہے گا ایک کو چھوڑنا پڑے گا۔ پھر مجھے بتلوڑ کہ مومن کی اقیم دل کس کی پادشاہست قبول کرے گی کیا وہ اس سے ملے گا جس کی حالت یہ ہے کہ

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمْرَأَهُ بِهِ أَنْ يُؤْصَلُ

خدا نے جس کے جوڑے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اسے توڑتے اور جلا کر رہے ہیں۔ کیا اس کی پادشاہست قبول کرے گا جس کی حالت کی تصویریت ہے۔

وَيَقْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَامِرُونَ

وہ دنیا میں فتنہ اور ضاد پھیلاتے ہیں اور انجام کا رہی ناکام و نامراد ہیں گے

کی حقیقت اس دست اور احاطہ کے ساتھ بھی مصادی کہ اس کے بعد وہ کچھ باقی نہ رہے۔ یہی ہے جو اسلامی نہیں کا دستور العدل ہے اور یہی ہے جو مومن کے تمام اعمال و انتہادات کی ایک مکمل تصویر ہے اس تعلیم الہی نے بتلادیا ہے کہ جتنی اطاعتیں جتنی فرمابندیاں جتنی دفادریاں اور جس قدر کبھی اسلام و اعتراف ہے، صرف اس وقت کے لئے ہے جب تک کہ بندے کی بات مانع سے خدا کی بات نہ جاتی ہو۔ اور دنیا والوں کے دفادریت سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہو تو ہو۔ لیکن الگ بھی ایسی صورت پیش آجائے کہ افتادہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آپ سے تو پھر تمام اطاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست تما رشتہ اور ناطوں کا انقطاع اور تمام دوستوں اور صحبتوں کا اختمام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے فہاد شاہ پادشاہ۔ نہ باپ، باپ ہے۔ نہ بھائی، بھائی۔ سب کے آگے تھرڈ، سب کے ساتھ انکار، سب کے سایمنے سرکشی، سب کے ساتھ بغاوت پہلے جس قدر نرمی سختی اتی، اسی اب سختی چاہیئے۔ پہلے جس قدر اعتراف سختا، اسی اب اب تھرڈ چاہیئے۔ پہلے جس قدر جھکا و سختا تھا اسی اب غرور ہو، گیونکہ رشتہ کٹ گئے اور عہد توڑ دالے گئے۔ رشتہ دار دراصل ایک ہی تھا۔ اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے جسکے ایک ہی کا تھا۔ اور یہ سب اطاعتوں اسی ایک کی اطاعت کے لئے تھیں۔ جب اس کے ملتے ہیں اس سے اکابر اور ان کی دفادری میں اس سے بغاوت ہونے لگی۔ وہیں کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا۔ اسی کی تلوار نے کاث بھی دیا۔ اور جس کے ہاتھ ملایا تھا اسی کے ہاتھ نے الگ بھی کر دیا۔ کہ **لَطَاعَةُ الْخَلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ**۔

اور کیا اس کی بادشاہی سے گردن موڑے چاہو پکارتا ہے کہ
یَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِمَّا مُّخْلِّسٌ فَإِنْ تَكُنْ يَوْمَ الْحِسْبَرِ طَ
اے ناقلِ انسان! کیا ہے جس کے گھنٹنے مجھے اپنے ہمراں اور پلکنے
والے آفے سے سرکش بنایا ہے۔
مگر آہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حَيْثُ تَكُفُّرُونَ بِاللَّهِ وَتَنْتَمِّأُ هُوَ أَنَّا حَبَّالَهُ فَمَنْ يُمْبَلِّمُ ثُمَّ
ذَنْجِيَّتَكُمْ نَحْنُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ط

تم اس شہنشاہِ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کرو گے جس نے تمیں
اس وقت زندہ کیا۔ جب کہ تم مردہ تھے۔ اور تم پر چھر موت طاری کرے گا۔
اس کے بعد دوبارہ زندگی سخنے کا پھر تم سب اسی کے پاس بلائے جاؤ گے۔
دنیا اور اس کی ہادر شاہیں فانی ہیں۔ ان کے جبروت و جلال کو ایک دن
مانا ہے خدا نے منقم و قہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ پاٹے عذاب، انقلاب و تیزرات
کے حریبے لے کر اترنے والے ہیں۔ ان کے قلعے مہار ہو جائیں گے۔ ان کی تلواریں
کند ہو جائیں گی۔ ان کی فوجیں بلاک ہو جائیں گی۔ ان کی توپیں ان کو پٹاہ نہیں گی۔
ان کے خرزتے ان کے کام نہ آئیں گے۔ ان کی طاقتی نیست دن بالو و کردی جائیں گی۔
ان کا تاج غور ان کے سر سے اتر جائے گا۔ ان کا سخت جلال و غلطت دانہ گون لزار
آئے گا۔

وَلَوْمَ تَشْفَقُ السَّمَاءُ بِالْعَمَامِ وَنَزَّلَ الْمَلَائِكَةَ تَغْرِيلًا الْمَلَكَ
يَوْمَنِدِينَ الْحَقَّ إِلَيْهِمَا يَأْتِ وَكَانَ يَوْمًا مُّاخِلِّي الْكَافِرِينَ تَحْسِيلًا لَهُ

اور جس دن انسان ایک بادل کے نکڑے پر سے پخت جائے گا۔ اور اس بادل
کے اندر سے فرشتے جو قی جوف اتار سے جائیں گے۔ اس دن کسی کی بادشاہی باقی
نہ رہے گی۔ صرف خدا نے رحمانی کی حکومت ہو گی اور یاد رکھو کہ وہ دن کافر دل
کے لئے بہت ہی سخت ہو گا۔

چھر اس دن جب کہ رب الافواج اپنے ہزار دی قد رسیدوں کے ساتھ تمنودار
ہو گا۔ اور طکوت السوات والارض کا نقیب پکارے گا۔

لِمَنِ الْمَلَكُوتُ الْيَوْمَ مِنَ الْهُنْدِ الْوَاحِدِ الْقَهَّابِ ط

آج کے دن کس کی بادشاہی ہے۔ کسی کی نہیں۔ صرف خدا نے واحد قہار کی۔
تو اس وقت کیا عالم ہو گا۔ ان النافوں کا جہنوں نے پادشاہ ارض و سماں کو چھوڑ
کر مٹی کے تودوں کو اپنا بادشاہ بنایا ہے اور ان کے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں
کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں۔

آہ اس دن وہ کہاں جائیں گے جہنوں نے انسانوں سے صلح کرنے کے
لئے خدا سے جنگ کی۔ اور اپنے اس ایک ری آفاؤ ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا کھا۔
وہ پکاریں گے۔ پر جواب نہ دیا جائے گا۔ وہ قریاد کریں گے۔ پرسنی نہ جائے گی۔ وہ
تو پہ کریں گے پر قبول نہ ہو گی۔ وہ نام مولیں گے پر نہ امت کام نہ دیگی۔

اے انسان اس دن کے لئے تھہ پر افسوس ہے۔ ویل یوْمَدِ الْمَلَكَ تَبَيَّنَ مَدِ

زْفِلَ اَرْسَكُو اَنَّهُ كَذَّكُهُ فَلَدَ حَوْهَهُ فَلَمَّا سَبَحَجَيْوَ الْهَمَهُ

ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے خلاف دوں اور حاکموں کو پکارو۔ جسی کو تم
خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح ان سے ڈرتے۔ وہ پکاریں گے پر کچھ جواب نہیں

سے ہمیشہ غور کیا لیکن مخلوقوں کے سلسلے کبھی بھی فروتنی سے نہ شر ملئے ہمارا صرف
یہ تبلیغیات تھا کہ:-

أَخْلَقَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْوَاتَهُ عَلَى الْكَاذِبِينَ ط
مُؤْمِنُونَ کے ساتھ ہنایت عاجز و نرم، مگر کافروں کے مقابلہ میں ہنایت
مفرد و سخت۔ ہمارے اسلاف کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ
إِنَّهُ لَمَّا أَعْوَاتَ اللَّهُ عَلَى الْكُفَّارَ حَمَاءَ عَبِيَّتَهُ هُمْ ط
کافروں کے لئے ہنایت سخت ہیں، پر آپ سی میں ہنایت رحم والے اور میریان

چھریم نے اپنی تمام خوبیاں گنوادیں۔ اور دنیا کی مخصوص قوموں کی تمام
بڑائیاں سمجھ لیں، تم اپنوں کے آگے سرکش ہو گئے اور غیروں کے سامنے ذات
سے جھکتے لگ گئے، ہم نے اپنے پروردگار کے سامنے دست سوال نہیں بڑھایا۔
لیکن بندوں کے درخواں کے گرے ہوتے مکھڑے چھنے لگے۔ ہم نے شہنشاہ اور
دھماکی خداوندی سے نافرمانی کی مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا
خداوند بھجو دیا۔ ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہبیت اور خوف کے
ساتھ نہیں لیتے۔ پر سنکڑوں مرتبہ اپنے بیرونی حاکموں کے لقتوں سے ارزتے
اور کا پتھے رہتے ہیں۔

يَا أَيُّهُمَا إِنْسَانٌ مَا عَرَلَهُ بَرَيْدَكَ الْكَرِيمُ الَّذِي خَلَقَكَ
شَوَّالَكَ لَعْدَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَبُّكَ لَكَ لِيَ بُونَ
بِالْأَدَمِينَ وَإِنَّ عَلَيْكَمُ لِحَاظَيْتِنَ هَكُرَاماً كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ
مَا لَمْ يَعْلَمُوا هَذَا إِنَّ الْإِبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ هَذَا إِنَّ الْفَحْشَاتِ لِيَحْكُمُهُ شَيْلُوْنَهَا

پس وہ معلم الہی۔ وہ داعی رباني، وہ مدینہ، وہ رجوعہ العالمین، وہ جہود
رب العالمین، وہ سلطان کوئی، آگے بڑھے گا، اور حضور خداوندی میں عرض کرے گا۔
وَقَالَ الرَّسُولُ يَا أَيُّوبَ إِنَّ قَوْمِي أَتَحْذِذُ وَأَهْذِلُ الْقَلَمَنَ حَمْوَرَادَ
اسے پروردگار لا افسوس ہے کہ میری امت نے قرآن کی بڑائیوں اور
تعلیموں پر علیہ کیا افراد اس سے اپنا رشتہ کاٹ دیا۔ اس کا نتیجہ جو وہ آج بھگت رہے ہیں۔
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ مَحْلِيَّهُ وَعَلَى أَلِهٖ وَأَخْبِدِهِ وَأَبْغِهِ إِلَى
يَوْمِ الدِّينِ ط

پس سفر سے پہلے زادراہ کی فکر کر لو۔ اور طوفان سے پہلے کشتی بنالکیونجہ
سفر نزدیک تر ہے اور طوفان کے آثار طاہر ہو گئے ہیں جن کے پاس زادراہ نہ
ہو گا۔ وہ بھوکے مریں گے۔ اور جن کے پاس کشتی نہ ہو گی وہ سیلاں میں غرق
ہو جائیں گے۔ جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع، غبار، آسودہ، اور دن کی روشنی
بدلیوں میں چھپ گئی۔ تو تم سمجھتے ہو کہ برق و بیاراں کا وقت آگئی چھرتمہیں کیا
ہو گیا ہے کہ دنیا کی امن و سلامتی کا مطلع، غبار، آسودہ، ہورا ہے۔ دین الہی کی روشنی
ظلمت و کفر و طفیلان میں چھپ رہی ہے مگر تم یقین نہیں کرتے کہ مکرم بدر شہزادے
اور تیار نہیں ہوتے کہ انسانی باوشابتوں سے کٹ کر خدا کی باوشابت کے ہٹائیں
ہو جاؤ۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے سخت و جلال کی منادر می پھر بلند ہو اور اس
کا نیبی صرف اسی کے لئے ہو جائے۔

حَقٌّ لَا تَكُونُ قِلَّةٌ وَّ يَكُونُ الدِّينُ بِلِلَّهِ ط
آہ! ہم بہت سوچکے اور غفلت دسرشاری کی انہما ہو چکی، ہم نے اپنے خاقان

يَوْمَ الْدِينِ وَمَا هُنَّ بِغَايَاتِنَّ وَمَا أَدْرَاكُ مَا يَوْمُ
الَّذِينَ وَشَهَدَ رَبُّهُمْ الَّذِينَ وَيَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسَكُونَ
لِنَفْسٍ شَدِيَّاً وَالْأَهْرَارُ يُوَمِّلُونَ لِلَّهِ

اسے سکرشن ان ان اس کی پیش نے تجھے اپنے ہمراہی اور محبت کرنے والے
پروردگار کی جانب میں گستاخ کر دیا ہے۔ وہ کہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ تیری ساخت
درست کی خلقت کو اعتدال بخشنا۔ اور جس صورت میں چاہتیری شکل کی ترکیب کی پھر
یکس کی وفاداری ہے جس نے تجھے اس سے باعثی بنادیا ہے۔ نہیں اصل یہ ہے کہ
نہیں اس کی حکومت کا یقینی ای نہیں ہے۔ حالانکہ تجھے پر اس کی طرف سے ایسے بڑی
نگرانی کا مرقبیں ہیں جو ہمہ اے اعمال کا ہر آئی احتساب کرتے ہیں۔ اور ہمارا کوئی
فضل بھی ان کی نظر سے مختی نہیں۔ یاد کرو کہ ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم
کر دی ہے۔ خدا کے اطاعت لکڑا بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے عیش
و نژاد میں بدلنا ہوں گے۔ میں سے کبھی نہ مکر سکیں گے۔ یہ خدا کی پادشاہی کا
دن کیا ہے۔ وہ دن جس میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔ اور صرف خدا
کی اس دن حکومت ہوگی۔

اس سچے ہے کہ خدا کی پادشاہی کا دن، نزدیک آئے گیا بہتر نہیں کہ اس کے
لئے ہم اپنے تین تیار کر لیں۔ تاکہ جب اس کا مقدس دن آئے تو ہم یہ کہہ کر نکال
دیئے جائیں کہ تم نے غرروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو سنبھال دیا تھا۔
جاوہر کہ آج خدا کی پادشاہی میں بھی تم بالکل بھلا دیتے گئے ہو۔

لَا يَشْرِكُ يَوْمَئِذٍ بِالْحَمْرَى سَعْيَنَ وَقُلْنَ الْيَوْمَ نَنْصَالْكُمْ كَمَا نَفِيتُمْ تَدَرَّ

لِقَاءُ يَوْمَكُمْ هُنَّ أَوَّلُمُ النَّاسِ مَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرٍ إِنَّ
ذَلِكُمْ بِأَنَّكُمْ أَخْلَدْتُمْ أَيَّاتِ اللَّهِ هُنُّ وَأُخْرَتُمُ الْمُحَيَاةَ
الَّذِي نَيَّا فَإِنَّمَا أَنْتُمْ لَا يَخْرُجُ حَوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يَنْعَدُونَ
اور اس وقت ان سب سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کی
حکومت خدا کو بھلا دیا تھا تم بھی تم کو بھلا دیں گے۔ تمہارا تمکن انگل سکھلے
ہیں۔ اور کوئی نہیں جو تمہارا مدعا مکار ہو یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی
ہنسی اڑاکی اور دنیا کی زندگی اور اس کے کاموں نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا۔
پس آج ہذا تو نذرا پس سے تم کامالے جاؤ گے۔ اور نہ ہی تمہیں اس کا موقع ملے گا کہ
لوگوں کے خدا کو من لا کیونکہ اس کا ووقت تم نے کھو دیا۔

آج خدا کی حکومت اور انسانی پادشاہیوں میں ایک سخت جگہ بپابے۔
شیطان کا سخت زیست کے سب سے بڑے حصے پر بھا دیا گیا ہے، اس کے گھر نے
کی دراثت اس کے پوجے والوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور دجال کی قوچ ہر
طرف پھیل گئی ہے۔ یہ شیطانی پادشاہیوں پاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیت
فنا بود کر دیں۔ ان کے واہنی جانب، دینوی لذتوں اور عذرتوں کی ایک ساحرخانہ
جنت ہے اور باہم چاہت ہمایت تکلیفوں اور عقوبوں کی ایک دکھائی دینے
والی جنم بھر کر رہی ہے۔ جو فرزندِ ادم خدا کی پادشاہی سے انکار کرتا ہے
یہ دجال لغزو فلتمت اس پر اپنے جادو کی جنت کادر وازہ کھول دیتے ہیں۔
کہ حق پرستوں کی نظریں فی الحقیقت خدا کی لجنت اور بھٹکار کی جنم ہے۔
لَا بَشِّرَنِي يَوْمَئِذٍ بِالْحَمْرَى فِيهَا الْحَقَابَاه لَا يَذَرْ قَوْنَ فِيهَا بَرَزَقٌ لَا كَشَرَ ابَاطَ

اور جو خدا کی بادشاہت کا اقرار کرتے ہیں، ان کو اپنی ابلیسی عقوتوں اور
ہماری سزاویں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں۔ کہ
حَرَّاقُهُ وَالْقَصَرُ وَالْمَهْكُمُ طَمَّغَ فِي الْحَقِيقَةِ سَجَانِيَ كَمَا شَقَوْنَاهُ
راست بازی کے پرستاروں کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں ہے۔ لذتوں اور راحتوں
کی ایک جنت النعيم ہے کیونکہ ان کے سامنے واقعان کی صدائی ہے کہ
فَأَقْضِيَ صَالِتَ قَاعِدِيْنَ طَائِلَاتِ الْقَضَى هَذِهِ الْحَيَاةُ الدَّمَّى

اسے دنیوی سزاویں کی طاقت پر مفرود ہوتے والے بادشاہ ا تو جو کچھ کرنے
والا ہے کرگز ر تو صرف دنیا کی اس زندگی اونچہ کوشت اور خون کے جسم پر ہی حکم
چلا سکتا ہے پس چلا دیکھ۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان للاچکے ہیں تاکہ جاری خطاوں
کو معاف کرے تیری دنیاوی سزاویں ہیں اس کی راہ سے باز نہیں رکھ سکتیں۔

جب یہ سب کچھ ہو رہے اور زمین کے ایک خاص نکرے ہی میں نہیں بلکہ اس
کے ہر گھستے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے۔ تو بتلاد پرستاران دین حنفی ان دجال جملہ کفر
وشیطنت اور اس حکومت دامر الہی میں سے کس کا ساتھ دیں گے۔ کی ان کو اس آگ
کے شعلوں کاٹ دیتے ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھ سلاکتی آتی ہے۔ یہیں
کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ کون تھا۔ یعنی حدیث کے اویسی داعی
نے بابل کی ایک یہودی تکریش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح
دی اور اسے آگ میں ڈالنے کے لئے شعلے بھڑکائے گئے پر اس کی نظریں
ہلاکت کے وہ شعلے گلزار ہیئت کے شلگفتہ پھول تھے۔ فُلَنَا يَا نَارٌ كَعْوَنِي بَرَدَّاً وَ
نَلَاحَ حَلَاحًا إِنْرَاهِيدِيْف

کیا اس کے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع
پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے فریب باطل سے جزو و شیطانی، انسانی روایت کو فتنہ
میں ڈالنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا انہیں خبر نہیں کہ مصراہ بخشہ تیوت
الہی کا منکر ہو کر، اپنی عظیم الشان کارروں اور پری یا پری رکھوں سے اور اس
لکھ سے جس پر اسے رب الاعلیٰ ہونے کا تکمیلہ تھا۔ کتنے دن مقام ہو رکھا۔
إِنْ فَرَخُونَ عَلَيِ الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهُمْ فَاجْتَمَعُوا سَعْيَ الْمُضَيْعِفِ
طَالِفَةَ مِنْهُمْ يَدْبَرُ أَمْتَاءَهُمْ وَلَيَلْهُجُ فَسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنْ
الْمُقْبَدِينَ طَوْزَرِيْدَانْ ثُمَّ مِنْ عَلَى الْدُّنْيَنَ أَسْتَصْعَفُوْنَ فِي الْأَرْضِ
وَنَجْعَلُهُمْ حَمَائِهَ وَجَعَلُهُمْ حَمَائِهَ وَنَكَنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
وَنَبْرَحُ فَرَعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُبُودُهَا مِنْهُمْ فَاكَانُوْمَ يَنْذَرُونَ
فرخوں ارض مصر میں بہت ہی پڑھ کر نکلا تھا۔ اس نے ملک کے باشندوں
میں تفریق کر کے الگ الگ گروہ قرار دے رکھے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ
بنی اسرائیل کو اس قدر کم زور اور بے بس سجدہ رکھا تھا۔ کہ ان کے فرزندوں کو
قتل کرتا اور ان کے اغراض و ناموس کو بر باد کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ زین
کے مفسدوں میں سے یہاںی مفسد تھا لیکن یاں ہمہ ہمارا فیصلہ یہ تھا کہ جو قوم اس
کے ملک میں سب سے زیادہ کم زور سمجھی گئی تھی۔ اس پر احسان کریں، اس قوم کے
لوگوں کو وہاں کی سرداری دی جائیں۔ انہی کو وہاں کی سلطنت کا اوارث
بنائیں اور انہی کی حکومت کو تمام ملک میں قائم کر دیں، اس کے لشکر کو جس
ضیوف قوم کی طرف سے بغاوت و خروج کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اسی کے ہاتھوں

ان کے ظلم و استبداد کے مرتبا ان کے آگے آئیں۔
سلامو ایکیا مساعِ آخرت پیچ کر دنیا کے چند خراف ریزوں پر قیامت کی
خواہش ہے جو کی اللہ کی حکومت سے بغاوت کے چند خراف ریزوں سے صلح کرنے
کا راد ہے جو کیا نعمیتیات اپنی زیج کر میشت، چند روزہ کامان کر رہے ہو
کیا تمہیں یقین نہیں کہ۔

مَا هُنَّا إِلَّا حَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا هُوَ لَعْبٌ وَإِنَّ اللَّهَ أَذَا الْحِرَكَةَ
لِهِيَ الْحَمْيَوَانُ ط

یہ دنیا کی زندگی جو تعلق الہی سے خالی ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہے کہ فانی
خواشوں کے بہانے کا ایک کھیل ہے۔ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔
جس کے لئے اس زندگی کو تیار کرنا چاہیے۔
اگر تم صرف دنیا ہی کے طالب ہو، جب بھی اپنے خدا کو نہ چھوڑو، کیونکہ
وہ دنیا آخرت دلوں بختی کے لئے تیار ہے۔ تم کیوں صرف ایک ہی پر قیامت
کتے ہو۔

مَنْ كَانَ يَرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثُوَابُ الْآتِيَةِ وَالْآخِرَةِ
اور جو شخص دنیا کی برتری کا طالب ہے اس سے کہہ دو کہ صرف دنیا ہی کے
لئے کیوں ہلاک ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا تو دنیا اور آخرت دلوں کی برتری دیے گئے
ہے وہ خدا کے پاس آئے اور آخرت کے ساتھ دنیا کو بھی لے۔
سلاماً! پیکارنے والا پیکار رہا ہے کہ اب بھی خداۓ قدوس کی سرکشی و
نافرمانی سے باز آجاؤ۔

اوپر اپادشاہ ارض دمکو اپنے سے روٹھا ہوا نہ چھوڑو، جس کے روشنے کے
بعد نہیں واسلان کی کوئی سستی بھی تم سے مُنہین سکتی۔ اس سے بغاوت رکر جب کہ
دنیا کی تمام طاقتوں سے باغی ہو کر صرف اسی کے وفادار ہو جاؤ، پھر کوئی ہے
جو اس اوانز پر کان دھرے۔

فَهَلْ مِنْ مُسْتَكْبَطٍ ط

آسمانی بادشاہت کے ملائکہ میرکر میں اور قدوسیان مقررین اپنے نورانی پرول
کو چلا سے ہوئے، اس راست باز روح کو ڈھونڈ رہے ہیں جو مخلوق کی بادشاہت
چھوڑ کر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اس پاک مسکن کا طالب
ہو، اور اس پاک آمزوں کی طرح پکارا سکھے۔

رَبَّنَا أَنْتَ سَمِعَنَا مُنْهَلِّيَّا يَمْنَارِيَّا لِلْإِيمَانِ أَنَّ أَمْنُوْرِيَّكَمْ فَأَمْنَلَّيْتَا
فَأَعْفَقْرِيَّمَنَّا ذَبْوَبَنَّا وَكَفَرَتْحَنَّا سِيَّاتَنَّا وَلَوْقَنَّا مَعَ الْأَبْرَارِ طَرَبَنَّا
وَأَنْتَمَا وَعَدْتَنَّا عَلَى رُسَّلَكَ وَلَكَ تَخْرِيَّنَّا لِوَمَ الْقِيَامَةِ اِتَّعَلَّا
تَخْلِفُ الْمِيَعَادَ ط

اسے ہمارے حقیقی پادشاہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو تیری بادشا
کی آواز دے رہا تھا۔ اسے ہمارے ایک ہی بادشاہ! ہم نے تیری بادشاہت قبول
کی، پس ہمارے گناہ معاف کرنا ہمارے عدوں پر پردہ ڈال، اپنے نیک بندوں کی
معیت میں ہمارا خاتمہ کرو تو نے اپنے مصادی کرنے والے کی زبانی ہم سے جو وعدے کئے
سکتے وہ پورے کر، اور اپنی آخری بادشاہت میں ہمیں ذلیل و خوارہ کر کہ تو اپنے
وہدوں سے کبھی نہیں ٹلتا۔

عرف و زوال فطری اصول

تم کرہ ارض کی کوئی قول لے لا وہ زمین کا کوئی ایک قطعہ سامنے رکھ لاد
جس وقت سے اس کی تاریخ میں روشنی آتی ہے۔ اس کے حالات کا کھوج لگاؤ تو
تم دیکھو گے کہ اس کی پوری تاریخ کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ارث
و میراث کی ایک مسلسل داستان ہے۔ ایک قوم قابض ہوئی پھر مت گئی۔ دوسری
وارث ہو گئی۔ پھر اس کے لئے سبھی مٹنا ہوا اور تیسرے وارث کے لئے جگہ خالی
ہو گئی۔ وہلہ جزنا۔ قرآن کہتا ہے یہاں ارث و میراث کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔
اب سوچایہ چاہیئے کہ جو دشمن، چھوڑنے پر جس بور ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں
اور جو وارث ہوتے ہیں کیوں وراثت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا اس لئے
کہ یہاں خلا کا ایک اصل قانون کام کر رہا ہے کہ۔

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادُ اللَّهِ الصَّالِحُونَ ط

کہ زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں۔

یعنی جما جتوں اور قوموں کے لئے یہاں بھی یہ قانون کام کر رہا ہے کہ انہی
لوگوں کے حصہ میں، ملک کی فرمان روانی آتی ہے جو نیک ہوتے ہیں اور صالح ہوتے
ہیں صلح کے معنی، سفارتے سفارتے کے ہیں جس کے معنی بگرنے بگارنے کے ہیں۔
صالح انسان وہ ہے جو اپنے کو سفارت لیتا ہے۔ اور دوسرے کو سفارتے کی استعداد
پیدا کرتا ہے۔ اور یہی حقیقت بد عملی کی ہے پس قانون یہ ہوا کہ زمین کی وراثت سفارتے
اور سفارتے والوں کی وراثت میں آتی ہے۔ ان کی وراثت میں نہیں جو اپنے اعتقاد
و عمل میں بگڑ جاتے ہیں۔ اور سفارتے کی جگہ بگارنے والے بن جاتے ہیں۔

وراثت اور اخوبی اور قرآن یہیں نے وراثت ارض کی ترکیب جا بجا استعمال
کی ہے اور غور کرو یہ ترکیب صورت حال کی کتنی سمجھی اور قطعی تعبیر ہے۔ دنیا کے ہر گوشے
میں ہم دیکھتے ہیں، ایک طرح کی بدلتی ہوئی میراث کا سلسلہ برابر باری رہتا ہے۔
یعنی ایک فرد اور ایک گروہ طاقت و اقبال حاصل کرتا ہے۔ پھر وہ چلا جاتا ہے۔
اور دوسرا فرد اور گروہ اس کی ساری چیزوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ حکومتیں کیا ہیں،
محض ایک ورثہ ہیں۔ جو ایک گروہ سے نکلتا ہے اور دوسرے گروہ کے حصہ میں
آ جاتا ہے۔ پس قرآن کہتا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ اس لئے کہ وراثت ارض کی شرط
کی اصلاح و صلاحیت ہے۔ جو صالح نہ رہے ان سے نکل جائے گی جو صالح
رہے ہوں گے ان کے ورثہ میں آتے گی۔

لَئِنْ يَقْدِلَ لِسَنَةَ اللَّهِ قَبْلَ مِيلَادِنَ وَلَئِنْ تَحْدِلَ لِسَنَةَ اللَّهِ تَحْوِيلَهُ
سورہ رعد میں فرمایا۔ یہ جو کچھ بھی ہے، حق اور باطل کی آفریزش۔ لیکن حق

اور باطل کی حقیقت کیا ہے۔ کون ساقالون سے جو اس کے اندر کام کر رہا ہے۔ یہاں
 واضح کیا ہے کہ یہ بقار الفتح کا قالون ہے۔ لیکن وہ کبھی فقط اتفع کی بجائے نقطاطح
استعمال کرتا ہے۔ نقطاطح میں، یعنی ایک ہے، یعنی اللہ نے قالونستی کے قیام و
اصلاح کے لئے یہ قالون سمجھ رہا یا ہے کہ یہاں وہ چیز باقی رہ سکتی ہے جس میں نفع
ہو۔ جس میں نفع نہیں وہ نہیں سمجھ سکتی۔ اسے نابود ہو جانا ہے۔ کیونکہ کائنات کی
کایہ بناد، یہ حن یہ ارتقا قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر اس میں خوبی کی بقا اور جرای کے
انہے کے لئے ایک اعلیٰ قوت سرگرم کارہ نہ رہتی ہو رہ قوت کیا ہے۔ فطرت کا انتخاب
ہے۔ فطرت ہمیشہ چھانٹتی رہتی ہے۔ وہ ہرگوشہ میں صرف خوبی اور برتری ہی
باتی رکھتی ہے۔ فساد اور لفظ محکر دیتی ہے۔ ہم فطرت کے اس انتخاب سے بے خبر
نہیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ اس کا رگاہ و فیضان و حمال میں صرف وہی چیز باتی رکھی
جاتی ہے جس میں نفع ہو۔ کیونکہ یہاں رحمت کا فرمایا ہے اور رحمت چاہتی ہے
کہ افادہ و فیضان ہو۔ وہ تقصیان گواڑا نہیں کر سکتی۔ وہ کہتا ہے، جس طرح تم مادیات
میں دیکھتے ہو کہ فطرت چھانٹتی ہے۔ جو چیز نافع ہوتی ہے، اسے باتی رکھتی ہے
اور جو نافع نہیں ہوتی اسے ملکر دیتی ہے۔ تھیک تھیک عمل ایسا ہی معنویات میں بھی
جادی ہے جو عمل حق ہو کہ قائم اور ثابت رہے گا۔ جو باطل ہو گا ممٹ جائے گا۔
اور جب کبھی حق و باطل کا مقابلہ ہو گا۔ تو بقار الحق کے لئے ہو گی نہ کہ باطل کے لئے
وہ اسی کو قضاۓ بالحق سے تعبر کرتا ہے۔ یعنی فطرت کا فیصلہ حق جو باطل کے لئے نہیں
ہو سکتا۔

فَإِذَا حَاجَهُ أَمْرَأُ اللَّهِ قُضَى بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطَلُونَ ۚ

یعنی جب فیصلہ کا وقت آگی تو فیصلہ حق نا فد کیا گیا۔ اور باطل پرست تباہ و
بہزاد کئے گئے۔ وہ کہتا ہے، اس قالون سے تم کیونکر ہو سکتے ہو۔ جب کہ زین
و آسمان کا تمام کا رثا نہ اسی کی کار فرمائیوں پر قائم ہے۔ اگر فطرت کائنات پر ایسا لار
نقصان چھانٹتی نہ رہتی اور بقار اور قیام، صرف اچھائی اور خوبی کے لئے نہ
ہوتا تو تمام کا رخملہ رہتی درہم برہم ہو جاتا۔

وَمَنْ فَيْهُنَّ طَ

یعنی اگر قالون ان کی خواہشوں کی پیر دی کرنے لگے تو یقین کرو کہ یہ نہیں،
آسمان اور جو کچھ اس میں ہے، سب درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ وہ کہتا ہے، ام ملن
اقوام و جماعات کا اقبال و ادب، بہادیت و شقاوت کا معاملہ بھی، اسی قالون سے
والستہ ہے، وہ اس سے مستثنی نہیں، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو قالون کا رخاذ رہتی
کے ہرگوش، اور ہر ذرہ میں اپنا عمل کر رہا ہے۔ وہ یہاں آکر بے کار ہو جائے۔
جس قالون کی وسعت پہنچائی سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہ ہو، اقوام و امم کا
عرفج و اقبال، تردد و ادب اس سے کیوں رہ جائے۔ وہ کہتا ہے وہ قالون
کام کر رہا ہے۔ قوموں اور جماعتوں کے گزشتہ اعمال ہی یہیں جن سے ان کا حال بنتا
ہے۔ اور حال کے اعمال ہی یہیں جو ان کا مستقبل بناتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تشریح
کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنی حالات
نہ بدل ڈالے۔ یعنی اس بارے میں خود ان کا عامل ہے۔ وہ جیسی حالت چاہیے
اپنے عمل و صلاحیت محل سے حاصل کر لے۔ اگر ایک قوم بدل جائے اور وہ اپنے

اندر ایک ایسی تبدیلی پریلا کرنی ہے جس سے خوش حالی پیدا ہو سکتی ہے تو خدا کا
قانون یہ ہے کہ یہ تبدیلی فوراً اس کی حالت بدل دے گی۔ اور بارہ حالی کی جگہ خوش حال
آجائے گی۔ اس طرح خوش حالی کی بجائے بارہ حالی کا تغیر بھی سمجھ لو۔ فرمایا جب تک
قوم نے اپنی عملی صلاحیت کھو دی اور اس طرح تبدل حالت کی مستحق ہوئی تو فروڑا
ہے کہ اسے براہی پہنچا ہے یہ براہی کبھی طلب ہنسی سکتی کیونکہ یہ خود خدا کی جانب سے
ہوتی ہے۔ یعنی اس کے ٹھہرائے ہوتے قانون کا نفاذ ہوتا ہے۔ اور خدا کے
قانون کا نفاذ اور ہے جو روک سکے اور کون ہے جو اس کی زد سے بچاسکے۔ اس کو
قرآن "استبدل اقوام سے تعبیر" ہے۔ اور جا بجا مسلمانوں کو متینہ کرتے ہے کہ اگر تم
نے صلاحیت عمل کھو دی تو وہ تمہاری بیگنگ کسی دوسری قوم کو اقبال دار تعاری
لغت عظیٰ سے فرازیں گے اور کوئی نہیں جو اس کو ایسا کرنے سے روک سکے اور
پھر وہ دوسری قوم تمہاری طرح صلاحیت و اصلاح سے محروم نہ ہوگی بلکہ
نیکوں کے ساتھ نہ رکھے اور بروں کے ساتھ سخت ہوں گے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یوں ہی
قوموں کے دن بدلتے رہتے ہیں۔ اور ایک کے ہاتھوں دوسرے کو صوبہ ہستی سے
مٹادیتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کرتے اور ایک قوم کے دست تظلم سے دوسری
نظم قوم کو سنجات نہ دلاتے۔ اگر ہم ضعیف کو نصرت نہ سخشنے تاکہ وہ قوی کے طفیل
و فساد سے محفوظ ہو جائے تو دنیا کا چین اور سکھ ہمیشہ کے لئے غارت ہو جاتا۔ اور
قوموں کی راستہ ہمیشہ کے لئے ان سے روٹھ جاتی اور اللہ کی زمین پر وہ تمام منارے
گرائے جاتے جو اس کے گھر کی خلدت پر والات کرتے ہیں۔ وہ تمام مقدس عمارتیں
خاک کا ذہیر ہو جاتیں، جن کے انساس کی پرستش اور اس کے ذکر کی پاک صدائیں بند

ہوتی ہیں۔ یہ حسین و جمیل دنیا، ایک ایسی ماورئی القصور ہلاکت و بربادی کا نظر ہو جاؤ
جس کی سطح پر خلوں میزانِ اون کی بو سیده ہڈیوں اور منہدم عمارتوں کی آرٹی ہوتی خاک
کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ یہ انقلاب جو قوموں اور ملکوں میں ہوتے رہتے ہیں یہ جو پرانی
قویں مری اور نئی قویں ان کی جگہ لے لیتی ہیں۔ یہ جو قویں مکزوڑ ہو جاتی ہیں اور
کمزوروں و ضعیفوں کو باوجود ضعف کے غلبہ کے سامان میسر آ جاتے ہیں یہ تمام
حوادث، اسی مکت اور قانون الہی کا نتیجہ ہیں جو تباہ کائنات سنتی میں کافرا
ہے۔ اور جس کا نام بتعاراصلح یا القارانفع کا قانون فطرت ہے۔ یہ سب کچھ اس کی
کرشمہ سازیاں ہیں۔ اس نے جو قوم حق پر ہے وہی نافع ہے اور اس کے لئے
شبات و تقاب ہے اقبال و عروج ہے اور جو قوم جادہ حق سے مخالف ہو وہی باطل
پڑھے اور غیر نافع ہے اور اس کے لئے مٹنا ہے، فنا ہے اور نہ دال و نیستی ہے۔

پھر دیکھو قرآن کریم نے اس نازک اور درحقیقت کے لئے کسی صاف
اور عالمہ الور ور مثال بیان کر دی جس کے معاملہ سے کوئی انسانی آنکھ بھی حرف نہیں
ہو سکتی۔ فرمایا جب پانی برستا ہے اور زمین کے لئے شادابی و گلی ریزی کا سامان جیسا
ہونے لگتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ تمام وادیاں ہنزوں کی طرح روان ہو جاتی ہیں۔ لیکن
پھر کیا تمام پانی رک جاتا ہے کیا میل کچیں اور کوڑا کر کٹ اپنی آنکھ تھے رہتے ہیں۔
کیا زمین کی گودان کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔ نئی زمین کو اپنی نشوونما کے لئے جتنے
پانی کی صورت ہوتی ہے، وہ جذب کرتی ہے۔ ندی نالوں میں جس قدر سائل ہوتی
ہے، اس اسی وہ پانی روک لیتے ہیں۔ باقی پانی جس تیزی کے ساتھ گرا تھا۔ اسی تیزی
سے بہ بھی جاتا ہے۔ میل کچیں کوڑا کر کٹ، جھاگ بن بن کر سُٹتا اور اجھر لیتے ہے۔ پھر

نہ ہو۔ اور باطل کے معنی یا یہ میں کہ مٹ جانا اور جھوہ جانا پس وہ جب کسی بات کے لئے کہتا ہے کہ یہ حق ہے تو یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ دعوے کے ساتھ اس کی جا پنج کا معیار بھی پیش کیا جاتا ہے کہ یہ بات حق ہے کہ نہ منشے والی اور نہ ملنے والی بات ہے۔ اس عدم وزد والی پذیری کے لئے اس کا باطل ہونا ہی کافی ہے مزید دلیل کی حاجت نہیں۔ یہ دونوں اصطلاحیں قرآن کے ہدایات معارف میں سے ہیں۔ لیکن افسوس کہ علماء نے غور نہیں کیا۔ ورنہ بعض اہم مقلمات میں دو راز کا رتاؤ بیوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اور آگر یہ ایک حقیقت سمجھی جائے تو ہماری پستی اور ادب کے لئے ان دہی اسباب تنزل و ادب کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن افسوس کہ قوم کے رہنماؤں نے غور و فکر سے کام نہ لیا، تو کسی نے باعث ادب کسی وہی بات کو بنایا۔ اور کسی نے تقلید یورپ کو اور کسی نے تملق و خوشاب مغلامانہ کرنا۔

تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ لیکن اتنی بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ قرآن نے ہمارے ظہور کی علت غائی جو فرمائی ہے، وہی ہمارے عروج کی بھی علت قرار دی ہے یعنی

كَنَّ لَهُمْ خَلِيلٌ أَمْمَةٌ أَخْرَجَتْ بِلِلَّهِ أَمْسٍ طَمِينٌ هُمْ بِالظُّرُوفِ
نَفِحَ خَلْقَنِي قَرَار دِيَا ہے۔ یوں ہی۔

الَّذِينَ إِنْ مَلِكُنَّا هُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَالَّذِينَ لَمْ يَرَوْا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ طَمِينٌ ہم، ہمارے عروج کی علت غائی بھی یہی قرار دی ہے کہ اقامۃ الصلوٰۃ۔ نظامِ زکوٰۃ۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المُنکَر۔ لیکن

پانی کی روافی اس طرح اٹھا کر لے جاتی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد، دادی کا ایک ایک گوشہ دیکھ جاوے کریں ان کا نام و نسان بھی نہیں سمجھ سکا۔ اسی طرح جب سونا چاندی یا اور کسی طرح کی دھات اگل پر تپاتے ہو تو کھوٹ الگ ہو جاتا ہے۔ خالص دھات الگ نکل آتی ہے۔ کھوٹ کے لئے نابود ہو جانب ہے اور خالص دھات کے لئے باقی رہتا ہے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے اس لئے کہ یہاں بقار و الفع کا قالون کام کر رہا ہے۔ یہاں باقی رہنا اس کے لئے ہے جو نافع ہو۔ جو نافع نہیں وہ چھانت دیا جائے گا۔ یہی حقیقت حق اور باطل کی ہے۔ حق وہ بات ہے جس میں نفع ہے پس وہ کبھی منشے والی نہیں۔ بلکہ اثبات ہونا باقی رہنا، اس کا خاص ہے۔ اور حق کے معنی اسی قیام دشبات کے ہیں۔ لیکن باطل وہ ہے جو نافع نہیں۔ اس لئے اس کا قدرتی خاصہ یہ ہوا کہ مٹ جائے، جھوہ ہو جائے۔ مل جائے۔

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهْوًا قَاطِ

اس حقیقت کا ایک گوشہ ہے جسے ہم نے بقار اصلح کی شکل میں دیکھا ہے۔ اور قرآن نے اس کو اصلح بھی کہا ہے اور افسوس بھی۔ لیکن نکہ صالح وہی جو نافع ہو۔ کار خانہ ہستی کی فطرت میں بناوٹ اور تکمیل ہے اور تکمیل جب ہی بروکھی ہے جب کہ عرف نافع اشیا میں باقی رکھے جائیں۔ غیر نافع چھانت دیتے جائیں۔ قرآن نے نافع کو حق سے اور غیر نافع کو باطل سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس تعبیر سے ہی اس نے حقیقت کی نافعیت واضح کر دی۔ کیونکہ حق اسی پہنچ کو کہتے ہیں، جو ثابت اور قائم ہے۔ اور اس کے مٹ جانا زد والی پذیر ہونا اور فغار و نابود ہونا نہیں۔

بائیں نفع رسانی خلائق کے لئے ہیں، تو گویا ہمارا ظہور در عروج، دونوں لشکر رسانی ماس کے لئے تھے۔ یعنی اللہ کی سلطنت قائم کرنا اور عدال الہی کو دنیا میں غلبہ دینا جس سے بڑھ کر کوئی نفع نہیں اور یہی معنی ہیں، صفات الہیہ کے ظہر مونے کے کیونکہ مظہریت بغیر زین بالتوں کے مونہیں سکتی۔ پہلی بات وحدتِ مرکزیت کا قیام۔ جس کے لئے اقامۃ الصلوٰۃ کا حکم ہے، اور دوسرا بات ہے اشتراکِ مال کی اسلامی صورت جس کی طرف نظامِ رکوٰۃ کے ذریعہ رہنمائی کی گئی ہے اور تیسرا بات سے عدلِ الہی کا قیام۔ سودا جیز امر بالمعروف۔ وہی عن المکر ہے اور یہی مقصد اعلیٰ امورِ نظام میں ہے۔

ہم نے جب تک اپنے ظہور و عروج کے مقاصد کو سنبھالے رکھا، تو دنیا کے لئے نافع رہے۔ اس لئے ہمیں تمکن فی الارض حاصل رہا اور جب سے ہم نے اپنے ظہور و عروج کا مقصد بھسلہ دیا، تو پھر ہمیں اس منصب سے بھی محروم ہوتا چکا۔ اور قومی زندگی کی بجائے قومی موت کا سامنا ہوا۔ تو خدا را بتلا کر ہم بخوبی اور سیاہ کاروں کا کیا حق ہے کہ قومی زندگی اور اجتماعی ترقی کا دعویٰ کریں۔ آج نہ ایک کی دوستی ساتھ ہے اور نہ طاعات و حسنات کی پوچھی ڈامن میں زندگی یکسرہ برا دغفلت و معصیت اور سحریں یک قلم تاریخ نفس پرستی و فائزی ایغماں نفسیاتی کی پرستش و نفاق اور نافرمانی و انکسار۔

پھر نہ نلامت و طامت اور نہ ہی قوبہ و ایابت، پھر خوار ابتلاء کس منہ سے ہم اپنی زندگی و بقیٰ کے مدعا ہیں سکتے ہیں۔ فواحش سرتاکاً و امراض بن کا ط اصل یہ ہے کہ نظامِ عالم کے قوامیں کی اساس و بنیاد صرف قیامِ عدل کی

ناعوانہ قوت پر ہے۔ خداوند تعالیٰ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو بھی اسلئے سمجھنے ہے کہ دنیا میں اللہ کے سدل کو قائم کریں۔ لیکن چونکہ اس کے لئے اکثر ادوات قاتم تہذیب غلبہ کی قوت قاہر و بھی دستار ہا اور استخلاف کی نعمت عظمی سے فوز آتا کہ دنیا سے ظلم دبرائی کا خاتمه ہو جائے۔ اور عدل الہی کا دور دوڑہ ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا فرض منصبی بھی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دے کر ان کو قیامِ عدل کے لئے منتخب فرمایا اور میرانِ عدل، قسطاسِ المستقيم اور صرطیقِ مستقیم کا قانون اجتماعی دے کر دنیا والیوں کے لئے ان کو شہید ہے یعنی حق کی گواہی دینے والا بنیا پس مسلمانوں کے ظہور کی اصلی سلطنتِ عالمی صرف یہ ہے کہ شہادتِ علی انہیں کا فرضیہ باحسن و جوہ پورا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمکین فی الارض والی آئیت کے سوچیاں کہیں بھی ان کے ظہور کی علتِ عالمی بیان فرمائی جائی کسی جگہ بھی اقامۃ الصلوٰۃ حاول ادا کوہ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ صرف شہادتِ علی النّاس و امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر زور دیا۔ فرمایا۔

لَذِ الْبَتْ جَعَلْنَا لِكَلَّا مَهْدَةً وَسَطَانَتْ لَوْنَوْنَ شَهَدَهَا أَرْعَلِي النَّاسِ
وَلَيْكُونَ الْوَقْتُ عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ أَطْ

یعنی اس طرح ہم نے تم کو امتِ دینی بنیا تاکہ اور لوگوں کے مقابلیں
تم گواہ بیٹوں اور ستمہارے مقابلیں ستمہارا رہوں گواہ ہو۔ اور فرمایا۔
فَهَمَّكُنْ مِنْكُمْ أَمْمَةٌ يَلْمَعُونَ إِلَى الْخَيْرِ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْلَمُكَ هُمُ الْمَفْعُولُونَ ۝ یعنی تم میں ایک جماعت ہوئی پاہیہ
جہ دنیا کو نیکی کی دعوت دے۔ سچلانی کا حکم کر لے اور بھائی سے روکے۔ وہی فلاح

یافہ ہیں۔ اور فرمایا۔

كُنْ شَهِيرًا مَمَّا يَأْخُرُ جَهَنَّمَ تَامُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
تَهَوَّنَ عَنِ الْمُنْكَرِ طَ
يَعْنَى تَامَ امْتُوں میں سب سے بہترامت ہو کر اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔
اور ہر سے کاموں سے رُدِّ کتے ہو۔

ان تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اصلی مشن، مقصدِ تحلیق اور
فوجی امتیاز و شرفِ شخصی، اس پیغیر کو قرار دیا ہے۔ کہ دنیا میں اسلامِ حق ان
کا سرمایہِ زندگی ہے۔ اور وہ دنیا میں اس لئے کھڑے کے لئے ہیں کہ خیر کی
طرفِ داعی ہوں اور نیکی کا حکم دیں اور براہی کو جہاں کہیں ویکھیں اس کو روکیں
 عمران و نور کے تمام اصولوں اور قوانین کا متن، قرآن کا ہری اصل اصول ہے،
اُس اصول کی ہمہ گیری ہے۔ کہ اُنم قدر میہ کے حالات ہم پر صحتے ہیں۔ تو
ہر قوم کا ایک دورِ عروج ہمارے سامنے آتا ہے۔ اور دوسرا زمانہِ اخنطاط ان
دو قویں میں مابہ الامتیاز اور فاصل اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو ہری قیامِ عدل اور
نفاذِ جور و جفا سے۔

جب تک تو یہیں قیامِ عدل میں ساعیِ دجد و جہد کرنے والی ہوتی ہیں،
تو نجاح کا مرادی، تنصیتِ الہی و کامیابی ان کے قدم چوتھی ہے۔ لیکن جب قیامِ
عدل کی بجائے افتخارِ قلم، تزویج جو روستم ان کا مشعار ہو جاتا ہے تو پھر قانون
مشترط حرکت یہیں آتا ہے اور بیک ہبیش ان کو صفویہ سہی سے ہر فلسطین کی طرح
ہٹاؤ دیتا ہے۔ اور پھر افواہ کا نامِ دلنشاں تک، باقی، نہیں رہتا۔

دور جانے کی خصوصیت ہیں، خود اپنی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو۔ جب تک
تم دنیا میں حق اور الفاضل کے حامیِ وعدہ گارہ ہے تو خدا سے تعالیٰ بھی ہمارا مددگار
ہے اور دنیا کی کوئی طاقت بھی ہمارے سامنے نہ چھپ سکی۔ لیکن جوں ہی تاریخِ اسلام
کا عہد تسلیک شروع ہوا اور علم و مذہب اعلان ہتھ اور رفع باطل کئے گئے
ہے، بالیک حصوں غزوہ جاہ اور حکومت و تسلط کے لئے آئے تاریخِ کاربن گیا۔ اور اس طرح
مدہب، حصوں قوتِ حکمرانی اور دولت جاہ و دنیوی کا ذریعہ بن گیا۔ اجتماعی
نشادات اور امراض کے پیشے پھوٹ پڑے۔ حکام عیش و عشرت کی زندگی بیسے
کریں گے۔ اور علماء اور فقہائیں کے درباروں کی زینت بن گئے۔ تو قوتِ حاکم
کائنات کے درست قدرت نے بھی استبدالِ اقوام، انعامیں مل کے فطری قانون کو
حرکت دی اور عمل بامجازات کے وسیعِ اہلِ کوعل میں لا تی تو پھر ہم ایسے اور بار اور
شقادت کو نہ ہماری حکومت روک سکی اور نہ ہو حکمری قوت۔ بسوائی و ذلت،
کے اس بھرپورِ تلاطم کے تعمیر ہوں سے نہ علماء و مشائخ پچ سکے اور نہ عمال اور نہ پرو
آج یعنی سوائے عالم مسلمان، قوم بھے شایاری کوئی قوم اس دفعہ مخفوب
و معمور ہوئی ہو و ضریبِ بُتْ عَلَيْكُمْ هُدًى إِنَّ اللَّهَ وَالْمُسْلِمُونَ وَمَا
کام مصدق اُبی اسرار ایں کے بعد ہم ہی ہیں۔

وَتَلَكَ الْأَيَّامَ نَلَى اولْ يَهَا بَيْنَ النَّاسِ طَ
یَرْگُوش ایامِ قوموں اور ملتوں، جماعتوں اور لوگوں کے درمیانیہ تکشیہ
چاری و ساری ریکارڈی ہے۔ اس کی گرفت سے دنیا کا کوئی شاہ نہیں پچ سکنیہ
اہل اور لازمال حقیقت تھے۔

وکامرا فی ہے اور کتنے ہیں جن کے لئے حضرت دیاس کے سوا کچھ نہیں۔ بے کس
انساق تھا از رذوق کا بندوق اندھہ سر توں کے خیر کا پلا ہے، شاید صرف اس
لئے بنایا گیا ہے کہ نفس عمر امیدوں کے پلنے میں صرف کر دے اور بقیہ نامہ کا
کھمام تم میں کاٹ دے،

"بھی بیکی" نے صحراء میں ایک اعڑا کو دیکھا کہ میدان سے پھردنے
کے مکر دل کو جمع کر لے ہے اور جب ایک ڈھیر بیٹھ ہو جاتا ہے تو پھر ایک ایک
مکر سے کو اٹھاتا ہے اور جہاں سے لا با تھا اسی طرف پھینکنے لگتا ہے کیا انسانی
ہستی کی پوری تاریخ اسمثال میں پوشیدہ نہ کھتی۔

پھر اسی پندرگیاں، جن کے بہنگامہ حیات سے کارگاہ عالم میں، شورش
کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔ غور کچھ تو ایک تاریخکوٹ اور عسرت کے ایک جلتے
ہوتے تکے سے زیادہ ستی رکھتی ہے۔

سلامی عمر ۲ ہی کاموں میں صرف کر دیتے ہیں۔ یا محراجے دجلہ کے اعڑا
کی طرح صبح تمنا میں امیدوں کے سنگریزے جمع کرتے ہیں، یا شام نامزادی
میں جہاں سے لانے سچے وہیں پھینک دیتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے بدفون
ہو جائیں۔

مثل ہے یہ مری کو شش کی جیسے مرغ ایسے
کمرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لئے
کار ساز درست کی بھی کیا کشمہ سازیاں ہیں۔ کچھ خاک امید کی ہی۔ اور
کچھ خاکست حضرت کی۔ دلنوں کی آمیزش سے ایک پتلا بنایا اور انہاں

عزم و استحامت

وَلَا تَهْمُوا أَوْ لَا تَخْرُقُوا وَلَا هَمْدَةُ الْأَعْلَوْنَ إِنَّ الْمُتَّمَّثَ
مُوْمِنِينَ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْبَمْ فَسَقَدْ مَسْنَ الْقَوْمَ قَرْبَمْ
مِثْلَهُ وَيَلِكَ الْأَيَّامُ وَلَمْ يَأْتِنَ النَّاسُ مِ
بِمَتْهَنَةٍ إِلَّا وَرَدَنَاهُ اسْ شَكْسَتِ کی بُنْرَنْکَرْمَگِیں دَدِلْ شَكْسَتِ بُوْلِيْقَنِی
کر دکہ اگر تم سچے موہن ہو تو اختر کا رتہ ماہی بول بالا ہے۔ اگر تم کو اس لڑاکی میں
سخت زخم لگے تو سہت انہا و کہ طرف ثانی کی قوت بھی اسی طرح جبر درج
ہو چکی ہے اور یہ وقت کے تماج و حوارث ہیں جو نوبت پہ نوبت لوگوں کو
پیش آتے رہتے ہیں۔

اسی امید آباد عالم میں ہر رمحہ اور سرآن کتنی امیدیں ہیں جو پیدا ہوتی ہیں
اور کتنے ولے ہیں جو اٹھتے ہیں۔ پھر ان میں کتنے ہیں جن کے نفسی میں فیروزمنی

رکھ کر اس نہ کامہ لازم ارضی میں بحیثی دیا۔ کبھی امید کی روشن سے ایک ہو تاہے کبھی نا امید کی تاریخی سے تھبڑا جاتا ہے۔ کبھی دلوں کی بہار میں زمرہ ساز نفستہ انبساط ہوتا ہے اور کبھی حسرت و افسوس کی خزار میں امیدوں کے پڑھردہ پتوں کو گنتا ہے۔ کبھی سنتا ہے اور کبھی رفتا ہے۔ کبھی رقص شلا ہے اور کبھی سینہ ماست، ایک ہاتھ سے جمع کرتا ہے اور دوسرا سے کھوتا ہے۔

سراپا رین عشق و ناگزیر الفتیتی عبادت برق کی کرتا ہوں اور توں حال کا پس اسے سا نان غفلت آباد ہتی! داسے رہروان سفر میوشی و فراموشی! مجھے بتلاؤ کہ تمہاری ہستی کی حقیقت اگر یہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ اور اسے نیرنگ اڑائے تماشہ گاہ عالم، کیا یہ شہنگامہ حیات، یہ شورش زندگی۔ یہ رست خیر کش ہتی، تو نے صرف اتنے ہی کے لئے بنائی ہے۔

گھنڈ کوتہ و بازوئے سست دبام بند
سمن حوالہ و فرمیدیم گن گیمند
رینا مخلقت ھذ اباطل لاط

نہیں معلوم آغاز عالم سے آج تک یہ سوال کئے دلوں کے اضطراب
و اپہاب کا باعث ہو گا۔ مگر چیز یہ ہے کہ اتنے کافی ہی بڑے ہیں۔ دردہ
کائنات عالم ہی کافیہ ذرہ اس سوال کا جواب نہیں میں دے رہا ہے۔

محمد نہیں ہے تو ہی انوایا بائے راز کا
یاں دردہ جو محابر ہے پر وہ ہے ساز کا

وَكَانَ مِنْ أَيَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مُغَرِّبٌ وَنَعْلَمُ هَمُّهُمْ عَنْهَا
مَغْرِبُهُنَّ طَرِيقٌ كَبِيرٌ اکامی کا بھجم، انسان کے دل میں، ایسے خیالات
پیدا کر دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس صنعت کا وہ عالم کا یہ ساز و سامان، صرف،
انسے ہی کے لئے نہیں ہو سکتا۔ وہ عالم انسانیت کب ربی جو تناج خلافت الہی سے
اونہ علدت کرامت لقدم کرتا ہے اونہ طبقے دش عذریت پر رکھتا ہے کیونکہ
ممکن ہے کہ صرف امیدوں کے پانے اور پھر ان کی موت، واقعیت کا تماشہ دیکھنے
کے لئے بنا یا گیا ہو۔

الْحَسِينُ لَهُ أَنْمَا خَلْقَنَا لَهُ عَبْدًا وَأَنْكَمَ الْبَيْنَ الْأَسْرَجَ بَعْوَنْ ط
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقَعْدًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَ
يَسْتَكْبِرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَرَبَنَا مُخْلَقَتَ
هذل اباطل اط سُبْحَانَكَ فَقِنَا حَذَابَ النَّارِ ط

جو ارباب فکر و حکمت اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں ذکر کریے ہیں۔ اور انسان
ذیں کے طلکوت و اثر قدرت پر نظر کریں، اپنے نظر والے ہیں، ان کی زبان سے
تو یہ عالم صنعت دیکھ کر بے اختیار صدائیکل جاتی ہے کہ خدا یا یہ تمام کا وہ صفت
و نے بے کار و عیث نہیں پیدا کی ہے۔

بہار و خزار اور امیدوں میں۔

اس میں تو شک نہیں کہ بس قدر کا وہ سے غور کیجے گا، جذبات انسانی
کی تحلیل و تقریب کے آخری عنصر، یہ دو چیزیں امید و حسرت، نظر آئے گی۔ وہ
چو کچھ کرتا ہے یا آئندہ کی امید ہے اور یار فتہ پر حسرت۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ امید

کیوں نہ ہو مگر حقیقی کیجئے کہ دنیا کا یہ تمام نظام منور، آپ کے لئے ظلمت سرانے تاریک
ہے۔

یہ وہ خوش نصیب قومیں ہیں کہ ان کے دل کے اندازہ امید کا چڑائغ روشن
ہوتا ہے۔ یہ جہاں جاتے ہیں اقبال و کامرانی کی روشنی استقبال کرتی ہے، چونکہ
ان کے دل کے انبوح سلطان امید فتحیاب ہوتا ہے، اس لئے زمین کے اوپر بھی نامدار
دنیا کا میں کی صفوں پر قیاب ہوتے ہیں۔ جس ہاستھیں امید کا علم ہو، پھر دنیا
کی کوئی قوت اس ہاستھ کو زیر نہیں کر سکتی۔ ان کی امید، حسرت و آنند نہیں ہوئی۔
جو محض ناکامی دنارادی کے ماتم کے لئے ہے، بلکہ کامیابوں کا ایک پیغام دعویٰ
ہے: جزوی میں امید بن کر اور دل کے باہر بیش و مردوں کی کامرانی و فیروزمندی
کی صورت بن کر، جلوہ آنا ہوتی ہے۔ لیکن اس سطح ارضی کے اوپر، جو امید کی
کام بخشیوں سے، خوش نصیب قوموں کے لئے، عیش مراد کا ایک چمن زار
نشاط ہے، وہ بد نصیب قومیں ہیں جن کے دامن ہیات میں، امید ویاس
کی بخشش کے وقت، امید کے بھولوں کی بجم، صرف ناامیدی کے کانٹے ہی آتے
ہیں۔ جو خزان کے افسر و کن موسم کی طرح دنیا میں صرف اس لئے زندہ رہتے
ہیں کہ بہار گزشتہ پر ما تم کریں اور خزان کے جھونکوں سے اپنے دخت امید کی پتی پڑی
و دیکھ دیکھ کر آنسو بہائیں، وہ دنیا جو اور لوں کے لئے اپنی ہر صدائیں پیغام امید
رکھتی ہو، ان کے لئے بکسر ما تم کرہے یا اس میں جاتی ہے۔ دل جب مالیوس ہو تو دنیا
کی ہر چیز میں مایوسی ہے۔ ان کے دلوں میں امید کا چڑائغ بجھ جاتا ہے۔ قودی
کے باہر بھی کہیں روشنی نظر نہیں آتی۔ دنیا کے دیسیں صحراء، جن پر قدرت نے

ویاس کی تقیم کو صرف افراد و اشخاص میں محدود نہ کیجئے بلکہ اس میں دراصل قوموں
اور ملکوں کی تاریخ پوشیدہ ہے، باع و چمن میں بہار و خزان، دو موسم ہیں، جو
یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اپنی اپنی اند کے متصاد و مخالف آثار چھوڑ جاتے
ہیں۔ اسی طرح امید اور حسرت کو دو مختلف مکوم تصور کیجئے جو قوموں اور ملکوں
بہ سمجھی آتے ہیں۔ اور دوہما نامرادی و کامرانی کی تقیم ہے جو اپنے اپنے دعویٰ پر
قوموں میں ہو جاتی ہے۔ بعض قومیں ہیں، جن کے حصہ میں امید کی بہار آتی ہے اور
بعض ہیں، جو اپنے صرف ویاس اور حسرت کی خزان، ہی کے لئے رہ گئے ہیں۔

نک ابہار زندگی و شلاقی کا موسم ہوتا ہے اور انسان کے اندر سے رکوں
میں دوستے والے خون سے لے کر درختوں کی شاخوں اور شہنیوں تک سہر جنپی میں
جو ششیات اور دولہ انساط پیدا ہو جاتا ہے، یہی حال ان قوموں کا ہوتا ہے
جو اپنے دوہما میں سے گزرتی ہیں۔ تمام دنیا ان کے لئے ایک بہشت امید بن جاتی
ہے اور اس کی ہر آوازان کے کافیں کے لئے ایک تراہ امید کا کام دیتی ہے۔

اپنے اندر دیکھتے ہیں قودی کا ہر کونہ امید و دل کا آشیانہ لنظر آتا ہے اور
باہر نظر ڈالتے ہیں قو دنیا کا کوئی حصہ عروس امید کی مسکراہٹ سے خالی نہیں
ہوتا۔ اس ظہسم زارہست و نیست میں، انہیں سے باہر نہ عنم کا دعویٰ ہے اور
نہ خوشی کا۔ زندگی کی تمام کامیابیاں اور مسٹریں دراصل دل کی عشرت کامیں
سے ہیں۔ جب تک آپ کے دل کے طاقِ جمعی میں، امید کا چڑائغ روشن ہے۔ اس
وقت تک دنیا بھی عیش و صرفت کی روشنی سے خالی نہیں۔ لیکن اگر باد صحر
دانارادی کا کوئی تھیوں کا دہان تک پہنچ گیا تو سچر خدا، آفتاب، لمحہ، الہنار پر پوختاں

طرح طرح کی نباتاتی نعمتوں کا درستخوان چھی دیا ہے۔ وہ خوش نہاد عظیم الشان
آبادیاں جن کو انسان فی اجتماع اور مردم فی نعمتوں نے زمین کے عیش و لشت طبقاً بہشت
بنایا ہے۔ وہ عظیم الشان انساب کے کنار مسند رہن پر حکمرانی کی طاقت، حاصل کرنے
کے بعد پھر خشکی کے مکروہ پر حکمرانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

غرضیکہ اس زمین اور زمین پر نظر آنے والی تمام چیزوں ان سے اس طرح
منہ پھر یقینی ہیں کہ اس زمین کے فرزند ہی نہیں ہیں، بلکہ بڑی بڑی آبادیاں
قوموں اور جماعتیں کی فاتحاء اہلگاہ ہوتی ہیں تو ان بدنیسوں
کے لئے، صحراؤں کے بھٹٹا اور پہاڑوں کے غاروں میں بھی کوئی کوشش
عافیت نہیں ہوتا۔

صحراؤں کی خصائص، ہوا کی سننا بہت اور دریاؤں کی صداسے دریاؤں
الاردوں کے لئے یام امید ہوتی ہے۔ مگر ان کے کافلوں میں سب سنت ناماری
وفقاً کی صدائیں اٹھادھ کر طعنہ زدن ہوتی رہتی ہیں۔ دنیا میں اگر بہار و خزان
امید دیاں شادی و غم نفع و نوجہ جذہ دگریہ اور فناد بقاد وہی چیزیں ہیں
جن کی زمین کے بنے والوں کو بخشش ہوتی ہے۔ تو تختیروں سمجھے یعنی کہ پہلی
قوموں کو بہار دامید اور شادی و لشت طکا دھسہ طلاہتے اور دوسروں کو

یک سریاں و جنیں تو حد دامتم اند گریہ و فغان کا
ماخانہ رسید گلان فسلیم

پیغام خوش اند ویا یا نیست

فَمَا طَلَمْتُمْ مِّنَ اللَّهِ وَلَكُنْ كَانُوا أَنفَسَهُمْ يَظْلِمُونَ ط

لیکن یہ حالات و نتائج کا ایک دور ہے جو نوبت بر قوت دنیا کی تمام قوتوں
بلکہ کائنات کی ہر شے پر طاری ہوتا ہے، قرآن کریم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔
وَيَدْعُ اللَّٰهُ أَيَّامَنَدَ اولِهَا بَأْيَ النَّاسِ ط
امیر دیاں، شادی و غم اور فتح و مکث کے یہ ایام ہیں جو نوبت بر قوت
الشافوں پر گزرتے ہیں۔

دنیا میں کوئی شے نہیں جس نے غم سے پہلے اپنی شادی کے دن بھی نہ
دیکھے ہوں اور باغ میں کون سائزہ و نزت ہے جس نے خزان کے جھونکوں
کے ساتھ نیسم بہار کی لذتیں بھی نہیں لوٹی ہیں۔ دنیا عالم اس باب سے اور یہاں
کا ایک فردہ بھی قوانین فطریہ و سلسلہ عمل و اسباب کی مانعیت سے باہر نہیں۔
پس یہ انقلاب کی حالت بھی ایک قانونِ الہی اور ناموس فطری کے تحت ہے۔
جس نے ہمیشہ اس عالم میں یکسان نتائج پیدا کئے ہیں اور ان میں تبدیلی ممکن
نہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسْتَهِ اللَّٰهِ تَبَدِيلًا ط
اللَّٰهُ کے بنائے ہوئے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ دیکھو گے۔
باغ و چمن میں، بہار و خزان کا انقلاب ہو۔ دریاؤں میں جز زرد کا آثار
پڑھاؤ ہو۔ بہمن روں میں سکون جہیجان کا تغیر ہو۔ افراد جیوانی کی حیات و
سمات، اور شباب و کھولت کا ایاب و ذماب۔ افراد کی صحت و علات اور
اقوام کا عروج و زوال، یہ تمام حالیں فی الحقيقة اپنی قوانین فطریہ کے ماخت
ہیں۔ بن کو فاطراً السموات والارض نے اس عالم کے نظام و قوام کے لئے

روزازل سے مقرر کر دیا ہے۔ پھر جن افراد و اقوام نے ان قوانین کے مطابق راہ امید اختیار کی ہے۔ ان کے لئے امید کی زندگی ہے اور جنہوں نے اس سے بدگردانی کی ہے، ان کے لئے نامرادی و ناکامی کی مایوسی ہے، قانون جسم کی سزا دیتا ہے۔ پھر جسم کو جسم کرنے کے لئے محبوب نہیں کرتا پس شرکایت کارخانہ قدرت کی نہیں۔ بلکہ خود اپنی بونی چاہئے۔ خدا نے امید کا دروازہ کسی پر نہیں کیا ہے اور نہ میں کی راحت کسی ایک قوم کے دشمن میں نہیں دے دی ہے مگر نے پھول اور کاشٹے دلوں پر سیدھے ہے۔ اگر ایک بدنسبت کاموں پر پڑتا ہے۔ مگر بچوں کو دامن میں نہیں پختہ تو اسے اپنی محرومی پر رونا چاہیئے۔ باہمان کا کیا قصورہ۔

فَمَا كَانَ اللَّهُ يُظْلِمُهُمْ وَلَا هُمْ كَانُوا إِلَّا شَهَدُوا عَلَىٰ ذَلِيلًا
خَلَقَ الْفَضَالَ سَعِيًّا بِهَا كَذَلِكَ وَهُوَ كُسْيَيْرَ ظَلَمَ كَرَكَيْ بِكَسْيَيْرَ اسْدَوْسَ كَبَلَعَلَيْ
كَرَكَيْ خُوَدَأَيْ أَيْنُوْلَيْ اسْبَقَنْ فَسْوَلَيْ بَرَظَلَمَ كَيَا۔
وَوَسْرَنَيْ جَلَجَرَمَيَا۔

ذَلِيلَ بِهَا قَدْ مَعْتَ أَيْلَيْ يَكْمَدَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ يَطْلَمُ لِلْعَبْدِ طَ
يَسْبَبَ بِرَبَادِيَانَ تَمَنَّ خُرَدَانَبَنَهُ مَوْلَ لَيْسَ وَهَذِهِ النَّوْلَانَبَنَهُ نَبَوَنَ
كَهَنَهُ بَحْرَيْ خَالِمَنَهُنَهُنَهُ۔

اس نے دنیا کے آلام و راحت اور علیش و کامران کو ان کے ماتحت نہیں بلکہ ان اسی اعمال کا حکوم بنایا ہے اور جب تم کوئی قوم خود اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کر دیتی اس پر نہ میں کی لامسوں کا دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔

ذَلِيلَ يَأْنَ اللَّهَ لَعِيدَ مَغْبُرَةِ الْعَمَّةَ أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمَ حَثْيَ
يَعْلَمُ عَلَمًا يَأْنَسِهِمْ فَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِ
انْ قَوْمُوْنَ کَلَ تَامِرَادِي وَيَأْلَوْسِي کَلَ يَسْرَازِ اسَ لَتَهَ دَيَّ گَيَّ کَهِيَارِي
اس کا فَالَّوْنَ ہے جو لفَتَ خَدَانَے کَسِيَ قَوْمَ کُودَيِ مُوْبَحَرَدَهِ كَبُمِي وَلَپِنَهِنَ
لَيَجَاتِي۔ نَاكَهَ خُورَدَهِ قَوْمَ اَپِي صَلَاحِيتِ اور قَالِيَتِ کَوْبَدِلَنَدِلَ۔
ماضی اور حال اَنْقلَابَ قَرْتَیَ ہے اور نہیں معلوم اس دنیا میں کتنے
دَرَدَ قَوْمُوْنَ اور مَلَکُوْنَ پَرَاسَ کَلَ گَزَرَ چَلَے ہیں۔ آج
امید و کامیابی کے جس آفتاب سے غیروں کے ایوان اقبال روشن ہو رہے ہیں۔
کبھی ہمارے سروں پر بھی چک چک لے۔ اور جس بہار کے موسم عیش و نشاد سے
ہمارے حریف گزیدہ ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے باغ و چمنی ہی میں اس کے
جنوں کے ایسا کرتے تھے۔ اب کس سے کہیئے کہ کہنے کا وقت ہی چلا گیا۔
گَزَرَ چَلَ ہے فَضْلَ بَهَارِ حَمَرَ بَرَجَی

نَمَمَ بَكْمِشِیَسَ سَعِيَهِنَهُنَهُنَهُ۔ جَسِيَ کَهَ اَبَ نَفَرَأَهُ ہے ہیں۔ نَادَ بَكْمِشِیَ
نَمَمَ سَعِيَهِنَهُنَهُنَهُنَهُنَهُ۔ مَلَقَنَ امِیدَ کَاهِمَ مِیں اَشِیَانَهُنَهُنَهُنَهُ۔ بلکہ ہمارے سوا
اس کا کوئی ٹھکانہ دستخا۔ اب دنیا میں ہمارے لئے ما تم و نا امیدی۔ دو ہی کام
کرنے کے لئے باقی رہ گئے ہیں لیکن زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہماری زندگی کے
لئے اس دنیا میں اور بھی بہت سے کام تھے۔

فَبَرَنَاهَمَ بَالْحَسَنَاتِ وَالسَّيَّنَاتِ لَعَنْهُمْ يَرْجِعُونَ طَ
اور یہم نے ان قوتوں کو اچھا اور بُری امید اصلیہ سی فتح اور شکست دھن

حالتوں میں ڈال کر ازماکہ شاید یہ برا عالمیوں سے قوبہ کریں اور راہ حق اختیار کر لیں۔

فَإِنْ فِي الْأَرْضِ لَا يَأْبُتُ وَمَا كَانَ الْمُرْسَلُونَ مُؤْمِنِينَ ط
اُور بے شک اس انقلابی حالت میں عبرت و موعظت کی بہت سی
نشانیاں ہیں، مگر ان میں اکثر لوگ ایمان دایقان کی دولت سے محروم تھے
جسوم یا سواحتلاب نظام امید۔

مَنْ كَانَ نَاطِئَ لَنْ تُنَزَّلَنَّ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ فَلَمْ يَكُنْ
يَسْبِبُ إِلَى السَّخَاءِ وَذَلِكَ لِيَقْطُعَ فِيمَا يَنْظَرُ هُنَّ يَلْهَبُونَ كُلَّ شَيْءٍ
مَا يَغْضُطُ وَكَذَّ الْمَكَثُ أَنْ تُرَكَنَّا هَا أَيْمَانِيَّةً بِيَمَائِيَّةٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَدْهُمُ
مَنْ يَرِيدُ ط

جو شخص یا لوگ ہو کہ اللہ کی نسبت ایسا طعن بد کھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت
میں خلاس کی مدد کرے ہی گاہیں، تو پھر اس کو چاہئے کہ اپر کی طرف دی
تمنے اس کا پہنڈا بنا کر اپنے گلے میں پھانسی لگائے اور اس طرح زمین سے
بہار اب رہ اپنے لئے یا لوگی سمجھائے۔ اپنا تعلق قطع کرے پھر یہ کہ آتا
اس تدبیر سے اس کی وہ شکایت جس کی وجہ سے یا لوگی اور بھی ہو در بھی
یا نہیں۔ اس طرح ہم نے قرآن کریم میں بڑا تلفظ کی رسم و رسائل
آماری ہیں کہ تم ان پر سور کرو، اور اللہ جس کو چاہتا ہے۔ اس کے ذریعے
ہدایت بختنا ہے۔

ایک ستم ہیں کہ ہوتے اپنے پیشوان کہیں
ایک دو ہیں کہ جنہیں چاہ کے اٹان ہوتے

موجودہ جگہ بدقان یا جنگ اسلام و فرج۔ کی اگر تاریخ تکمیل جائے گی تو اس
میں شاید رب سے زیادہ موثر اور در انگلیز بانی مسلمانات کو عالم کے اضطراب
امید و ہم کا ہو گا۔ یہ پہچ ہے کہ میدان جنگ میں صرف بجاہدین ترک تھے۔ لیکن
اگر ستراروں ہیں جنہیں خواب غفلت سے ہملا تھیں۔ تو ان کی تعداد بھی کم نہیں
جو کواب تک بستروں پر ہتھیے ہیں۔ بکھر اضطراب کی کروں میں بھی بدلو ہے ہیں اور یہ
یقیناً کافر ما تحریت کی ایک سب سے بڑی توفیق بخشی ہے، اگر موسم بہمنے کا وقت
اگلی ہے تو اتنے آثار بھی کم نہیں۔ ہم نے بڑے بڑے آشکدوں اور تنوروں کو
وکھا ہے۔ ان کے اندر سے آگ کے ہمیب شعلے اشکر ہے تھے۔ حالانکہ چند
گھنٹے پہلے تراویح کی ہتھ میں چند بھی ہوتی چکاریوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اپنی
خاکست کے تو دوں میں چھپی ہوئی چکاریوں کو جب باد تند قیز کے چند جھونکے
میسر آگئے تو چشمِ زوف میں دیکھتے ہوتے انکاروں اور اچھلتے ہوئے شطون سے
تغور بھر گیا۔ بھر کیا عجب ہے کہ سو ڈپس کی یوچیکاریاں اس وقت دلوں میں
بھی ہوتی نظر ارجی ہیں، توفیق الہی کی باد شعلہ افر و ز، انہیں سے اس آنکہ
حیات کو گرم کر دے جو افسوس ہے کہ روز بزرگ خاکست سے بھرتا جاتا ہے۔

ذَالِكَ بَأَنَّ اللَّهَ يُوْجِنُ الظَّلَمِيْنَ تَقْتِيلَ الْمُتَهَارِ وَيُوْجِنُ الْمُتَهَارِ فِي الْيَمِّ
وَأَنَّ اللَّهَ شَعِيرٌ بِعَصْبَيْرٍ ط

بہتر ہے کہ اس بارے میں میری زبان پر صاف صاف سوالات ہوں۔
پھر کیا وقت ہو گیا ہے کہ تم تہیش کے لئے یا لوگ ہو جائیں۔ کیا ہم یہ سمجھ سکیں کہ
اسید ویس کی تسمیم میں اس بارے تھی صرف یا سہ کوئی تھے اور تکمیل فنا میں

جس قدر وقت باتی رہ گیا ہے اس میں صرف وقت کا مامن اور آئندہ کی نامیدی دہی کام کرنے کے لئے باقی رہنے تھے کیا یہ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ ہماری زندگی کی آخری ساعات اور موت کے اختصار کی آخری حرکت ہے ۔

کیا چڑائی میں تین ختم ہو گیا اور سچنے کا وقت قریب ہے ؟ اور سب سے آخر یہ کہ کیا اعلادِ اسلام اور اسلام کا آخری مقابلہ ہو چکے اور یسوع کی مصلوب اور صروہ لاش نے خدا کے خلائے حرمت کی دفیوم پر فتح پاتی

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوالات مختلف شکلوں میں آج ہستوں کے سامنے ہوں گے جمکن ہے کہ مایوسی کا غلبہ نہیں اعتماد کو مغلوب کرے ۔ اور اس نے ممکن ہے کہ میں تسلیم کروں کہ ہمارے مٹے کا وقت آگیلے بیگریں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلم قلب، جس میں ایک ذرہ برادر بھی نہ اسلام باتی ہے، ایک منت ایک نہ، ایک دقیقہ اور ایک عشرہ دقیقے کے لئے بھی اس کو مان سکتے ہے اسلام کے مٹے کا وقت آگیا ہے ۔ ان انوں ہی نے ہمیشہ انسانوں کو مغلوب کیا ہے، اور نی قوموں نے ہمیشہ پرانی قوموں کی جگہ ہی ہے، اس کا حریف، اس عالم میں دیوبنیں ملکہ انسان تھیں، پس یہ کوئی عجیب بات نہیں اگر تم کو ہمارے ہمیزہ صدر سالہ دشمن آج مغلوب کر کے فنا کر دیں، بیگراے خدا کی رحمت کی لذیں کرنے والوں میں یہ کیوں گرمان لوں کہ ایک مغلوب لاثم، می دنیوم خلاۓ ذوالجلال کو مغلوب کر سکتی ہے اور مایوسی خواہ لئی ہو گر کیونکہ تسلیم کروں کہ انسانی گردہ خدائی قادر ذوالجلال کی جرودت و کبریٰ کو شکست دے سکتے ہیں ۔

حضران ہوں کہ آج مسلمان مایوس ہو رہے ہیں ۔ حالانکہ میں تو ملکر دیوسی

کے تصور سے کاٹ جاتا ہوں۔ لیکن کہ تین کرتا ہوں کہ مایوس ہوئا اس خدائے ذوالجلال والا کرام کی شانِ رحمت و ریاست کے لئے سب سے بڑا انسانی کفر اور اسپی کی خرابی میں سب سے زیادہ نسل آدم کی شوخی ہے۔ بت جوان برباد یوں اور شکستوں کے بعد مایوس مایوس ہو رہے ہو تو تبلاؤ کہ تم نے خدائے اسلام کی قوت و رحمت کو کس پیمانے سے نپاوا وہ کون سا کارہیں الیں ہے، جس نے خدا کے خزانہ رحمت کو دیکھ کر تھیں تبلاؤ یا ہے کہ اب اس میں ستماہیے لئے کچھ نہیں۔

أَطْلَعَ اللَّهُمَّ أَنِّي أَتَخْدَأُ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَمَّا هُمْ أَهْمَلُ
الغَيْبَ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ط

پھر تم کو کیا ہو گیا کہ تم مایوس ہو رہے ہو، اور کیوں تم نے خدا کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ اب ہمارے لئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں۔ حالانکہ ایک مسلم دل کے لئے نہ ایسی سے بڑھ کر کوئی کفر نہیں۔

لَعْلَهُ جَلَّهُمْ شَيْءًا إِذَا كَانُوا مُتَفَطِّلِينَ مِنْهُ وَتَشَقَّقُ
الْأَرْضُ وَتَخْرُجُ النَّجَابُ هَذَا أَطْ

یہ تھے ایسی بڑی سخت بات منہ سے زکاٹی ہے جس کی وجہ سے محبو نہیں کہ انسان پھٹکتے ہیں، (میں شق ہو جلتے اور پہاڑ رینے سے ریزے ہو کر زمین کے سیدھے پہوچاتے ہیں)۔

امید و یہم

خدائی رحمت سے کافروں کے سوا احمد کون مایوس ہو سکتا ہے۔

السان شاید یا سو امید کے بارے میں کچھ فطرتیا عاجل ہے۔ اس کی فطرت سادہ بچوں کی مثال سے واضح ہوتی ہے۔ بچوں کا قادر ہے کہ ہر حالت کا اثر بخیر تفکر و تدبیر کے دفعہ قبول کر سکتے ہیں۔ روتے ہوتے بچے کو منحصراً کا ایک ملکہ اپنکا ہادیت کے تو سہنے لگتا ہے اور جھین لجھنے تو فوراً چھل جاتا ہے۔

بعینہ یہی حال عقل و فکر کے نشوونما کے بعد بھی انسان کا ہوتا ہے لبیتہ تاثر و تاثر کی صورت بدلت جاتی ہے، قرآن کریم نے اسی فطرت انسانی کی عجلت پسندی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب کہ کہا ہے کہ خلق انسان میں حیل انسان کی خلقت بازی اور تجھیل کا ہے۔ مھاٹ کے حس اور شلوانی کے غزوہ میں بھی دیکھئے تو اس کی بھی جلدی پاری اور زندگی ہر موقع پر کام کرتی ہے۔ وہ کس قدر جلد غم گئی پڑھتا ہے اور بچھر ایک روتنے پھر کی طرح جس کے باختہ میں منحصراً کا ملکہ ادا کے دیگر پڑھتا ہے، کس قدر جلد خوش ہو جاتا ہے، اس کی مالیوں اور امید واری دوفروں کا یہی حال ہے، جب کبھی دھاپتی کسی موقع میں ناکامی دیکھتا ہے تو فوراً مالیوں پوکر بٹھے رہتا ہے۔ اور بچھر جب کبھی کوئی کامیابی کی خبر سن لیتا ہے تو امید و محنت کے ضبط سنتے جا بڑے ملکہ اچھل پڑتا ہے، حالانکہ نہ تو اس کو ان اسباب کی خبر ہے جو اشتارت امید کے بعد پہنچ آنے والے ہیں، اس کی خلاپرستی بھی اس جلد بازانہ یا سو ویم سے مشتملت کھا جاتی ہے۔ اگر کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ خدا میرے سامنے ہے۔ اور اگر قاتع حالت اور مشتبہ الہی کسی استخلاف صیحت میں ڈال دیتی ہے تو دیوانہ وار مالیوں ہو جاتا ہے کہ خدا نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ سورہ الفجر میں اسی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ہمارے ساندو ہو کردن کی شے ہے جس کی طرف قرقی

نے اشارہ نہیں کیا۔

غَامَّا إِلَّا سَانَ أَذْ أَمَا أَبْلَأَهُ رَبُّهُ فَالْمُرْمَدَةُ وَنَعْمَةُ فَيَقُولُ وَنَعْمَةُ
أَكُونَنَهُ وَأَمَّا إِذْ أَمَّا أَبْلَأَهُ فَقَدْ أَخْلَى بِرِزْقَهُ فَيَقُولُ بَلَى
إِهَانَنَهُ

انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پردہ کار اس کے ایمان کو اس طرف آزمایا ہے کہ اس کو دنیا میں عزت اور نسبت عطا فرماتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پردہ کار اعزاز و اکرام کرتا ہے اور جب اس کے ایمان کو کسی آزمائش میں ڈال کر اس طرح آزماتا ہے کہ اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے یعنی صیحت میں ڈال دیتا ہے تو سچھر معا مالیوں پوکر کہنے لگتا ہے کہ میرا پردہ کار تو مجھے ذیل کر رہا ہے۔ اور میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔

حیات امید و موت قتوط

منحدران حالات کے سب سے زیادہ حضرت ناک مگر اسی انسان کی وہ مالیوں ہے جو مسامنہ، والام کا بھوم دیکھ کر اپنے دل میں پیدا کر لیتا ہے اور اس طرح خود اپنے بالخنوں اپنے مستقبل کے لئے تامرادی و ناکامی کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔ مالیوں سے بڑھ کر کوئی شے انسانیت کے لئے قاتل درہ بیک نہیں اور دنیا کی تمام کام را نیاں صرف امید کے قیام پر موقوف ہیں۔ یہ امید یہی ہے جس نے زمینوں پر قبضہ کیا پھر وہیں کے اندر سے راستہ پیدا کیا ہے۔ سختر کی قہاری کی معلوم بکیا ہے اور جب چاہا ہے اس میں اپنی سواری کے مرکب چلائے ہیں۔ وہ تجھے چاہتے اس کے کناروں کو میلوں اور فرسخوں تک خشک کر دیا ہے۔ بچھر

اسید ہی ہے جس نے مرد و قلوب کو زندہ کیا ہے۔ بسترگ سے بیاروں کو اٹھایا ہے۔ ڈبتوں کو کناروں تک پہنچایا ہے۔ بچوں کو جوانی کی تیزی سے دوڑا ہے اور بڑھوں کو جو اون سے زرادہ قوی و طاقت نبادیا ہے۔ جب کہ قومیں جوڑا دے دیتی ہیں۔ جب کہ زمانہ مدنہ پھیر لیتا ہے۔ جب کہ زمین کے کسی گوشہ سے صدائے محبت نہیں آتی، اور جب کہ تمام اعضاۓ عمل جوڑا کا فرشتہ ہوتا ہے جو سکرناہیا اور جو اپنے میں تو امید ہی کا میں لے گر قوت و طاقت، نہت و مستحدی و پستی و چالاکی کی ایک روح نازہ دلوں میں پیدا کر دتا ہے۔

دنیا میں کامیابی اعمال کا شیخ ہے اور اعمال کے لئے پہلی چیز امید سے جب تک انسان کے اندر امید قائم ہے مصیبتوں اور ہلاکتوں کے عفریت بھی سامنے اکھڑتے ہوں تو بھی اس کو تکست نہیں دے سکتے۔

اگر خون اور اس کا دوران ان ان کی جسمانی حیات کے لئے ضروری ہے تو یقین کیجئے کہ اخلاقی و ادراکی حیات کے لئے امید اس کے اندر بمنزلہ روح کے ہے۔ جب تک اس کا دوران دل سے انٹھ کر باصطلاح حال و ماض سے نکل کر جسم کے تمام گوشوں میں جملات عمل پیدا کر رہا ہے۔ اس کی قوت عمل زندہ اس کے اعضاے کا متحرک اور پائے مستعدی سرگرم تکالوں میں لیکن بہاں روح دل سے نکلی بچھر جسم انسانی کے لئے قبر کے سوا کہیں بھی نہ کہا نہیں۔

ایک شخص جب یا لوں ہو گیا۔ جب اس نے یقین کر لیا کہ اب اس کے لئے دنیا میں کچھ نہیں۔ جب اس نے فصلہ کر لیا کہ خدا اسے کچھ نہ دے گا تو ظاہر ہے کہ اس

کام داع کیوں سوچے، دل میں اٹھ کیوں پیدا ہو، ہاتھ کیوں ہے۔ اور پاؤں بڑھنے کے لئے کیوں متحرک ہوں۔

قوموں کی زندگی کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ ان کا دل، امید کا دل کی آشیانہ ہوتی ہے اور خواہ ناکامی اور مصائب کا لکھنا اسی بحث میں متحرک اس کے دل کے گوشے سے نہیں اڑتا۔ وہ دنیا کو ایک کارچاہ عمل سمجھتے ہیں اور اسید کہنی ہے کہ یہاں جو کچھ ہے صرف تمہارے ہی لئے ہے۔ اگر اج تم اس پر قالیض نہیں ہو تو عم نہیں کیونکہ عمل و جہد کے بعد کل کو وہ تمہارے ہی لئے ہوتے ہوں والی ہے۔ برصغیر جس قرار آتی ہیں، دہان کو صبر و تحمل کی دھنال پر رکھتے ہیں۔ اور غم و اندوہ سے اپنے دماغ کو محلہ نہیں ہونے دیتے بلکہ مصیبتوں کو دوڑ کرنے اور دن کی صفوتوں پر غالب آنے کی تدابیر پر عمدہ کرتے ہیں۔ ناملوی ان کے دلوں کو مجرور کرتی ہے۔ پر یا لوں نہیں کرتی۔ اور غم کے شکر سے بہرست انتہاتے ہیں۔ پر سچالگئے نہیں۔

دنیا ایک میدان کا زار ہے اور جس چیز کو تم عمل کہتے ہو وہ اصل یہ ایک حریفانہ کش مکش اور مقابلہ ہے۔ پس جس طرح جنگ میں رہنے والے پاپیوں کو فتح و تکست سے چارہ نہیں، وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق استی ہے اُسے کامیابی اور ناکامی اور فیروزمندی و نامرادی سے چارہ نہیں کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری طوای تعلوں اور دشمن کی گردی ہو، اگریوں نہ ہم اپنے سرو سینہ میں بھی زخم کے نشان پائیں۔ بیتر پڑا لام کرنے والوں کو روزنا چاہیے کہ پاؤں میں کامنا پچھے گیا۔ لیکن میساہی کو رنجوں

پوزخم کھا کر سمجھی اف نہیں کرنا پاہیئے کیونکہ اس کی جگہ تو بت نہیں۔ بلکہ میران جنگ ہے۔

شکست و زخم کا خوف دیے تو میران جنگ میں قدم ہی نہ رکھو۔ اور تلواروں سے بچا چاہتے ہو تو تمہارے لئے بہترین جگہ پھولوں کی سیچ ہے۔ چلی گئے، مٹھوکر کھاؤ گے اور لڑو گے تو زخم سے چارہ نہیں۔ پس اگر شکوہ کر لگی ہے تو انکھیں کھولو۔ اور سچی کر رہنے کی جگہ، تیزی سے چلو، کیونکہ جتنی دیر میکھ کرتم نے اپنا گھشا سہلا یا۔ اتنی دیر میں قافلہ اور دور بکھل گیا۔

پھر اگر دشمن کی کاٹ نے زخمی کیا ہے تو سجدگتے کروں ہو۔ مایوسی خود کشی ہے اور امید زندگی، اور زیادہ چاپک دستی سے پیکار جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جب تک دوسروں کو زخمی کرتے تھے زیادہ بہت مطلوب نہ سمجھی۔ میکن زخم کھا کر تم نے معلوم کریا کہ دشمن تو قع سے زیادہ قوی ہے اور اب پہلے سے زیادہ سہمت اور مستقری مطلوب ہے۔

میں نے کہا کہ قومی زندگی کی سب سے یہی علامت یہ ہے کہ اس کا ہر فرد ایک پیکار امید مرد تا ہے اور اپنے دل کو امید کی جگہ سمجھا ہے نہ کہ مایوسی کی جگہ نیک انناہی نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندہ قوموں کے لئے مایوسی کے اسہاب میں امید کا پیغام ہوتا ہے اور صیتیں جتنی برصغیر ہیں، اتنی ہی وہ اپنی امید کو زیادہ محبتتا اور پیار بلتے ہیں۔

مصلحتیں ان کو مایوس نہیں کرتیں بلکہ غفلت سے ہشیار کر دیتی ہیں اور عبادت و تنبہت کی صورت میں ان کے ساتھ آتی ہیں۔ وہ مسامب کے سلاپ کو دیکھ کر نہیں کر لیتے ہیں اور یہ سمجھے لیتے ہیں کہ اپنا ہمارے لئے دنیا میں کچھ نہیں رہا، وہ تو خود اپنے

کر سجا گئے نہیں۔ بلکہ اس راہ کو ڈھونڈ کر سبکرنا چاہتے ہیں۔ جہاں سے اس نے نکل کر بہنے کی راہ نکالی ہے۔

پس معاشر ان کے لئے امید ہو جاتے ہیں اور نامرادی ان کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ وہ جس قدر کھو تے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ پاٹتے ہیں اور جس قدر گرتے ہیں اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اٹھتے ہیں۔ دبی دنیا جو کل تک ان کے لئے نامرادیوں کی دفعڑخ تھی۔ یکایک کامیابیوں کا بہشت بن جاتی ہے۔ اور پس طرف دیکھتے ہیں تخت فتحیابی بچھے ہوئے اور انہمار کامرانی ہستی لظر آتی ہیں۔ یہی بہشت امید ہے جس کے رینے والوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ:

مُتَكَبِّرُونَ فِيْهَا أَعْلَى الْأَوَانِكَ لَا يُؤْمِنُونَ فِيْهَا شَهَادَةُ الْأَذْهَارِ فِيْرَادَ
كَامِيَابِي دُفِيرِ وَزَمْدَرِی کے تخت پر سکنے لگائے بُشِیجے ہلوں گے۔ خُم وَانْدَوْه کی سفرش
و تپش کا انہیں جس تک نہ ہو گا کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے
پس دنیا سمجھی ان کو مایوس نہیں کرتی۔ زندگی، امید اور موت، قتوط۔

لیکن اسی طرح قومی زندگی کے ایامِ ممات اور ان افی ارتقائے حیات کا سر باب اس دن سے شروع ہوتا ہے۔ جس دن کاشانہ دل سے امید کا جہاڑا اٹھتا اور مایوسی کا شکرِ فدا منڈتا ہے، جس فرد یا جس قوم کو مصیتیوں اور زماں کامیابوں کے عالم میں مایوس دیکھو لقین کر دکہ اس کا آخری دن آگیا۔ مصیتیں تو اس لئے تھیں تاکہ مخلفت کو شکست اور سہمت اور تقویت ہو۔ لیکن جو لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں دنیا کے اعمال و مداری کا دروازہ اپنے اپنے پیغمبر کر لیتے ہیں اور یہ سمجھے لیتے ہیں کہ اپنا ہمارے لئے دنیا میں کچھ نہیں رہا، وہ تو خود اپنے

لئے زندگی کے بدلے موت کو اپنڈ کر سکے ہیں۔ پھر دنیا کی کامیابی زندگی بنالینے والوں کے لئے ہے۔ مت جانے کے مثلاً شیوں کے لئے نہیں ہے۔
ویکھو، قرآن کریم نے کیسے جامع الفاظ میں ویسے لوگوں کی حالت اور ان کی مایوسی کے نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس نے کسی چیز کی طرف اشادہ نہیں کیا۔ مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ہیں جو اس کی مخالف پر کافی لگاتے ہیں۔
وَصَنْ الْمُنَاسِ مَنْ يَعْمَلُ اللَّهُ عَلَى حَرَبٍ فَإِنَّ أَصَابَهُ خَيْرٌ
إِنَّ الْمَطَانَ بِهِ وَإِنَّ أَصَابَتَهُ نِقْنَةٌ فَأَنَّ الْقَلْبَ حَلَّ وَجْهَهُ
خَسِرَ الدَّنَيَا وَالْآخِرَةَ طَذَابُكَ هُوَ الْمُنْسُوْلُ أَنَّ الْمُبْيَنَ هُوَ

اوہ ان الویں میں بعض ایسے ہوں جو خدا کی پرستش تو کرتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں استقامت نہیں ہوتی۔ اگر ان کو کوئی خاندہ پیچ گی تو عملمند ہو گئے اگر کچھ مصیبت اپری تو چھر سے آئے تھے اسے پاؤں اور صہری کو ٹوٹ گئے یعنی مایوس ہو کر ایمان سے باختدا تھا ایسا۔ یہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی دنیا بھی کھوئی اور آخرت سمجھی احمدی سب سے بڑا در صریح تھا ان ہے۔
غیر مایا کہ

خَسِرَ الدَّنَيَا وَالْآخِرَةَ طَذَابُكَ هُوَ
کیونکہ مایوسی کے بعد انسان کی قوتِ عمل مسلط ہو جاتی ہے۔ پھر نہ وہ صرف دنیا میں ناکام و نامراد رہتا ہے بلکہ حاصلت کی خوش حالی سے بھی اسے نا امید کی ہی طلتی ہے۔

انسان کا فرض سمجھی و تدبیر ہے۔ اور وہ جب تک اس دنیا کی سطح پر باقی ہے

اس کو سی دکو شتر سے باز نہیں آنا چاہیے۔ ہمارا کوئی غریزی پیارہ موت کے اور اس کی حالت صحت کی طرف سے مایوس کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر بھی جواب دی رہتے ہیں۔ تاہم ستم و معلاج سے آخری سماں نزعِ بیک باز نہیں آتے۔ جب افراد کے ساتھ ہمارا حال یہ ہے تو توجہ بہ کہ قومِ دلت کے ساتھ نہ ہو کیس کو معلوم ہے کہ کب دعائیہ رحمتِ کھلٹے والا ہے۔ اور کب بارش ہونے والی ہے دینکان کا کام یہ ہے کہ تحفہ پاشی کرتا رہے۔

چوں و مبدم عنایت تو فتن ممکن است
و زنگانے نزعِ زکو شتر کے چرا

پہلا گریب پیچ ہے تو بے شک تمہاری لا فاٹ زندگی کو جیسے قیصر دم اور کرنے والیں موت سے بدل نہ سکتے تھے اس نے مجرموں کو دریا ہے۔ تمہارے ان آہنی ہسپوں کو ہبھیں پر موس میدان میں متمدن رو میوں کے لاکھوں تیروں کے نشانے زخمی نہ کر سکے تھے۔ یقیناً اس نے خاک و خون میں تمہاریا ہے۔ اور تمہارے ان نشانہ کے تجدید اور غلہٹے دینا ہی کو جیسے ستمہ صلیبی ٹکلوں کے لاکھوں یتربے بھی نہیں گیا سکے تھے۔ پیچ یہ ہے کہ سرو ما کے سوچنے پر نے اپنے پارہ پارہ کر کے گرا دیا ہے۔ پھر اس میں شک کہ تم مر گئے ستم جو کچھ نہیں مر سکتے تھے یقیناً مر گئے۔ تم کہ تمہاری لگوں کے اندر قدر کی مدد جلال جباری ہے اور اس کی نظرت و حمایت کے طائفہ مخصوص ہیں۔ تمہارے آگے دوڑتے تھے۔ یقیناً آج مر گئے، پس جس قدر تم کو ماتم کرنا ہے کرو۔ اور جس قدر جلد اپنی قبر کھود سکتے ہو کھود لو، کیوں کہ خدا کی رحمت اور دنیا کی زندگی صرف نامید رکھنے والوں کے لئے ہے۔ اور مایوسی کا توجہ موت کے

سو اور کچھ نہیں۔ خدا مم کو نہیں چھوڑتا پر تم اسے چھوڑ رہے ہوئے وہ تمہاری طرف دیکھا رہے تھاں تم نے نامید ہو کر اس کی طرف سے منہ موڑ دیا۔ تم کو معلوم نہیں کہ یہ ماہوسی ہے جس کو تمہارے خدا نے کفر کی خندکشی سے قبر کر رہا ہے۔

مَنْ كَانَ لَيْطَنِّ أَنْ لَمْ يَنْصُرْ إِلَهًا فِي الدُّنْيَا أَفَالْآخِرَةِ فَلَمْ يُنْدُدْ
يَسْبِبُ إِلَى السَّخَاءِ ثُمَّ لَيَقْطُمُ فَلَمْ يَنْظُرْ هُلْ بَدْهَبِنْ كَيْدَهَا لَعْنَظَ
رَكْلَ الْإِلَهِ أَمْوَالَهُ أَيَّاتٍ كَيْنَاتِهِ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَرِيدُ

جو شخص مایوس ہو کر اللہ کی شبست ایسا ٹین بدر رکھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت
میں خدا اس کی ہاد کرے گا اسی نہیں۔ تو پھر اس کو چاہیے کہ اپر کی طرف ایک مردی
تائے اور اس کا پھنڈا بنا کر اپنے گھے میں پچھائی الگائے۔ اصل اس طرح زمین سے
بڑھاں اب وہ اپنے لئے صرف مایوسی سمجھتے ہے۔ اپنا اعلیٰ قطع کر لے پھر دیکھ کر
ایسا اس تذیرے سے اس کو وہ شکایت ہجیں کی وجہ سے مایوس ہو دیا تھا در ہو گئی۔
اس طرح ہم نے قرآن کریم میں ہدایت و فلاح کی روشن دلیلیں آماری ہیں تاکہ
تم ان پر غور کرو۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعے سے ہدایت بخشتا ہے۔

دنیا میں ہمیشہ واقعات کا مطالعہ کرنے کے لئے دو طرح کی نظر سر بری ہیں۔
ایک امیر کی اور دوسری مایوسی کی۔ جھکلتے یونان کی نسبت سنایو گا کہ آثار و شاخ ۲۰
پر سمجھت کر تھے ہوئے ان میں دو مختلف مذاہب امید اور مایوسی کے تھے۔ پھر جس اس
طرح کی نظر سے تم دنیا کو دیکھو گے۔ وہ اسی رنگ میں نظر آتے گی۔ مایوسی کی
نظر سے دیکھو تو اس کے دلائل بے شمار ہیں اور امیر کا مذہب اختیار کر دو تو اس کے
پہلو مایوسی سے کم نہیں۔ اسلام ہم کو ہمیشہ امیر کی نیشن کرتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم امید

کے پہلو دل ہی پر نظر ڈالیں گے۔
اس تیرہ سو برس کے اندر کتنی قومیں آئیں اور اپنی باری میں خلافت
اسلام کی خدودت انجام دے کر چلی گئیں۔ جب تک انہوں نے اسلام کا ساتھ دیا
اور اپنے اعمال و اعتمادات میں اس سے منہ نہیں موڑا۔ اس وقت تک وہ بھی
ان کے ساتھ رہا۔ لیکن جب انہوں نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کھو دی اور
مقصد کو جھوٹی گئے جس کی انجام دہی کے لئے زمین کی وراثت ان کو دی گئی تھی
تو ان کا دید کار فرمائی ختم ہو گیا۔ اور اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کی امامت کسی
دوسری جماعت کے سپرد کر دی۔ وہ اپنے کلمہ مقدس کی حفاظت کے لئے ہماری تعلیم
نہیں ہے بلکہ ہم اپنی زندگی کے لئے اس کے دین میں کی خدمت گزاری کی وجہ میں
یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْفُتُنُّ أَعْلَمُ بِاللَّهِ طَوَّ اللَّهُ هُوَ الْعَلِيُّ الْمُحْمَدُ طَ
إِنَّمَا يَشَاءُ يَدْعُ هَلَكَهُ عَيَّاتٍ بِخَلْقٍ حَمِيلٍ طَوَّ وَمَا ذَلِيلٌ هَلَكَهُ اللَّهُ بِخَلْقٍ طَوَّ

نئے نفسم احمد نبی نبی چالیں اختیار کی جائیں۔ یا صورت حال یہ ہے کہ پہلے سے ایک کار خانہ ملت موجود ہے۔ جس کو اپنی بقا اور ترقی کے لئے کسی نبی بات کی احتیاج نہیں۔ بلکہ طرح طرح خرابیاں عارض ہو گئی ہیں۔ اور بہت سی نبی بڑھاوی گئی ہیں۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ خرابیاں دور کر دی جائیں جو ہمیں چھوٹی ہوئی چیزیں والپس لے لی جائیں اور اس کو دیا ہری بنادیا جائے جیسا کہ اصل میں تھا تاں میں کے معنی تو یہ ہوئے کہ آپ نے ایک نبی تعمیرات تیار کی اور اس کو از سر تو قرکے بنایا۔ تجدید یہ ہوئی کہ مکان پہلے سے موجود ہے۔ صرف شکست و ریخت کی درستگی مطلوب ہے۔ پس آپ نے نقاش ددد کر کے درست کر دیا تم کو خود کر لینا چاہئے بنائے ملت کی درستگی کے لئے تعمیرات اساسی مطلوب ہیں یا صرف اصلاحات تجدید یہ ہیں اگر تاں میں مطلوب ہے تو بلاشبہ ہمارا پہلا کام یہ ہو گا کہ نہمنے دھنگ اختیار کریں۔ لیکن اگر تجدید کی ضرورت ہے تو ہمیں نبی چیزوں کی ضرورت نہ ہو گی۔ صرف یہ دیکھنا ہو گا کہ پہلے سے جو چیزوں موجود ہیں، ان کا کیا حال ہے اور ان میں جو جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ کیونکہ دور کی جاسکتی ہیں۔ حضرت بدین کامل ہو چکا ہے اور انہم نعمت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

إِلَيْكُمُ الْمُلْكُ وَإِلَيْكُمُ الدِّرْحَمُ وَإِلَيْكُمُ الْأَمْوَالُ
وَمَا تَعْمَلُونَ تَعْلَمُنَّكُمْ بِعِينٍ وَرَضِيَّتْ كَلْمَةُ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
حِيمَةً آجِ ہم نے تمہارے دین کو کامل کر کے اپنی نعمت نم پر پوری کردی ہے اور
دہ دین پسندیدہ اسلام ہے۔ اندھے مجھے لقین ہے کہ مسلمانوں میں ایک فروج یعنی ایمان
ہو گا جو یہ ہے کہ اصلاح ملت اسلامیہ کے لئے شریعت قرآنیہ کی تعلیمات و نظمات
کافی نہیں ہیں اور ہمیں فیروں کی تقدیر اور دریونہ گری کی ضرورت ہے۔ پس اصل

تجدید و ترمیم

حضرت! اس وقت آپ کی توجہ ایک خاص مسئلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ ہے تاں میں و تجدید کافرن۔ ہماری قومی و جماعتی ترقی کے لئے تاں میں سرسر تباہی و لاکت ہے۔ اور تجدید ضروری ہے۔ میں نے دو لفظ بولے ہیں۔ ایک تاں میں اور ایک تجدید ہاں کے معنی آپ پرروشن ہیں۔

تاں میں اساس ہے جس کے معنی یہ ہیں یہ میں کہ از سر تو کسی چیز کو بنانا۔ تجدید جدت ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی پیشتر کی بنی ہوئی چیز کو تازہ کر دینا اور اس طرح سفارد دینا۔ گویا وہ بالکل نبی ہو گئی۔ آج ہمارے قومی کاموں کی پرشاخ میں ایک بنیادی علٹی بھی ہے کہ ہم نے اصولی طور پر طریقی اصلاح کا فیصلہ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی اصلاح حال کے لئے ضرورت، طریقہ تاں میں کی ہے یا تجدید کی۔ یعنی اس کی ضرورت ہے کہ از سر تو نبی باتیں نئے طریقے نئے دھنگ،

تو متفق مسلم ہے کہ راہ اصلاح میں ضرورت صرف تجدید کرنا تائیں کی انہیں اور خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلیمان نے بھی ہمیں تجدید کی خبر دی تھی نہ تائیں کی جیسا کہ ابو داؤد میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

أَنَّ اللَّهَ يَعْصُمُ عِبْدَهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ سَيِّدَةٍ مِنْ نِسَاءٍ
كَذَاهَادِيَّهَا سَيِّرِي امت کی خاطر اللہ تعالیٰ ہر سو سال میں ایک مجدد دھیجے گا جو
تجدید دین کرے گا۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ اگر یہ سچ ہے تو عالم نیچہ اس احتمال کا
یہ ہونا چلے ہے کہ ہمارا قدم طلب اصلاح میں تائیں کی طرف نہ جائے اور وقت
کے نظر فریض اسلوب کار علی الحنفی یورپ کے جامی و اجتماعی طریقے ہمیں نہیں
شرعی سے روک رکھاں نہ کریں۔ افسوس کہ اس وقت تک تمام داعیان اسلام
کا طرز عمل اس کے خلاف رہا ہے اور یقین کیجئے کہ یہی طرت ہے کہ اس وقت ہماری
ہماری کوئی اصلاح و ترقی، فوز و فلاح نہ پاسکی۔ اسلام اگر دین کامل ہے تو ضرورت
ہے کہ اس نے اپنے پیروں کی تمام افراد کی واجہ میں اور مدنی ضروریات کے لئے
کامل وائم تعلیم دے دی ہو۔ اور اگر وہ دین آخری ہے تو ضروری ہے کہ اس کی
تعلیم اور شارع کی سنت ہر عہد ہر زمانے اور ہر حالت اور ہر شکل و صنیق کے لئے
رہتا کافی ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقت الیسی ہی ہے اور اسلام نے ہمارے تمام
اجماعی و قومی بركات کا اسلام ہریا کر دیا ہے۔ لیکن پھر یہ کیا مسیبت ہے کہ ہم
اک کھوٹی ہوئی برکتوں کو دالپس نہیں لینا چاہتے بلکہ ہمیں راہبوں کی جستجو میں ہیں
درستگار ہیں۔ حضرت اخغر سے سلوک کہ قوم افراد سے مرکب ہے کہ ایک جامعی
سوکر میں تمام افراد منشائک ہو جائیں۔ اور تفرقہ و فشتات کی وجہہ دھرت، و اتحاد

پرا فراد قوم کی شیرانہ بندی کی جائے۔ ہم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یورپ کے اجتماعی طریقوں کی نقاوی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ آخر اسلام نے بھی حیات اجتماعی کے لئے کوئی نظم ہمیں دیا تھا یا نہیں۔ اگر یہ تھا اور ہم نے اسے خالی کر دیا ہے تو یورپ کی دریوزہ گری سے پہلے خود اپنی کھوٹی چیز کیوں نہ دالپس لے لیں اور سب سے پہلے اسلام کا قرار دادہ نظام جماعتی کیوں نہ قائم کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک مجاہس نہ ہوں، اجتماعات نہ ہوں، اجنبیں نہ ہوں، کافرنیسیں نہ ہوں تو کوئی قومی عمل انجام نہیں پاسکتا۔ اتحاد و تعاون کی برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ پس ہم آج کل کے جامی طریقوں کے مطابق اجنبیں بناتے ہیں۔ کافرنیسیں منعقد کرتے ہیں مگر ہم میں سے کسی کو بھی اس کا خیال نہیں آتا کہ اسی مقدار اجتماع و تعاون کے لئے اسلام نے بھی پرانی وقت کی خازباجاعت، جمعہ، عیدیں، حج کا حکم دیا ہے اور اس کا نظام و قوام درم ہو گیا ہے۔ سب سے پہلے اسے کیوں نہ درست کر لیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک کوئی قومی قدر نہ ہو، اس وقت تک قومی اعمال انجام نہیں پاسکتے۔ پس ہم نے نے فذ قائم کرتے ہیں۔ یہ تھیک ہے مگر کاش کوئی یہ بھی سوچے کہ خود شریعت نے اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے تکوئہ و صدقات کا حکم دیا ہے۔ اس کا نظم تھیک ہے کہ نہیں، اگر وہ قائم ہو جائے تو پھر بھی کسی فذ یا چیزوں کی ضرورت ہو گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کی تعلیم عام کے لئے نجاح و محافل کی ضرورت ہے۔ ہم اس کے لئے نبی نبی تبیریں کرنے لگتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ حقیقت ہمارے دلوں کو بھیر رہ نہیں کرتی کہ یہی اسی مقدار سے شریعت نے طبیہ تجھہ کا حکم دیا ہے اور

نے اس کی برکتوں کا در طازہ اپنے اور پر بند کر لیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی قومی
و اجتماعی کام انجام پانہیں سکتا کہ جب تک اس میں نظم و اضباط نہ ہو۔ اور یہ ہو
نہیں سکتا جب تک کہ اس کا کوئی صدیدہ تلاش کریں۔ لیکن اگر یہ حقیقت، شریعت
کی ایک اصطلاح امامت کے لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے تو ہمیں تجہی و
حیرانی ہوتی ہے اور اس کے لئے ہم تیار نہیں ہوتے۔ ان مثالوں سے مقصود یہ ہے
کہ ہمارے لئے راہ عمل تجدید و احیا ہے۔ نہ کہ تاسیس و اختراع۔ پس کسی طرح بھی یہ
طریقہ صواب نہ ہو گا کہ علماء و فائدین کی جمیعت بھی اپنے قلم و قوام کے لئے
محض آجھل کی مجلسوں کے قادروں کی نقل و محاکات پر اتفاق اکی لے۔ کیونکہ فائدین
اممت مرحومہ کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ کہ عمل کے لئے ان مجلسوں کے متعلق
اور طریقوں کے تجہیں ہوں، ان کی راہ تو ابتداءً شریعت اور اہدا یہ مشکواہ نبوت کی
ہے اور اسونہ سستہ نبوت اور حکمت رسالت نے انہیں تمام انسانی طریقوں سے
مستغزی ویسے نیاز کر دیا ہے۔ ہمارا طریقہ عمل قویہ ہونا چاہیے کہ ہم تمام انسانی
طریقوں سے حکمت اجتماعیہ نبویہ کو اپنا دستور وال عمل بنائیں۔ شریعت کے کھوئے
ہوئے نظام کو اس سرفو قائم و استوار کریں۔ اور اس طرح اسلام کی مٹی ہوئی
ستفیں، زندہ ہو جائیں، محض مجلس اڑاکی و سینگامہ سازی ہمارے لئے کچھ سوہمند
نہیں ہو سکتی۔

حضرات! آج وقت کی سب سے بڑی بھم اور ادب فرض اسلامی کی سب
سے نازک اور فیصلہ کرنے کھڑی ہے۔ جو آزادی ہند اور مسلمہ خلافت کی شعل میں
ہمارے سامنے آگئی ہے، ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ہیں جو اس وقت مشریع

عندت تھے اور اب آمادہ ہوئے ہیں۔ کہ اطاعت و اعتماد خلیفہ۔ ہمیں حظوظ د
حکایت بلاد اسلامیہ اور آزادی ہندوستان کی راہ میں اپنا اولین فرض اسلامی
سر انجام دیں۔ خدا را بتلائیے کہ اس صورت حال کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔
اور یہ سے وقتیں کے لئے آخر اسلام نے بھی کوئی نظام بتلائیے کہ نہیں یادہ
بوجود دعوا سے تکمیل شریعت، اس قدر ناصراد ہو گیا ہے کہ آج اس کے پاس وقت
کی مشکل و مصیبت کا کوئی حل نہیں۔ اگر بتلایا تو وہ کیا ہے یا یعنی
انہمن سازی اور سینگامہ مجلس اڑاکی ہے۔ یا محض ابتداء رحال اور تقدیر ای باز
طن و تجنیب ہے۔ میں علی وجہ البھیرت اعلان کرتا ہوں کہ اس بارے میں بھی پڑھی
راہ سرف نہیں ایک ہے اور جب تک وہ خود میں نہ آئے گی۔ ہماری کوئی سیکھی
بھی پڑھیں یا راہ صرف فرمی ایک ہے اور جب تک وہ خود میں نہ آئے گی۔ ہماری
کو وہ مشکو نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی کوشش بھی بار احمد شاہی نہیں ہو سکتی۔ اور
جس طرف آج ہمارے لیڈر و فائدہ میں لے جا رہے ہیں کہ سریات میں یا یورپ کی
تقدیر کی جائے اور یا چھرد و سرے ابنا وطن کے طرق کار کی نقل آتائیں۔ اور ان
کی اقداد کی جائے۔ یقیناً یہ تیاری و ہلاکت کی راہ ہے۔ واحلوا قوم فحمد لله رب العالمین
کہ قوم کی تباہی و ہلاکت کے گھر میں گزارہ ہے ہیں۔ ہمارے سامنے صرف ایک راہ
ہے احمد وہ ہے قرآن کی راہ بُلْ قَبْعَ مَلَةٌ أَبْرَا هِلْجَدْ حَسْبَيْفَادْ وَمَا كَانَ بِنِي
الْمُشْكُرِينَ طکہ ہم تو سرف ملت ابراہیمی کی اطاعت کریں گے۔ اور دوسری کوئی
راہ نہیں جس کی ہم اطاعت کر سکیں۔ اور یہی وہ صراط مستقیم ہے کہ آدم نے بھی ابی
پر قدم رکھا اور نور نے بھی پھر دو رکی بارش میں اس کا وظیفہ کیا۔ اور ابراہیم نے

زبان اور دلپیں نہیں عطا کیں۔ اور پھر بُراست وِضْلَالَت کی دلوں را میں اس کے سامنے نہیں کھولی دیں۔

اس لئے ہر انسان اپنی بُراست وِگُرَسی کا ذمہ دار اور اپنے فکر و دلاغ سے کام لینے کے لئے خود خمار ہے۔ لیکن انسان کی تمام قوتیں نشوونماں کی تحدیج میں اور نشوونما ہو نہیں سکتی جب تک قوتوں کو بغیر سہارے کے خود دندش کرنے کے لئے چھوڑنہ دیا جائے۔ انسان چلنے کی قوت اپنے ساتھ لے کر آتا ہے مگر بچے کو جب تک خود کھڑا ہونے اور پاؤں پر زندگی دینے کے لئے چھوڑنہ دیجئے گا۔ کبھی اس کے پاؤں نہیں کھلیں گے۔ تقید سے پہلی بلاکت جو انسانی دلاغ پر پچھا جاتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان اپنے چند پیشواوں اور مقدادوں کی تعلیم یا آباء و جدود کے طریق درستم پر اپنے تمیز چھوڑ دیتا ہے اور صرف ان کا تسلیم کر کے کرتے خود اپنی قوتوں سے کام لینے کی عادت بھی جوں جاتا ہے۔ اس عالم میں پہنچ کر اس کی حالت بالکل ایک چارپائے کی سی ہو جاتی ہے۔ اور اتنی ادراک و تفکل کی تمام صلاحیتیں مخفود ہوئے لگتی ہیں۔ انسان کا اصل شرق توئی اور مابالاقیاز اس کے دلاغ کا تدبیر و تفکر اور احتجاد و تحسیں ہے۔ دنیا میں جس قدر علوم و فنون کا انکشاف ہوا ادا میں الپتہ اور فوایس فطریہ کے چڑوں سے جس قدر پردے اسکے استیوار کائنات کے خلاص کا جو کچھ دلاغ لگا۔ مدد و مصنوعات میں جس درجہ ترقیات ہو توئیں نئے نئے حالات اور نئے سائل راحت جس قدر ایجاد ہوتے غرض کہ انسان کے ارتقاء اور ذہنی و فکری کے چیزوں قدر کر سے دنیا میں نظر آ رہے ہیں، یہ تمام تر انسانی تدبیر و تفکر کی کنجائی

اس کی نشاندہی کے لئے قربان گاہ بنائی۔ اور اس بھیل نے اسی کی ائمیں چنیں یوسف نے مصر کے قید خانہ میں اسی کا اعلان کیا تھا۔ موسیٰ پر طاوی طوی میں اس کی روشنی اور شعبی پڑی تھی۔ اور گلیل کا اسرائیل و اغظیج بیرون شلم کے نزدیک ایک پہاڑ پر چھڑا تو اس کی نظر اسی راہ پر تھی۔ اور پھر حب خداوند سخیر سے چھڑا اور فاران کی چوٹیوں پر نبودار بہزادہ راہ پر تھی جس کی طرف اس نے دینا کو دعوت دی کہ ہذا احصوا الحی مُسْتَقْتَبٌ تَّمَّاً۔ یہ ہے میری راہ۔ فاتحہ قوئی پھر تم میری اسلائے کو۔ پھر خدا ایجاد و آج ہم اس راہ کو چھوڑ کر کہ صحر جائیں۔ اور آج اس سراج میت کو پس پشت طال کر کس سد و شفی حاصل کریں۔ پس یعنی ہمارا ایمان ہے اور یہی ہمارا راست ہے اب ہم اس راست میں اسی کو بیان کر ستے ہیں۔

تَعْلِيْدَ كَادِيْقَةَ سَنَگَ رَاهِيْ

ہر اصلاحی تحریک و دعوت کے لئے پہلی منزل تعلیم کی پیدشوں کو توڑنا ہے کیونکہ تعلیم کے اہر من سے بڑھ کر ان کے تمام یزدانی خصال کا افادہ کوئی دشمن نہیں۔ اتنی اسلام کی جس قدر گمراہیاں ہیں، ان سب کی خشم یزدی صرف صرف تعلیم یہی کی سرزی میں ہوتی ہے۔ اس لئے راہ اصلاح کا اولین منظرو ہے کہ تعلیم پرستی کے سلاسل و اغلاں انسانوں کو نجات حاصل ہو گزتے تعالیٰ نے ہر انسانی دلاغ کو سوچنے والا اور سر آنکھ کو دیکھنے والا بنا یا ہے۔

الْمُتَجَعَّلُ لَهُ حَمِيدُّونَ وَلَسَانَوْ سَفَتَيْنَ وَهَذَا يَنَا لِلْجَدَلِينَ الْأَكَيْدَ

کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں دیں اور بُلند کے لئے

ہیں۔ لیکن تعلیم پرستی کی عادت، ہلاکت دبر بادی کی ایک چان ہے جو انسانی نبیر و نفکر اور ادراک اور تعقل کی تمام قوتون کو کلپن والی ہے۔ اور اسی کی قوت نشوونگار کا دامی سد باب کروتی ہے۔ قرآن کریم جس دعوت کوئے کر آیا، فی الحقیقت اس کا اصل مقصد یہی تھا کہ تعقید اور استبداد غصہ کی ذبحیروں سے انسان کو بچات دلانے بُت پرستی اور اس ان پرستی کی تمام شاخیں بھی اسی تعقید ابار و حوم مے پیدا ہوتی ہیں؛ اسی لئے قرآن کریم نے اپنی تعلیمِ توحید کا اساس بھی انسان کی اجتناب فکری پر رکھا اور نفکر پر زور دیا۔

أَفَلَا يَتَلَبَّرُ قَرْآنَ الْكَرِيمَ أَمْ هَلْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَفْهَالَهَا طَكِيلُوكَ اپنے دماغ سے قرآن پر غمہ نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل گائے گئے ہیں بلکہ دینِ حضن کو چار پاؤں اور ہمیوں سے تشریحہ دیتی ہے۔ اور چھپ اس کو بھی انہمارِ عدل اللہ کے لئے تاکافی قرار دے کر ان سے بھی پتیر فرمایا

رَهْ بِقُلُوبَ لَا يَفْقَهُونَ، بِهَا وَلَهُمَا عَذَابٌ لَا يَنْصُرُونَ
رَهْ عَادَ وَلَهُمَا فَانٌ لَا يَسْتُوْ دُونَ بِهَا وَلَيْلَاتٌ كَالْأَنْعَامِ بَلْ

هُمْ صَنْلُ مُ

ان کے پاس دل و دماغ ہیں مگر انہیں سمجھتے، انہیں ہیں پرہیز دیکھتے کان میں پر نہیں سنتے، خود اپنے ذہن سے کام نہ۔ یعنی اور مقلدِ حضن ہوتے ہیں وہ مثل پار پاپوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔

پس خواہ نہ بھی اصلاح ہو یا اخلاقی بکھری ہو یا سیاسی ہو رہا ہے میں پہلا چکر تعلیم کا حائل ہوتا ہے یاد رکر بیٹ جائے تو چھڑائے کے لئے راہ ساف

ہے۔ ہم کو سلاموں کے موجودہ سیاسی تغیرات میں سب سے زیادہ ہٹک اور تباہ کن جو حبیز نظر آرہی ہے وہ یہی بیڈروں کی تعقید پرستی ہے۔ اب فی الحقیقت پالٹاکس میں نہ قوم کی کوئی پالسی ہے، اور نہ کوئی رائے صرف چند ارباب سیکھ و اقدار میں جو اپنے محلوں میں بیٹھ کر تجویز بانی کر لیتے ہیں، پھر تمام قوم کی انکھوں پر پی ہاندھ کر ان کے ہاتھوں میں اپنی چھپڑی پکڑا دیتے ہیں اور وہ کو ہمبو کے بیل کی طرح ان کے بنائے ہوئے مرکزِ ضلالت کا طلاف کرتی رہتی ہے اصل قوت، عام قوم کی ہے۔ اور سچی پالسی درہی ہے جو خود قوم کے داخلوں میں پیدا ہوئی ہے، لیڈروں کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی تکہداشت کریں۔ اور اس کو صحیح اور باقاعدہ تنظیم کے ساتھ سنبھیشہ قائم کر کھیں۔ لیکن افسوس کہ سلامان بیڈروں نے نہ تو کبھی خود قوم کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع دیا اور نہ خود قوم کو اپنے ذاتی اجتہاد فکری اور قوت تدبیر و فکر سے کام لینے کی حرمت ملی ابتدا رے بیڈروں کی سی تعلیم رہی کہ تعلیم و اتباع پر قیامت کرو اور جو کچھ کہا جائے اس پر چون وحیز مر کرو۔ کیونکہ ابھی تم میں تعلیم نہیں۔ اور کسی صدیوں تک چار پاؤں کی سی زندگی بس رکنے کے لئے مجبور ہو۔ نعمود باللہ پیشوایان قوم کا صحیفہ تعلیم بھی کلامِ الہی کھتم کرے

وَإِذَا أَتَيْرُ الْقُرْآنَ فَاصْمَعُوا إِلَهَ وَلَا تَصْبِطُوا عَلَيْكُمْ تَرْحُمُنَ ط

جب قرآن کریم پڑھا جائے تو پیدی توجہ اور انقطاع کے ساتھ ملزا اور چپ رہو تاکہ تم پر اللہ کی نظر تھیم مبڑوں ہو۔ پس ہر تحریک اصلاح اور جلد تغیر کے لئے تعقید میرتی کے رنگ را

کو راستے سے ہٹانا اولین فرض ہے اور اس کے بغیر ہر سی عمل ہے نتیجہ اور ہر کوشش
والگاں ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تعلید پرستی کے ہر لکھ مرض کا سر جسم ہے اور
مشار و میدار احیا کی وجہ سے اس طبتوں و جبروت ہے، پس تعلید کے قید خانے سے
آدمی اس وقت تک نہیں تکل سکتا جب تک پیشواؤں کے رب و جبروت کی
ذکریوں سے رہا۔ پائے انسان کے نظام دماغی پر صرف اعتمادات کی حکومت
ہے، اس کے تمام حواس اسی کے ماہوت اور تمام اعمال و افعال اسی سے والیت
ہیں۔ پس جب اس کا دماغ کسی خارجی عظمت و جبروت کے اثر سے مرجوب
ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال و مقدرات میں اس مرجوبیت کا اثر سراپا
کر جاتا ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اور منتا ہے وہ بھی اس مرجوبیت کے اثر سے
خالی نہیں ہوتا۔ چونکہ اس کی قوت فکری بے کار ہو جاتی ہے اس لئے یہ مرجوبیت
جو کچھ دکھاتی ہے دیکھاتے ہے۔ اور جو لیکن دلaci ہے یقین کرتا ہے ایک بت پرست
جب انتہاد رجہ کی حاجزی کے ساتھ ایک پھر کی مودتی کے آگے سر سیکلتے تو یہاں
اس کا دماغ غلبہ ہو جاتا ہے؛ کیا اس کی قوت بھارت جواب دے جاتی ہے؟ سچے
اور سمجھنے والی قوت اس کے دماغ سے اس وقت چھین لی جاتی ہے؛ کیا کوئی خاص
قوت نظرک مرد جا اور اللہ پرست انسان کو لصیب ہے۔ جو بت پرستوں کو لفڑب نہیں
پھر کیا ہے کہ ہم کو جو شنہ محض پھر کا ایک شکواظطر آتی ہے جو حالاً یعنی **هُمْ**
وَلَا يُضْطَهُ هُمْ کا درج رکھتی ہے، اسی شے میں بت پرست انہی قولوں اور عظمتوں کا
کرشمہ دیکھاتے ہے۔ اور جو قوت فکری ہیں اس پر منہاں ہے وہی اس کی طاقتیوں کا
لیقی دلaci ہے۔ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ تعلید آباد ورثمنے اُن بتوں کی

خللت و جبروت سے اس کے دماغ کو مرجوب کر دیا ہے۔ اول تمام قوتیں و حواس
کو قائم اور صحیح ہیں مگر اس رب و جبروت کے وجہ سے اس طرح دب کی ایں کہ
ان کو اپنے اعمال پر غور و فکر کا موقع ہی نہیں ملتا۔ قوت فکری ضرور اس کے دل
میں شکست اور تزلزل پیدا کرے کہ ان بتوں میں دھرا بی کیا ہے۔ مگر مرجوبیت
اس کی وجہت ہی نہیں ہوتی۔ آنکھیں ضرور اس کو دھلانیں کریں ایک حقیر و ذلیل تھریز
مگر مرجوبیت کی یادِ صمی مولیٰ چیز دیکھنے ہی نہیں دیتی، اس کے پاس غور و فکر کی وجہ
تمام قوتیں موجود ہیں جو ایک موحد اور ملک السموات والارض پر غور کرنے والے حکم
کے پاس ہیں۔ مگر اعتماد خلعت کا دیلو اپنی اپنے پنجہ کی گرفت سے نکلے نہیں ہوتے
قرآن کریم نے اسی حالت کی سنت فرمایا ہے۔

فَإِذَا هُنَّا لَا تَعْنِي الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنِي الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصَّدُورِ
أَلَيْهَا
مُجْرِمُوں کی آنکھیں اور صمی نہیں جائیں بلکہ دل اندر ہے ہو جاتے ہیں۔ جو ادا
کے مینوں میں ہیں۔

یہ حالت عام ہے اور اس کی نظری انسانی اعمال کی ہر شاخ میں مل سکتی
ہیں، مددب کی طرح پائیں میں بھی مسلمانوں پر اپنے پیشواؤں کی خلعت و
جبروت کا رجوب اس طرح چھایا ہوا ہے کہ ان کو بھی خود غور کرنے اور اپنی حالت
کو سمجھنے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی کسی شخص کے دل میں شک و ثبہ پیدا
بھی ہو جاتے تو اس مرجوبیت کے استیلاست شکست کھا جاتا ہے پس بعد کے
لئے سب سے پہلا کام قوم کے قلب و معانع سے لیڈروں کی اس رسیانی سلطتوں
اور احیاء کی جبروت و فکر مانی کے کابوس کو نکالتا ہے، تاکہ تعلید کی بندشیں توڑ کر

قوم کو صراط مستقیم پر گام زن کر کے منزل مقصود کی جانب تحریکت دی جائے یہی وجہ ہے کہ زنجیروں اور ان کے جانسینوں کو ہمیشہ اسی بناش کے تولد نے اور مگر راہ کو ہٹانے میں بڑے سے بڑے مصائب پیش آئے لیکن جب یہ بند ٹوٹ گیا تو رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللَّهِ أَفْوَاجًا هُوَ جُرْحٌ درجتِ فوجوں کی فوجیں دعوت پر بیک کہنے لگیں۔ هَذَا إِمَامٌ عِنْدِهِ فَالْعِلْمُ حِنْدُ اللَّهِ

قرآن مسئلہ ضروری ہے

لیکن یہ جو کچھ کہ بیان ہوا تصویر کا ایک رخ ہے یہ صرف سبیل پیلو ہے۔ اور اسلام کا کوئی نظام اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ سلب کے ساتھ ایجاد ہو۔ اسی لئے اس کے ہر نظام و اصول کی تکمیل سلب و ایجاد فتنی و اثبات دونوں سے مل کر ہوتی ہے اسلام کا اساسی میثاق جس کو شریعت کی زبان میں مکمل طبیب کہا جاتا ہے فتنی و اثبات دونوں سے مرکب ہے پس ضروری ہے کہ ارتقاء امام کا فالونی بھی سلب و ایجاد سے مرکب ہو، اس کے اجزاء تکریب میں دونوں کا و تجدید ناگزیر ہے تاکہ اجزا اسلامیہ لوح قلب کو تعلید اغیار سے صاف کریں اور ایجاد ایجاد کے نقوش اس پر کردہ کے جاہیں اگر سلب نے تجلیہ کیا ہے تو ایجاد سلب تخلیہ کا کام کرے اور ان فی قلوب محلی و محلی ہو کر ارتقاء منازل طے کریں۔ اس لئے ہر ہلی بحث میں ہم نے سلب و قبی پر روشنی و ای تھی۔ اب اس بحث میں اثبات و ایجاد پر کچھ لذک قلم کے سپرد کریتے ہیں پس جیسے سلب میں ہر ما سوائے اللہ کی تقلید کی زنجیروں کو تو زنا ضروری ہے۔ ایسے ہی ایجاد میں صرف حکم خداوندی کا طلاق

گلے میں ڈالنا ہے۔ انسان دنیا میں ہر طاقت کی علامی سے ازاد پیدا ہوا ہے اور صرف اسی ایک کی علامی کے لئے آیا ہے اور اس کی علامی اس کے قانون کی تقلید و پروپری و اتباع ہے، ہمارے پاس الگ کچھ ہے تو قرآن ہی ہے۔ اس کے سو ہم کچھ نہیں جانتے۔ ساری دنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں اور تمام آوارزوں سے کان بھرے ہیں، اگر دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے تو قبیں کیجیے کہ ہمارے پاس تو سراجِ میز کی بخشی ہوئی ایک بھی روشنی ہے۔ اسے ٹھہار دیجئے گا تو بالکل اندر ہے ہو جائیں گے۔

كتابُ اتَّرَى لَنَا دَاءِ الْيَمَةِ الْكَبِيرَ الْكَانِيِّ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
(ترجمہ) قرآن ایک کتاب ہے جو تم پیزاری کی لگنی اس لئے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لائے۔

ہمارے عقیدے میں ہر وہ خیال جو قرآن کے سو ہم کسی اور تعلیم کا ہے حاصل کیا گیا ہو۔ ایک کفر صریح ہے۔ افسوس کہ لوگوں نے اسلام کو کبھی بھی اس کی اصلی خطمت میں نہیں دیکھا ماقلہ رُوْفَادَ اللَّهُ حَقُّ قَدْرِهِ طَرِیْرَهُ پُوْلِیْلَ پاہیسی کے لئے تو گورنمنٹ کے در وادی پر محکما پُرْتَا اور مفت نہیں فوں کے اقتدار کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ اسی سے سب کچھ سیکھئے جس کی بد دلت تمام دنیا کو اپ نے سب کچھ سکھایا تھا، اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون ہے کہ آیا ہے اور انسانی اعمال کا کوئی منافہ نہیں کرتا۔ کہ اس کی چوکھت پر محکمہ ولے کسی دوسرے دروازے کے سائل ہیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا بہت ہوتا تو دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ

ہو سکتا، وہ خدا کی آواز، اور اس کی تعلیم گاہ، خدا کا حلقة دس ہے جس نے خدا کے نام تھے پر ماہدر کھد دیا۔ وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ نے ہر جگہ اپنے متین امام مبین، حق المبن، لوز کتاب بین۔ قبیلہ انقلق شی طبصاتِ لسانیں طہادی طہدی ط اہدی الی السیل م بلاع نہیں، ذکر، تلاکرہ، روح، شفاء، مرضۃ، حملہ، حلم حاوی بھر، و بُرْج جامع اضراب و امثال، فرقان، کتاب حکیم اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اکثر موقوتوں پر کہا کے روشنی ہے۔ اور روشنی جب تکنی ہے تو ہر طرح کی تاریخی درود بہو جاتی ہے۔ خواہ منبوی گمراہیوں کی ہو ریا سیاسی کی۔ دنیا میں کون سی کتاب ہے جس نے اپنے متعلق اپنی زبان سے یہ عظیم الشان دعوے کئے ہوں۔

قَدْ جَاءَكُلُّهُمْ مِنَ الْأَنَاءِ تُورَّ كِتَابٌ مَبِينٌ هُنَيْدِي بِاللهِ مَنْ أَتَبَعَهُ رِضْوَانِهِ سَبِيلُ السَّلَامِ وَمَنْ يَنْهَا جَهَنَّمُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
بِالْفَلَقِ وَدِيْنَهُلَّا يَهِدُ إِلَى صَرَاطٍ مَسْتَقِيمٍ ه

(ترجمہ) بے شک تھیا رے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہربات کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے سلامتی کے رسولوں پر ہدایت کرتا ہے، اس کو جو اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اس کو ہر طرح کی گمراہی کی تاریخی سے لہل کر ہدایت کی روشنی میں لانا اور سیدھی راہ چلانا ہے۔

اس آیت میں صاف بتایا ہے کہ قرآن مجید روشنی ہے اور انسانی اعمال کی تمام تاریکیاں صرف اسی سے دو د ہو سکتی ہیں۔ پھر کہا کہ وہ ہربات کو کھل کھلے

طور پر بیان کر دینے والی ہے۔ اور ان اسی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں ہیں کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو، اس طبقے کی تائید و مسری جگہ کر دی۔

وَلَقَدْ يَحْتَاهُمْ بَكْتَابٍ فَصَلَنَاهُ عَلَى حِلْمٍ وَّهُدَىٰ وَرَحْمَةٌ
لِّعُومٍ ۖ ۝۵ الْآیَةِ

بے شک ہم نے ان کو کتاب دی جس کو ہم نے علم کے ساتھ مفصل کر دیا ہے۔ وہ ہدایت بخش اور رحمت ہے ارباب ایمان کے لئے۔

پھر غور کرو کہ پہلی آیت میں قرآن کو سبل السلام کے لئے ہادی فرمایا کہ وہ تمام سلامتی کی راہبوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اگر آپ کے سامنے پوچھیں اعمال کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سلامتی آپ کو قرآن کے اندر نہ ہے۔ پھر کہا کہ وہ ان کو تمام گمراہیوں کی تاریخی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لانا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری پوچھیکل گمراہیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے درست رہنماؤ اپنا ہاتھ پسپرد نہیں کیا وہندہ تاویں کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوئی۔ آخر میں کہہ دیا کہ و صراط مستقیم پر لے جانے والی ہے۔ اور صراط مستقیم کی اصطلاح، قرآن مجید میں امورِ حرم سے ہے۔ ایسی جامع ومان اصطلاح سے حس کی تفہیمیں۔ ایک جگہ فرمایا

أَتَرْلَتْ أَعْلَيْكُ الْكِتَابَ قَبْيَا نَأْبِلْ شَيْ وَرَحْمَةٌ لِعُومٍ ۝۵ الْآیَةِ
ہم نے تجوہ پر ایک ایسی کتاب تاری جو سرچیز کو کھولوں کر بیان کر دینے والی اور ہدایت و رحمت ہے صاحب ایمان کے لئے۔ سورہ فوسف کے آخر میں فرمایا۔

مَا كَانَ حَدِيدًا يَقْتَرِي وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي يُؤْنِي يَدِيَةً فَوْضِيلٍ

كُلَّ سَيِّئَةٍ وَهُدُىٰ وَرَحْمَةٌ تِقْوَمُ يَوْمَ مُنْتُونَ ط

(ترجمہ) قرآن، بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ جو صداقتیں پچھے کی موجودیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ارباب ایمان کے لئے ہر چیز کا تفصیلی بیان اور برداشت و رحمت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ صَرَأَ بَنَالِلَّهِ أَسِ فِي هَذِهِ الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مُثْلِ لَعْلَهُمْ
يَتَذَكَّرُ كُلُّ دُنْ ط

ہم نے انسان کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ فتحیت و عبرت حاصل کریں اور راہ برداشت پائیں۔ ان آیات میں قرآن کا دعوئے بالکل صاف ہے، وہ ہر طرح کی تعلیمات کے لئے اپنے تھیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے۔ پھر مزید بڑا یہ کہ اس کی تعلیم صاف اور غیر تجدیدیہ ہے۔ پس پڑھیں اس میں تدبیر و تفکر کیا جائے اس کی تعلیم میں کسی طرح کا داؤ پھیپھی نہیں ہے۔ ہر طرح کے المجاد سے پاک ہے اس میں کوئی بات الجھی ہوئی نہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ حُكْمَ الْكِتَابِ وَلَمْ يُجْعَلْ لَهُ عِوْجَاهٌ
تَامٌ تَحْلِيفِينَ اس الشَّيْءِ كَمَا نَهِيَ بِهِ مِنْهُ پر قرآن آثارِ جس میں کوئی پھیپھی گی نہیں۔

پس یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اسی کے مانندے دلے زندگی کے کسی شبہیں دوسروں کے سائل بنتیں حالانکہ خود قرآن ان کے پاس حکم موجود ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِيمَانٍ مُبِينٍ ط اور انسانی زندگی کے ہر شعبۂ حیات کے سائل کوہم نے اس کتاب واضح میں جمع کر دیا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔
إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ط وَ مَا هُوَ بِالْهَمْزُلِ ط بیشک یہ قرآن قول فضل ہے۔
تمہارے اختلافات و اعمال کے لئے اور کوئی بے معنی و فضول بات نہیں ہے
مسلمانوں کی ساری مصیتیں صرف اسی خفقت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے الیمنی
تعلیم گاہ پھوٹ دیا۔ اور سمجھنے لگے کہ صرف رعفہ نماز کے سائل کے لئے اس کی
طرف نظر انھانے کی ضرورت ہے ورنہ اپنے تعلیمی سیاستی، تمدنی اعمال سے اسے
کیا سروکار لیکن وہ جس قدر قرآن سے دودھ ہوتے پڑھائیں گے آتا ہی تمام
دنیا ان سے دودھ ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن آج خود مسلمانوں کا یہ عمل ہے کہ ٹباہی
دعوے تو بھتی میں۔ مگر عملاً قرآن سے اپنے اعمال دینویہ کو بالکل بکال دیا ہے
اسی وقت کی پیشگوئی قرآن نے پہلے سے کر دی تھی کہ
فَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّتِ اِنِّي تَوَجَّهُ اِلَيْكُمْ وَاهْدِنِي الْقُرْآنَ سَهْجَوْرَانَ
قیامت کے دل رسوی خدا نظر کریں گے کہ خدا یا نبیری اہم ترین اس قرآن
کو بذریان سمجھا اور اس سر عمل نہ کیا بلکہ اس پشت دال دیا۔
بہم نہیں سمجھنے کہ الیزول قرآن کے وقت مشرکین مذکور اس سے اعراض و انعام
کرتے رہتے، فیاں میں اس سے زیادہ کیا سخرا دسرکشی رکھتے۔ حقیقی آج صدیوں سے
کام مسلمانان عالم اور ان کا ہر طبقہ خواہ وہ۔ ۱۱:۷۳: بعد دینی کا ہو یا نہ دینیان
کر رہا ہے وہ الگ قرآن کی تلاوت کے وقت کا اور میں
الکیاں ڈال لیتے رہتے کہمے پاک ہم کے اشریف تجویزاً اور تہلیاں پیشیٰ بخوبی کہ اس کی کوئی
دوسروں کے سائل بنتیں حالانکہ خود قرآن ان کے پاس حکم موجود ہے۔

کسی کے سننے میں نہ آئے تو آج ہے مسلمان کافوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوئے ہیں اور سورچا نے کی جگہ خاموش ہیں مگر ان کے نفس ان انی پہنچا میوں کا ایسا غل مجاہد ہے ہیں کہ خدا کی آواز کسی کے کافوں میں نہیں پڑتی پس اے ساکنین ضلالات آباد دنیا اور اے سرگر ان خمار غفلتِ مدھوشی اور اسے دان داد گا ان عقلت و بے ہوشی! ہم تم کو کسے مسلمان سمجھیں اور اپنے آپ کو کس طرح سماں رہی پر وی داتباع کے لئے آنادہ کریں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو زمرة کفار میں داشت سمجھا اور اسلام سے خارج تو ہاں ایسا ہی سمجھا ہے قسم ہے خدا نے خدا نے خدا و قرآن کی کہ ایسا ہی کہا ہے پس کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک قرآن کو اپنے لئے مشعل راہ نہ بنائے۔ اس کا رخانہ ہستی میں اقوام و امم کی ترقی و تحریث، قرآن ہی کی بدل دلت ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ مرقاتِ ترقی اور معراجِ افقار عروج ہے۔ جس پر چل کر قوموں نے ترقی حاصل کی تھی۔ اور آج بھی کوئی ہیں اور اسی کو چھوڑ کر ہم آج گرفتار علامی و اسرار ہیں۔

هُدًىٰ كَتَبْرَكَ فِيْ اللَّهِ يَعْلَمُ أَقْوَامًا وَيَضْعَفُ بِهِ الْخَرَقُونَ ط

کامیابی کی چار منظہلیں

تھمارے سامنے کوئی مقصد ہے جس کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو اور اس کے حصول کے لئے تم بے قرار ہو۔ اس کی سخا و ہبی سے تم تخلی کام ہو۔ تھمارا ایک مطلب ہے جس کے حاصل کرنے کی تھم جنجو کر رہے ہو۔ کوئی سزاد ہے جس کے تھم متلاشی ہو۔ کوئی مقصد ہے جس کی طلب سے تھم تشنہ کام ہو، اس کی طلب و تلاش میں تھم سرگردان ہو وہ اگر حاصل ہو جائے تو نہ کامیاب و کامران ہو۔ اس کا حصول تھماہی جدوجہد کا نتیجہ۔ و شرہ ہے جس کا پالیتا تھماری فلاج و کامیابی ہے، اس کا ملنا تھمارے دل کی تمنا دار رہ ہے۔ اسی کے لئے میں تھماری سرخروی و سر فرزی ہو۔ وہی تھمارا اپنہ تھے عروج ہے فرض کرو اگر وہ نہ حاصل ہو تو تم خائب و خامر ہو۔ اور اس کے عدم حصول پر تم کنان و گریہ کنان ہو اس کا نہ ملنا ہی تھماری اکامی ہے۔ اس کو نہ پاکر دلت والخطاط کے گردھے میں پنج جلتے ہو۔ وہی تھا کو رسوانی و ابانت ہے۔ اس سے بڑھ کوئہ تھماری کوئی بے عزتی ہو سکتی ہے اور نہ نامرادی دخسران۔

تو کس ایسا مقصد اعلیٰ بغیر کسی مشروط و قید کے حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے ہم مقصد کے لئے کچھ کرنا نہ ہو گا پس قرآن کہتا ہے تو یہ دلچسپی مقاصد علیا کے لئے بھی شرط

دقیود میں جب تک وہ سلطنت پوری کی جائیں جا عین محرم دن امداد رہتی ہیں اور بھی
ان کا خسروان و محرومی ہے اور بھی ان کی رسالتی دللت ہے۔
**وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِفِيٰ حَسْرَةٍ إِلَّا لِذِينَ آمَنُوا وَعَلَوْا الصَّالِحَاتِ
وَلَوْا أَصْوَابًا لِحِقْنٍ وَلَوْا أَصْوَابًا لِصَابِرَوْهُ**

گردش زمانہ شاہد ہے کہ ہر جماعت خسارہ میں گھری ہوئی ہے مگر وہی جوہ
چار کام انجام دیں۔ ایمان نہیں، اور عمل صالح کریں، اور حق و صراحت کا اعلان کرتے
رہیں اور صبر کی بھی تلقین کریں۔

زمانہ اس نئے شاہد ہے کہ اس انسان کے نیچے قوموں اور جماعتوں کی بریادی
و کامیابی اور ارتقا وال خطاطی کی کہانی جتنی پرانی ہے اتنا ہی پرانا زمانہ بھی ہے۔ دنیا میں
اگر کوئی اس انقلاب اتوام کا ہم عمر بول سکتا ہے تو وہ حرف زمانہ ہے پھر قوموں کی تباہی د
بیانی اور کامیابی دخل اج جو کچھ بھی ہوتا رہے وہ زمانہ کی کوڈ میں ہمو پس انقلاب ایم
پر اگر کوئی چینگوہاں ہو سکتی تھی تو وہ صرف گردش ایام ہی تھے۔ اس نئے قرآن نے
زمانہ کو اس پر شاہد اور کوہ بنایا کہ زمانہ اور اس کی گردش ایام ہی تھے۔ اس نئے قرآن
نے زمانہ کو اس پر شاہد اور کوہ بنایا کہ زمانہ اور اس کی گردش در قرار اس بات پر شاہد ہے
کہ کوئی قوم اس وقت بھک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ان اصول چھار کام کو نہ اپنالے
ہو جو اربت خسارہ میں رہے گی۔ مگر ان چار و فعات پر عمل پیرا ہو۔ پس قرآن اعلان کرنا
ہے کہ اس انسان کے نیچے نوع انسان کے لئے انسانوں کی تلاشون اور جستجوؤں کے لئے
اور احمد و لا و تناؤ کے لئے بڑی بڑی نامیاں ہیں۔ اور گھاٹے کا درود نئے ہیں۔ خبر ادا اور
نامزادی ہے محرومی اور بے برادی ہے۔ یعنی دنیا کی اس نامزادی سے کوہاں انسان ہے۔

کون جماعت ہے کہ بچے سکتی ہے اور ناکامیابی کی جگہ کامیابی اور نامیدی کی ہیگہ امیدوں کے
دل میں اپنا آشنا نہ بنا سکتی ہے۔ وہ کون انسان ہیں وہ انسان جو کہ زینا میں ان چار شرطوں کو
قولاً و عملاً اپنے اندر پھیلا کر لیں۔ جب تک یہ پیدا نہ ہوں گی اس وقت تک دنیا میں نہ کوئی
اقوم کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ تک میں اڑنے والے پر زندگی کامیابی پہنچے۔
ان چار شرطوں کے نام سے تعمیرانہ جانا اگر ایک پھر عربی بھیں میں آجانتے تو کیا تم انکار
کر دے گے چاہے وہ بھائی ہو۔ بھلی شرط وہ ہے جس کا نام قرآن کی بولی میں ہے۔
ہے۔ **إِنَّ الظَّاهِرَاتِ أَهْمَنُوا ۖ۝۷۵** تم جسمی کامیابی پا سکتے ہو جب تمہارے بالوں کے اندر اور
روح و فکر میں وہ پھر پھیلا ہو جائے جس کا نام قرآن کی زبان میں ایمان ہے۔ ایمان کے
معنی عربی زبان میں توالی شک کے ہیں یعنی کامل درجہ کا بھروسہ اور کامل درجہ کا
اقرار تمہارے دل میں پیدا ہو جائے۔ جب تک کامل درجہ کا تلقین تمہارے دلوں میں
اندر پیدا نہ ہوا وہ اللہ کی صراحت دیجائی اور اللہ کے قوانین و اصولوں پر کامل تلقین
تمہارے قلوب میں موجود ہو جائے تب تک کامیابی کا کوئی دروازہ تمہارے
لئے نہیں کھل سکتا۔ شک کا اگر ایک کاشا بھی تمہارے دل کے اندر پھیل رہا ہے تو
تم کو اپنے اور موتو کا ویضہ صادر کرنا چاہیے تھم کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ سب سے
بھلی شرط یہ ہے کہ تمہارے دلوں اور قلوب میں ایمان ہو۔ اطمینان ہو۔ قیمت ہو۔ کاموں
ہو اور تمکن و اقرار پیدا ہو۔ دل کا یہ کام و ماحش کا یہ فعل انصور کا یہ نقصہ کامیابی کی
بھلی منزل ہے۔ اگر اسی میں تمہارا قدم و مگر سارے ہے۔ تو کامیابی کی پوچھائی تم نہیں
سوگھ سکتے۔ کیا تم تک کاروگ اپنے پھلوں سے کر دنیا کی بھلوں سے بھلوں
کامیابی پا سکتے ہو۔ کیا تم دنیا میں ایک منحصر بھر جو اور چاول پا سکتے ہو جب

تک تمہارے دلوں میں اس کے لئے یقین و اعتماد بھروسہ والیتیاں نہ ہو۔ دنیا میں کوئی مقصد بغیر اعتماد و بھروسہ کے حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا چیزیں سے لے کر باقی کے کوہ پیکر و جوہنگ کوئی طاقت اپنا مقصد اور اس کے لئے جدوجہد و عمل کی سرگرمی بغیر عزم دارا وہ کے دلکش سکتی ہے۔ کیا عزم و ارادہ بغیر یقین والیتیاں کے پیدا ہو سکتا ہے الگ انہیں تو قرآن تم سے ہمیں مطالبہ کرتا ہے کہ اینے اندر یقین و اعتماد پر اکتمان کی اصول مقصد کے لئے دل کا یہ یقین اور دماغ کا یہ فعل کافی ہے اور منزل مفتخر رہنگ پہنچنے کے لئے اور کچھ نہیں ہا کیا اسی سے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ فرمایا نہیں بلکہ ایک دوسری مفصل اس کے بعد آتی ہے۔ جب تک وہ دوسری مفصل بھیں کامیابی کے ساتھ ملتے نہ کرو گے اس ایک منزل کوٹے کر کے کامیابی نہیں پا سکتے۔ اس کا نام قرآن کی زبان میں عمل صالح ہے و عمل و اصالحات یعنی وہ کام جو اچھائی کے ساتھ کیا جائے جس کام کو جس صحت اور جس طریقے کے ساتھ کیا جائے۔ جو طریقہ اس کے لئے پیا طریقہ ہو سکتا ہے۔ اس کام کو اس کے ساتھ انجام دیا جائے اس سے مادہ تر الفاظ میں یہ کہ جو طریقہ اس کام کے انجام دینے کا صحیح طریقہ ہو سکتا ہے، اسی طریقہ کے ساتھ انجام انجام دیا جائے۔ قرآن کا یہ اصول تو نام ہے کیونکہ ایکان کے مصنی ہیں وہ کامل یقین و کامل اطمینان اور اقرار جو عمل سے پہنچے پیدا ہوتا ہے۔

فرہنگ کو وکد تمہارے سامنے ایک مکان ہے۔ جس وقت یہ ایک ٹھیکی عیناں کتا۔ کوئی دھڑد اسی عمارت و مکان کا نہ تھا۔ کسی کا لگرنے اس وقت

بہاں کوئی تغیرہ کی تھی۔ نہ دیواریں سختیں اور لا ایکن و غیرہ کچھ بھی نہ تھے تو اس وقت بھی یہ مکان معاشری لالہیوں اور نقوش مزتیہ کے موجود تھا۔ کہاں؟ اس کے دماغ میں! پس وہ چیز جو اس کے دماغ میں موجود تھی، وہ ارادہ جو اس کے دماغ میں پیدا ہوا تھا، وہ پہلی منزل ہوئی۔ جو نہیں میں اگر ایکان کا نام اختیار کر لیتی ہے۔ بالکل جیسے وہ عمل دماغ ہے جو اسے ہی لصور و یقین بھی عمل قلب ہے۔ اور اسی کو قرآن ایکان کہتا ہے۔ اسی بنا پر سب سے پہلی منزل ایکانی کی ہوئی۔ پس تجویز ہے کہ پہلے تمہارے دل کے اندر سچا اطمینان و یقین اور صحیح ارادہ و عزم پیدا ہو۔ پھر صرف دماغ کی منزل میں کہ کے قدم نہ کھڑا جائیں۔ بلکہ ایک دوسری منزل علو اصالحات کی بھی ہے۔ یعنی عمل صالح کی منزل یعنی جیسے تم مکان کی تغیر کا کام شروع کر دو۔ توجہ طریقہ اس کے انجام دینے کا ہو، اسی طریقہ سے انجام دو گے تو مکان کی تغیر یا یہ تکمیل کو پسخ جائیگی ورنہ نہیں۔ ایسے ہی بہاں بھی جس مقصد کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے عمل کرنے کے لئے جو عمل و سعی بھی کرو۔ وہ اسی طریقہ سے کرو۔ جو طریقہ اس کے کرنے کا ہے۔ اس کو بھی جب پورا کر لیا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ فتح مندی اور کامیابی و منزلیں تم نے طے کر لیں۔ مگر پھر کیا تمہارا کام ختم ہو گیا اس کے بعد کیا تم منزل مقصود تک پسخ جاؤ گے۔ قرآن کی عالمگیر صداقت کھجتی ہے کہ نہیں۔ بلکہ ان دو منزلوں کے بعد دو منزلیں اور باقی ہیں۔ اپنی بہت تو ازاں لو کہ ان کے لئے تمہارے تلو سے تیار ہیں۔ یا نہیں۔ تمہاری کم رہت مضبوط ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو ممکن ہے کہ دو منزلیں تمہارے لئے سو مندیاں

یہ صرف ایک رنجیر کی کڑی کے ظاہر و باطن کی درستگی ہے لیکن سیما ایک کڑی
کے حد سمت ہو جائے سے پوری زنجیر کا کام پورا ہو جایا کرتا ہے۔ اگر نہیں تو
تم اپنی جگہ ایک کڑی ہو۔ تمہارا جو جو دفعہ قومی زنجیر کی ایک کڑی ہے پس زنجیر
کا کام کیا ہوا میں بکھری ہوئی شکل میں بیکار ہو جاؤں میں
تمہارا کوئی وجود نہیں۔ کیونکہ قرآن وجود ماشیتہ اجتماع کا ذکر کر دیوں کا۔
اس کے نزدیک وجود کڑیوں کا نہیں ہے بلکہ زنجیر کا ہے۔ تم میں سے ہر وجود
ایک کڑی ہے، اس کا کام پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ باقی کڑیوں
کی خیر نہیں۔ جب تک باقی کڑیاں منفرد طاقت ہوں گی رنجیر مخفیو طاہری نہیں ہو سکتی
اس لئے فرمایا کہ کامیابی کا سفر کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک تیسری منزل
تمہارے ساتھ نہ آئے وہ تیسری منزل ہے تو یہ حق کی وقاصلو بالحق ۵
یعنی ان دو منزلوں سے کامیاب کے ساتھ نہیں کے بعد تیسری منزل کو بھی
کامیابی سے طے کرو۔ یعنی دنیا میں خلا کی سچائی کا پیغام پہنچا اور جب تک تم میں
یہ بات نہ ہو کہ تمہارا دل سچائی کے اعلان کے لئے تربیت ہوئے تب تک تم
کو کامیاب نہیں مل سکتی۔ لیکن اگر تم تیسری منزل کے لئے تیار ہو گئے۔ اگر
تو فیض الہی نے تمہاری دستیگری کی ہے اور تم نے یہ منزل بھی کامیاب کے
ساتھ طے کر لی ہے تو کیا پھر مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اور جو ہے کہ ناٹپے
گا، قرآن کہتا ہے نہیں بلکہ ایک اور آخری منزل بھی ہے۔ جو کہ اعلان صبر
کی منزل ہے۔ وتو اصولاً الحصہ ۵ اعلان صبر کی منزل، اعلان حق کی
منزل کے ساتھ لازم و ملزم کا رشتہ رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی گزون

اس طرح جوئی ہوئی ہے کہ جدا نہیں کی جا سکتی۔ فرمایا کہ حق کا وہ اعلان کریں
گے۔ حق کا پیغام پہنچائیں گے۔ حق کا پیغام سنائیں گے، حق کی دعوت دیں گے۔
حق کی تبلیغ کریں گے۔ حق کا پیغام کریں گے۔ حق کا پیغام پہنچا کریں گے۔ لیکن
حق کا یہ حال ہے کہ حق کی راہ میں کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا۔ جب تک کہ
قربانیوں کے لئے نہ اٹھے۔ حق کا پیغام پہنچانا بغیر قربانی داشتر کے ایسا ہی
ہے جیسا آگ کو ہاتھ میں پکڑ لینا بغیر اس کی اگری کے جیسے یہ ناممکن ہے
دیسے ہی وہ بھی محال ہے، اس لئے چوتھی منزل صبر کی ہے جب تک یہ
منزل بھی طے نہ کی جائے، کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

بچوں کی تربیت | از۔ ڈاکٹر عبدالرؤف

بچہ کی پسیدانی سے قبل اور اس کے بعد کی حفاظت، لکھداشت اور جسمانی، دماغی، اخلاقی نشوونما کی تربیت، راصولیں اور فنکھداشت کے طریقے ہیں، والدین اور پرستوں کے لئے ایک مذکوری اور ہم کتاب، یہ کتاب پہندستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔

قیمت - ۱۰ روپے

او صاف اقبال | مرتبہ بہار آزادی

پہند پاکستان کے مقامی نقادوں اور ماہر اقبالیات کے مخصوصین کا خوبصورت جو نہ جو پہند پاکستان میں پہلی بار منتشر کیا گیا ہے۔ ایم ٹرین نقادوں و معاصرین کے ایم ٹرین، مقدمیں کا گلہستہ ہو پڑھتے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں کتابت، طباعت اور فیضہ دخواجہ، روت دلست کر رہے۔ قیمت - ۵۰ روپے

از۔ ڈاکٹر عبدالرؤف

ترقی اسلامی ادب :- آزادی سے قبل سے آج تک کو مقبول ہام کتابیں یہ ادب کے عالم قارئین اور طلباء کی ضروریات کو پیدا کرنی یہ بکھر لپٹے ہے جنقر طور پر جائزہ بھی لیتی ہے۔ ایک ۱۴۳۷ھ اور اردو بیان حیاۃ ارشن جدید اصناف کے ساتھ قیمت - ۱۰ روپے

ڈرامہ نگاری کافن | از۔ پروفیسر محمد علی قریشی

اردو ڈرامہ نگاری کے فن پر پہلی متنہ تصنیف جس میں ڈرامے کے فن، اس کی ابتداء اور ترقی کا تفصیلی مطالعہ ہے۔ اردو ڈرامہ کی ابتداء اس سے ہے جو یہ عہد ارتقا، کا تحقیقی کا جائز ہے۔ قدیم سے جدید ڈرامے تک تصاویر پری کتاب کے مطالعے کے بعد آنکھوں کے سلسلہ آجائی ہیں۔

قیمت - ۳۵ روپے

اقبال کا فلسفہ خودی :- از۔ پروفیسر محمد عثمان

پروفیسر محمد عثمان نے اقبال کے فنی کارکردگی اور فلسفہ خودی پر ایک منظہ زادیت سے نظر ڈالی ہے۔ پری کتاب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اقبال نے فلسفہ خودی کو شری قاب میں ڈھالا۔ یہ کتاب اقبالیات میں ایک گرانقدر ٹھانافہ ہے۔ قیمت - ۱۰ روپے

حبلہ میڈی تعلیمی نقیبات | از۔ ڈاکٹر عبدالرؤف

ڈاکٹر عبدالرؤف پہند پاکستان کے شہر ماہر نفیات میں جو اکرہ صاحب کی یہ کتاب جدید تعلیمی قدوں سے دو شناس کرائی ہے بلکہ مذہرہ پیش آئے والے تعلیمی مسائل، تیکم کے جدید نظری اور عملی بحثات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کتاب تعلیمی نفیات کی نیادی نوعیت کے تمام نصائح پر مبنی ہے۔ ناگزیر کتاب ہے۔ قیمت - ۲۵ روپے

ہماری مطبوعات

10/-	ولادت بنوی	مولانا ابوالکلام آزاد
10/-	فلسفہ	"
9/-	جامع الشواہد	"
15/-	انسان کی حیاتِ صالحہ	"
15/-	ہجر و صہال	"
7/50	انسائیت موت کے دروانے پر	"
10/-	مقالات آزاد	"
10/-	حضرت یوسف علیہ السلام	"
	طہر و مزار	
	نواب فراز جنگ بہادر ابراہیم ملیں	
	خاں	
20/-	خوشبو	میناناز -
22/-	ابو بہاراں	زبیدہ سلطان 50/50
25/-	سردہ	"
25/-	سوونا سونا آنگن	تینہ ماجدہ ناٹون
36/-	آہست	"
26/-	بُتْ ارمی	من لارک فیل گلانی
16/-	تجھبن جیا کیا کیا	متاز احمد
25/-	دامانِ ساحل	عنعت اقبال شمع
37/-	آنگن کا چاند	رضیحیل
26/-	ذوبا	ٹاکڑشاہین سعی
22/-	بندگی	پر دین شریف

شایخ مکے سیما طر

35/-	ادبی کتب	ڈاکٹر نیزگاری کافن پروفیسر محمد اسماعیل قمشیش
30/-	اقبال کا فلسفہ خودی	پروفیسر محمد عثمان
15/-	ترقی پسندادب	عزیز احمد
20/-	مقاماتِ اقبال	ڈاکٹر سید عبداللہ
25/-	سرستی احمد خاں و روزانہ فقاوے	"
20/-	عرفانِ اقبال	بشیر مخفی
10/-	بیجول کی تربیت	ڈاکٹر عبدالرؤوف
20/-	ڈکٹر اقبال	عبدالمجید سالک
50/-	اوصافِ اقبال	بہارالا آبادی
12/-	اڑو کیسے پڑھائیں؟	مولیٰ سلیم عبداللہ
10/-	نادراتِ مزا	تیمور در حسین
6/-	انتخابِ معانی	اسلم رفیق
	تہذیب و تحریر	
25/-	صدر برک	پر دین شاکر
15/-	مرے دل میں مسافر نیپن احیین	"
	تفہیمی کتب	
25/-	اشاراتِ تحقیقید	ڈاکٹر سید عبداللہ
35/-	اڑو و تحقیقید کا ارتقاء	ڈاکٹر عبادت بریلی
20/-	اڑو و تحقیقید زکاری	"
22/-	عید دین	مولانا ابوالکلام آزاد

جامع الشواہد از-ہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد
کیا غیر مسلم حضرات مسجد و میں داخل ہو سکتے ہیں؟
مولانا آزاد کی کہیں ہوئی ایک مفید معلوماتی کتاب پر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہی ہے
قیمت ۸/- روپے

عبد الرحمن از-ہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد
عید انفطر اور عبد الرحمن الحنفی اکے درست قصر کیکن جملی خطیبات
مولانا ابوالکلام آزاد کے ذریعہ قلم ایک شاہکار چو عرضہ سے نایات تھا اب شائع
ہو گیا ہے۔ قیمت ۸/- روپے

ہجر و صہال از-ہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد
"المبلغ" کوہ مضمایہ میں جن کی آج چورشید
حضرت مسیح سے نایا ہے کتاب دویارہ منتائی ہو گئی ہے۔ قیمت ۸/- روپے

هر قالات ابوالکلام آزاد مولانا آزاد نے مسلمانوں کی یو ملکی سیاسی اور مذہبی خدمات انجام دی
کہیں بحث بیان نہیں۔ مولانا آن دو گوں میں سمجھتے۔ آن جزو نے کے بعد
کیمیہ زندہ رہتے ہیں اُپ کے ذریعہ قلم سے نکال ہوئے چند دشہ پارے
"مقالات ابوالکلام آزاد" ہر پانچ نظر سے لئے ریکا فردی و فید کتاب